اسلام کا نظامِ تربیت

محمد قطب

اسلام کا نظامِ تربیت

محمد قطب

ترجمہ

پروفیسر ساجد الرحمٰن صدیقی

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ

فہرست

مقدمہ 11

باب اول

تربیت کے ذرائع اور مقاصد 15

اسلام کا جامع اور ہمہ گیر نظام تربیت 16

دنیاوی نظام ہائے تربیت کا مقصد 'اچھا شہری' 17

اسلام کے نظام تربیت کا مقصد 'اچھا انسان' 18

تقویٰ شعار، عبادت گزار انسان 19

عبادت کا مفہوم 19

خلافت الٰہیہ 20

نظریۂ اسلام کا محور خالق کائنات کی جانب رجوع 21

باب دوم

اسلام کے نظام تربیت کی خصوصیات 25

اسلام دین فطرت 25

دنیاوی نظاموں کی جزئیت 26

انسانی تاریخ کا حیرت انگیز لمحہ 30

انسان کی مستقیم فطرت 32

ہم آنگی کے دو مقاصد 35

توازن اور اعتدال: تمام کائنات کی خصوصیات 38

مثبت انداز فکر 40

مثالی واقعیت 42

باب سوم

منہاج عبادت 45
فلاح انسانی کی واقعی ضمانت 47

باب چہارم

روحانی تربیت 50
روح کی حقیقت 53
انسانی وجود کا مرکز: روح 55
کائنات: عظیم قدرت کا مظہر 58
روح کا احساس لطیف 61
کائنات اور انفس میں غور وفکر 62
طبیعی امور کی کارفرمائی کا احساس 70
کائنات کا ہر امر اللہ کی قدرت میں ہے 73
اللہ سبحانہٗ کی مالکیت 79
توجہ الی اللہ 81
مظاہر قدرت اور خشیت الٰہی 82
حُبِ الٰہی 85
ایمان حق 88
عبادت، روحانی تربیت کا مؤثر ذریعہ 89
اسلام میں عبادت کا مفہوم 94
جمالِ تخلیق 98
عبادت الٰہی کے فوائد 101

باب پنجم

عقل کی تربیت 105

عقلی تفکر کے دائرہ کی تجدید 107
نوامیس کائنات میں غور وفکر 110
کائنات اور حق وعدل 111
فکر اور یاد الٰہی 115
حکمت تشریع میں غور وفکر 118
حکمت تشریح کا شعور 123
دو اہم اصول، عدل اور شوریٰ 125
قوت عقلیہ کی راہنمائی 127
سنت اللہ میں غور وفکر 132
تاریخ کی مادی تعبیر 138
سنت اللہ کے نتائج 139
مادی قوتوں کا استعمال 141
اسلام یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی اساس ہے 143
اہل مغرب کی خدا بیزاری کی اصل وجہ 144
خدا بیزار سائنسی ترقیات کا انسانی نفسیات پر اثر 145
علم عطیہ الٰہی 147
باب ششم
جسم کی تربیت 149
دو امور کا بطور خاص لحاظ 150
قوت حیات کی تربیت 151
جسم انسانی کی حقارت کا تصور 153
تحفظ ذات اور تحفظ نوع 154
جسمانی محرکات کی مسرفانہ تکمیل 155

حیاتیاتی مطالبات اور جمال فطرت 156
ارتقائے حیات کا تسلسل 158
لاشعوری اخفاء اور شعوری انضباط 159
مسئلہ جنس 163
اسلام جملہ انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے 166
اسلام کا منہاج تربیت 168
یکسلے کا بیان 170
خشیت الٰہی 171
نفسیاتی قوت اور اعلیٰ ترین امور 173

باب ہفتم

انسانی وجود کے متوازی خطوط 177

باب ہشتم

بیم ورجاء 179
موت کا خوف اور اسلام 181
تنگدستی کا خوف 182
نقصان پہنچنے کا خوف 183
اَن دیکھے نتائج کا خوف 185
حقیقی خوف 186
اسلام نے رجاء وامید کی کیفیت کو ابھارا ہے 191
قرآن کریم اور رجاء 193
ترغیب وترہیب کی افادیت 196

باب نہم

محبت ونفرت 203

اسلام کی نظر میں حب ذات کا مفہوم 204
نفرت کا رخ شر کی قوتوں کی جانب 212
صراط مستقیم سے انحراف بھی قابل نفرت امر ہے 214

باب دہم

واقعیت اور خیال 217

باب یازدہم

حسیّت اور معنویت 221
اسلام میں حسی لذتوں کا حصول جائز ہے 223
فضائل اخلاق کائنات کا ایک حصہ ہیں 224

باب دوازدہم

محسوس امور پر یقین اور مغیبات پر ایمان 227
اسلام اور انسانی محسوسات 228
جدید جاہلیت: گرفتارِ لعنت 230
قرآن میں شیطان کا ذکر 231
قرآن میں جنوں کا ذکر 233
مغیبات پر ایمان انسانی فطرت ہے 235

باب سیزدہم

انفرادیت اور اجتماعیت 239
سرمایہ داری اور اشتراکیت 239
اصل حقیقت 241
انفرادیت اور اجتماعیت میں ہم آہنگی 242
تعلق باللہ اور اسلامی اخوت 245
پابندی و بے قیدی 248

ان خصوصیات کا انحراف	249
اسلام کا طریقۂ کار	250
عمل خیر پر آمادہ کرنے کا ایک اور درجہ	255
سلبیّت اور ایجابیّت	257
ایجابیت کا انحراف	259
اللہ سبحانہ کے بالمقابل سلبیت کاملہ	260
کائنات کے بالمقابل ایجابیت کاملہ	261
تربیت کے ذرائع	263
شخصیت کا نمونہ بطور تربیت	263
انسانیت کی تاریخ میں سب سے بڑی مثالی شخصیت	267
مثالی افراد	269
تربیت بذریعہ نصیحت	271
سزا بطور ذریعہ تربیت	275
تربیت کے لیے تخویف اور ترہیب کے وسائل	277
قصص کے ذریعے تربیت	281
قصہ آدمؑ	283
قصص قرآنی کی فنی نوعیّت	285
مغربی ادبیات کا انحراف	290
تربیت بذریعہ عادت	291
زندہ در گور کرنے کی رسم بد اور دیگر معاشرتی برائیاں	292
عادات صالح کا نشوونما	295
قوت کا استعمال	296
مشغولیت	298

واقعات ذریعہ تربیت	300
مکہ مکرمہ میں پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں ہدایات	301
شدائد اور مصیبتوں پر صبر	303
مدینہ منورہ میں پیش آنے والے واقعات پر ہدایات	305
معرکۂ اُحد	306
معرکۂ بدر	307
واقعہ تبوک	307
مذکورہ تنبیہات کا مقصد	311
اسلامی معاشرہ	312
اسلامی معاشرہ: اسلامی تربیت کا لازمہ	314
اصلاح احوال کا منطقی طریقہ	315
تربیت کے فوائد	318
انسان صالح کی خصوصیات	319
مومن کی قوت کردار کا سرچشمہ	328
نظافت اور پاکیزگی کی تعلیم	330
واقعیت اور مثال	332

مقدمہ

حالانکہ میں ایک طویل عرصے تک قرآن کریم کے مطالعے میں منہمک رہا، مگر پہلے پہل مجھے اس امر کا پوری طرح ادراک نہیں تھا کہ قرآن کریم میں 'اسلام کا نظام تربیت' واضح اور مکمل طور پر موجود ہے۔ البتہ مجھے ابتداء ہی سے اس قدر احساس ضرور تھا کہ قرآن کریم میں امور تربیت سے متعلق ایسی متعدد واضح ہدایات موجود ہیں جو نفس انسانی پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اور اگر کوئی شخص ان ہدایات پر غور و تامل کرے تو اس کے سامنے عمل کی ایک واضح روش، فکر کا ایک منور راستہ اور شعور کا ایک ایسا متعین طریقہ جلوہ گر ہو سکتا ہے جو نیکی اور پارسائی سے قریب تر ہو اور انسان اس پر عمل پیرا ہو کر پاکیزگی اور انسانیت سے ہمکنار ہو سکے۔

مگر ظاہر ہے کہ ایک مبہم سے احساس اور ایک شعوری ادراک میں بڑا فرق ہے۔ اور اس وقت تک بہر حال مجھے یہ شعوری ادراک حاصل نہیں تھا کہ قرآن کریم میں تربیت انسانی سے متعلق متفرق اور جا بجا آیات ہی نہیں ہیں، بلکہ قرآن کریم ایک ایسا مکمل اور جامع نظام تربیت پیش کرتا ہے جس میں جملہ ضروری اور ناگزیر امور بالتفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیے گئے ہیں۔

بلا شبہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کو یہ شعوری ادراک حاصل ہو کہ قرآن کریم ایک مکمل اور جامع نظام تربیت کا حامل ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اپنے قاری کے ذہن میں جو غیر واضح احساس ابھار دیتا ہے اسی سے نفس کی خیر کی جانب راہنمائی ہو جاتی ہے اور اس کو نیکو کاری کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول قرآن سے لے کر اب تک لاتعداد مسلمان اسی براہ راست طریقے پر قرآن سے مستفاد ہوتے رہے ہیں، اور ہمیشہ قرآن کریم

مومنین کے نفس کی گہرائیوں میں اتر کرانہیں سعادت ابدی کی شاہراہ پر گامزن کرتا رہا ہے۔

لیکن بہر حال قرآن کے نظام تربیت کے شعوری علم کی اپنی اہمیت ہے کیونکہ اس طرح قرآنی ہدایات نفسِ انسانی میں زیادہ مضبوطی سے جاگزیں ہوسکتی ہیں، اور اس طرح محققین اور اہل علم کو بحث و تحقیق کا مفصل منہاج (Method) میسر آسکتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ آج مغرب سے آیا ہوا ہر علم وفن مرتب اور مفصل صورت میں موجود ہے اور جس کی بناء پر ان علوم میں پوشیدہ مغرب کے انحرافات نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں اور ان کے اندر مضمر عیوب اور خامیوں تک عام نظر نہیں پہنچ پاتی۔ اگر اسلام کا نظام تربیت بھی جدید اسلوب کے مطابق بالتفصیل مرتب صورت میں بیان کر دیا جائے تو اس سے فکر مغرب (Oceidental thinking) کی کجرویوں کی نشان دہی بآسانی ہو سکتی ہے۔

اس سے قبل مَیں ''اَلْاِنْسَانُ بَیْنَ الْمَادِیَةِ وَالْاِسْلَامِ''[1] میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ نفس انسانی کی ہدایات وراہنمائی کے بارے میں اسلام کا اپنا مخصوص طریقۂ کار ہے جو جملہ مغربی افکار وتصورات سے یکسر مختلف ہے۔ اس کتاب کی تصنیف تک مجھے اسلام کے نظام تربیت کی جانب فکری رسائل حاصل نہیں ہوتی تھی۔ ہر چند کہ اس کتاب میں مَیں نے اسلام کے نظام تربیت کے بارے میں چند امور ضرور تعمیر کر دیئے تھے۔ اس کے بعد میں نے طریقۂ تعلیم پر ایک کتاب لکھی تھی، اس میں بھی اسلامی تربیت کے موضوع پر ایک باب شامل تھا، مگر یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

چند سال قبل مجھ پر ایک رات ایسی بھی گزری تھی جسے میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا اس رات میں سخت نفسیاتی اضطراب سے دو چار تھا اور کسی جانب سے نور کی کوئی کرن نہیں پھوٹ رہی تھی، اس وقت تک میں تین یا چار مرتبہ قرآن کریم کا مطالعہ کر چکا تھا، اور شب و روز قرآن کے زیر سایہ گزار چکا تھا اور ہر ایک آیت اور ہر ایک مقام پر غور وفکر اور جملہ

---

(۱) اس کتاب کا راقم الحروف کا ترجمہ ''اسلام اور جدید مادی افکار'' کے نام سے اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ (س۔صدیقی)

ہدایات پر سوچ بچار کر چکا تھا.... اچانک غیر معمولی طریقے پر میرا قلب ودماغ منور ہو گیا اور میں نے محسوس کیا کہ میرے ذہن پر خیالات کی یلغار ہو رہی ہے اور اسلام کے نظام تربیت کے بارے میں میرے افکار مرتب اور مفصل صورت میں میرے ذہن کی لوح پر اجاگر ہو رہے ہیں، اور مکمل منہاج میرے سامنے اس قدر روشن و منور ہو گیا کہ میں حیران رہ گیا کہ یہ منہاج اس قدر بدیہی اور واضح ہونے کے باوجود آج تک کیوں میرے دماغ سے اوجھل رہا۔

غرض اس شب کے بعد میرے قلب میں اسلام کا نظام تربیت بالکل واضح اور میری دنیائے شعور میں پوری طرح اجاگر ہو گیا اور میں اس قابل ہو گیا کہ اس سلسلے میں قرآنی آیات اور سنت نبویؐ سے شواہد اور دلائل اخذ کر سکوں۔

قرآن کریم کے ساتھ ساتھ سنت نبویؐ سے استنباط اس لیے ناگزیر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک قرآن کی واقعی اور کلی ترجمان تھی، چنانچہ جب حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔'' یعنی ذات رسالت مآب اسلامی تربیت کا زندہ جاوید نمونہ اور اسوۂ کاملہ تھی اور آپؐ کی عملی زندگی آپؐ کے اخلاق و اعمال اور آپؐ کے اقوال اور فرمودات اس منہاج تربیت کی وضاحت اور تفصیل تھے۔

میں نے اسی رات یہ تہیّہ کر لیا کہ میں ''اسلام کے نظام تربیت'' کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کروں گا، اور اس میں بتاؤں گا کہ اسلام کا نظام تربیت دنیا کے تمام نظام ہائے تربیت سے منفرد، وقیع اور بے مثال ہے۔ اس نظام تربیت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مکمل اور جامع نظام ہے جو نفس انسانی کے تمام افکار و شعور کو محیط ہے اور یہ نظام اس قدر گہری تاثیر کا حامل ہے کہ یہ نفس انسانی کی گہرائیوں اور عملی زندگی کی جملہ وسعتوں پر بڑی قوت سے اثر انداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام تربیت کے طفیل صحرائے عرب کے ریگزاروں سے ایک ایسی اُمت اٹھی جس نے اپنی بے مثال اور منفرد تہذیب و تمدن اپنے اخلاق فاضلہ اور اپنی جہانکشائی اور جہانبانی سے تمام دنیا میں

انقلاب برپا کر کے رکھ دیا، اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو از سر نو راہ ہدایت دکھائی۔

اس ہمہ گیر انقلابی امت کے برپا ہونے اور اس کے اس قدر عظیم تاریخی کردار ادا کرنے کی واحد وجہ یہ تھی کہ یہ امت اسلامی اصولوں پر عمل پیرا تھی، دین کو مضبوطی سے تھامے ہوئی تھی اور اس کے افکار و شعائر اور اس کے اعمال و اطوار پوری طرح اسلام کے نظام تربیت پر استوار ہو گئے تھے۔

چونکہ گردش ایام نے امت مسلمہ کی تابانیوں کو بہت کچھ دھندلا دیا ہے اور چودہ سو برس کے طویل عرصے میں رفتہ رفتہ اس کی روشنیاں کجلا گئی ہیں۔ اور امت مسلمہ اسلام کے بتائے ہوئے نظام تربیت کی اصل روح سے ہٹ کر اس کے چند ظاہری مظاہر سے چمٹ کر رہ گئی ہے، اس لیے میں یہ کتاب تصنیف کر رہا ہوں کہ شاید میری اس کوشش سے مسلمانوں کے سامنے ان کے منہاج زندگی کی راہیں از سر نو کھل جائیں اور وہ ایمان اور اسلام کے حقیقی مفہوم سے آگاہ ہو کر نئے عزم اور روح جہاد کے ساتھ اس کو بروئے کار لانے میں ہمہ تن منہمک ہو جائیں۔

کتاب کا یہ حصہ اسلام کے نظام تربیت کی نظریاتی تشریح پر مشتمل ہے جس میں مَیں نے اس موضوع پر نفسیاتی نقطۂ نظر کے مطابق گفتگو کی ہے۔ دوسرے حصے میں مَیں تربیت کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کروں گا، اور بچپن، عہد شباب اور کہن سالی کے ادوار میں انسانی تربیت کے موضوع پر قدیم مسلمان مفکرین نے جو کچھ لکھا ہے اس کا جائزہ لوں گا۔

اَللّٰھُمَّ رَفِّقْنِیْ اِلٰی مَا فِیْہِ الْخَیْرَ اِنَّکَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبُ الدُّعَاءِ۔

محمد قطب

باب اول

تربیت کے ذرائع اور مقاصد

ہر زمانے اور ہر قوم کے لحاظ سے تربیت کے مختلف ذرائع ہوا کرتے ہیں اور ہر ذریعہ کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے ہوا کرتا ہے، یہ اور بات ہے کہ عملاً اس سے وہ مطلوبہ نتیجہ حاصل نہ ہو رہا ہو۔

مثلاً جسمانی ورزش بھی ایک ذریعہ تربیت ہے اگرچہ باقاعدہ نظام تربیت نہیں ہے چنانچہ نازی جرمنی میں ایک زمانے میں نوجوانوں کو سخت جسمانی تربیت دی گئی، تاکہ ان کے جسم مضبوط ہوں، ان میں نظم (Discipline) اور جذبۂ اطاعت شعاری پیدا ہو، وہ احکام کی پابندی کریں، ریاست کی خدمت کریں اور اپنے آپ کو عظیم ڈکٹیٹر کی پُرہیبت شخصیت کے احکام کا پابند بنالیں۔

انگلستان اور شمالی یورپ کے ممالک میں تربیت جسمانی کا مقصود باہمی تعاون اور جذبۂ اجتماعیت ہے۔

مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جسمانی تربیت سے یہ مذکورہ مقاصد حاصل نہ ہوں اور وہ محض علوِ ذات (Self-Exaltation) میں بدل کر رہ جائے جیسا کہ بعض کھلاڑی صرف اپنی شخصیت کے نمایاں (Self-Assertion)[1] کرنے میں لگے رہتے ہیں، حتیٰ کہ فٹ بال جس کا مقصد ہی کھلاڑیوں میں باہمی تعاون کا اجتماعی جذبہ پیدا کرنا ہے، اس کے کھلاڑی بھی ذات کے اظہار میں الجھ کر رہ جاتے ہیں، اور اصل مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

رومیوں کے یہاں یہی جسمانی تربیت کا نظام، جسم کی پرستش، قوت و طاقت کے

---

(۱) جذبہ خودنمائی یا اظہار ذات، نفسیات کی اصطلاح میں دوسروں کی موجودگی میں اپنی اہمیت جتلانے کا میلان۔ (س۔صدیقی)

اظہار اور حسن پرستی میں بدل کر رہ گیا تھا۔

اسی جسمانی تربیت کے نتیجے میں پھولی ہوئی گردنوں والے اور اکڑے ہوئے اعصاب والے ''دیوزاد'' آدمی بھی پیدا ہوتے ہیں جن میں سرے سے اس تربیت کا کوئی مقصد موجود ہی نہیں ہوتا اور ان کی حیثیت ایک موٹے تازے پلے ہوئے جانور سے زیادہ نہیں ہوتی۔

کہانیوں اور قصوں کی مدد سے بھی تربیت کے مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں، چنانچہ کبھی اس طریقے سے قارئین میں روح فنی (The spirit of art) بیدار ہوتی ہے اور احساس جمال (Aesthetic sense) نشوونما پاتا ہے۔

اس ذریعۂ تربیت سے اَنْفُس (Souls) اور آفاق (کائنات) میں غور وفکر کی صلاحیت اجاگر ہوتی ہے اور حادثات وواقعات سے عبرت حاصل کر کے غلط کاریوں سے بچنے اور صحیح راستے پر گامزن ہونے کا شعور بھی پیدا ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ ذریعہ تربیت محض وقت گزاری، بے راہ روی اور یاوہ گوئی کا باعث بن جاتا ہے۔

غرض تربیت کے اس قسم کے متعدد ذرائع موجود تو ہیں مگر یہ کوئی مکمل اور جامع نظام تربیت نہیں ہیں، یہ محض وسائل ہیں جن کی اپنی اہمیت تو ہے لیکن ان کے انتخاب اور اختیار میں پوری توجہ اور پیش بینی کی ضرورت ہے تاکہ یہ ایک نظام تربیت کے ہم آہنگ عناصر ترکیبی بن سکیں اور اصل مقصد تک رسائی حاصل کر سکیں۔۔۔ کیونکہ اگر مقاصد حاصل نہ ہوں تو محض ذرائع اور وسائل کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوا کرتی۔

اسلام کا جامع اور ہمہ گیر نظام تربیت

اسلام کا نظام تربیت اس لحاظ سے بالکل منفرد اور حد درجہ ممتاز ہے کہ اس کے جملہ ذرائع اور تمام مقاصد ایک فکر اور ایک نظریہ سے پوری طرح مربوط اور پیوست ہیں۔ اور یہ نظام تربیت اس قدر مکمل، جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ اس کی راہنمائی اور ہدایت سے خارج نہیں ہے۔

ظاہر ہے اسلام کے نظام تربیت کے علاوہ تربیت کا کوئی اور نظام انسانی تاریخ میں اتنا

ہمہ گیر اور جامع وجود میں نہیں آیا ہے۔

اس وسعت اور ہمہ گیری کے باوجود اسلام کا نظام تربیت کسی بھی موقع پر اپنے اصل مقصد سے گریز کرتا ہوا محسوس نہیں ہوتا، کیونکہ یہ نظام تربیت ایسے متفرق اور مختلف ذرائع اور وسائل کا مجموعہ نہیں ہے جن میں سے ہر ذریعہ اور ہر وسیلہ انسان کو ایک نئی سمت کی جانب لے جائے اور اس جذب و کشش میں خود انسان کی فطری صلاحیتیں ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جائیں۔ بلکہ اسلام کا نظام تربیت انسان کے سامنے ایک صاف سیدھی شاہراہ متعین کر دیتا ہے اور ایک مقصد سامنے رکھ دیتا ہے تا کہ انسان اپنی تمام فطری صلاحیتوں اور ان کے درمیان پورے تعاون، ہم آہنگی اور سلامتی کے ساتھ اس مستقیم شاہراہ پر گامزن ہو سکے اور مختلف جہتوں کی کشاکش اور گوناگوں مقاصد کی کھینچا تانی میں تتر بتر ہو کر نہ رہ جائے۔

اسلام کے نظام تربیت کی یہ خصوصیت اس قدر نمایاں اور واضح ہے کہ یہ پہلی ہی نظر میں آشکارا ہو کر نگاہوں کے سامنے آ جاتی ہے اور یہ حقیقت کھلم کھلا محسوس ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نظام تربیت ہر لحاظ اور ہر پہلو سے انسان کے بنائے ہوئے تمام نظام ہائے تربیت سے بالکلیہ مختلف ہے۔

دنیاوی نظام ہائے تربیت کا مقصد ''اچھا شہری''

انسان کے بنائے ہوئے نظام ہائے تربیت چند مختلف ذرائع کے حامل ہیں اور ان کے تاریخی اجتماعی اور سیاسی حالات بھی متنوع اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں، لیکن ان تمام ذرائع اور وسائل اور ان متعدد نظام ہائے تربیت کا مقصد ایک ہے اور وہ ہے ایک ''اچھا شہری'' تیار کرنا ــــ لیکن خود اچھے شہری کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ظلم و زیادتی کا قلع قمع کر دینے والا مسلح اور جنگجو سپاہی ہو، لیکن جب اس کی اپنی قوم کا مفاد درپیش ہو تو ظلم و ناانصافی میں اسے خود بھی کوئی عار نہ ہو۔

کسی قوم کا اچھے شہری کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ ایسا نیک و صلح جو شخص ہو کہ نہ خود کسی پر ظلم کرے اور نہ کسی کو اپنے اوپر ظلم کی اجازت دے۔

ہو سکتا ہے کسی قوم کی نظر میں اچھا شہری ایک تارک الدنیا زاہد خشک ہو جو دنیا کی اس

قابل نفرت کشاکش حیات سے کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہو۔

اور ہوسکتا ہے کہ کسی قوم کے نقطۂ نظر سے اچھا شہری وہ ہو جو اپنے وطن کا سچا عاشق ہو، اس میں جذبۂ حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہو اور وہ اپنی نسل کے امتیاز پر فخر محسوس کرتا ہو اور اس کے لیے وہ مر مٹنے کو تیار ہو۔

اسلام کے نظام تربیت کا مقصد ''اچھا انسان''

اسلام ان تنگنائیوں میں محصور نہیں ہے۔ اسلام کا نظام تربیت اچھا شہری تیار نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام کے نظام تربیت کا مقصد 'اچھا انسان' (انسان صالح) تیار کرنا ہے۔ وہ انسان جو مکمل انسان ہو، جس میں انسانیت کے سارے پنہاں جوہر نمایاں ہو گئے ہوں اور جو صرف جغرافیائی حدود میں محدود ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری روئے زمین کا اچھا شہری، بہترین باشندہ اور 'انسان' ہو۔

ظاہر ہے کہ اسلام کے نظام تربیت کا یہ مقصد دنیا کے جملہ نظام ہائے تربیت کے مقاصد سے نہایت ارفع اور اعلیٰ ہے اور اس مقصد رفیع کے سامنے ہر مقصد ہیچ، بے وزن اور رائگاں ہے۔

اسلام کے مکی دور کو لیجیے، چند ناکس و بے کس مسلمان ہیں، جن کی تعداد کم ہے اور دشمن زیادہ، جن کے پاس نہ کوئی قوت ہے اور نہ طاقت اور جن کا کوئی سہارا نہیں ہے سوائے اللہ جل شانہٗ کی ذات کے، مگر اسی مکی دور میں اور دعوت اسلامی کے آغاز ہی میں قرآن کریم اپنی دعوت کا مخاطب ساری انسانیت کو قرار دیتا ہے اور بانگ دہل اعلان کرتا ہے:

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾ التکویر 27:81

یہ تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

پہلے ہی مرحلے میں قرآن نے اس حقیقت کو جتلا دیا کہ قرآن کی دعوت کے مخاطب صرف قریش، محض اہل مکہ اور اہل عرب ہی نہیں ہیں، بلکہ اس عالمی دعوت کی مخاطب پوری دنیائے انسانیت ہے اور اس تخاطب میں رنگ و نسل اور زبان و وطن کا کوئی فرق نہیں ہے ... اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کون اس دعوت پر لبیک کہتا اور متقیوں کے زمرے

میں داخل ہوتا ہے۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ

الحجرات 13:49

تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہ قرآنی دعوت عام ہے، یہ وطن کی حد بندیوں، زبان کے دائروں، رنگوں کے تفاوت اور نسل کے امتیازات میں محدود نہیں ہے۔ یہ دعوت انسانیت کو گروہوں اور طبقوں میں تقسیم نہیں کرتی۔ ان کو رنگوں اور نسلوں کے امتیازات میں نہیں بانٹتی۔ بلکہ یہ قرآنی دعوت براہِ راست نفس انسانی میں نفوذ کر کے انسان کے اندر پوشیدہ جوہر انسانیت کو ابھارتی اور بروئے کار لاتی ہے۔

تقویٰ شعار، عبادت گزار انسان

اسلام انسان کو میدان زندگی میں حیران و پریشان نہیں چھوڑتا بلکہ ان کے سامنے زندگی کے تمام پہلو اور نفس کے تمام گوشے اجاگر کر کے اس کے سامنے ایک مفصل منہاج واضح کر دیتا ہے اور بتا دیتا ہے کہ یہ منہاج کس طرح انسان کو 'انسان' بنانے کا مقصد حاصل کرتا ہے اور کس طرح انسان کو ''انسان صالح'' (اچھا انسان) اور متقی انسان بنا دیتا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ الحجرات 13:49

یہ انسان صالح اور متقی انسان وہ ہے جو صرف اللہ جل شانہ، کی بندگی کرتا ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں صرف اللہ ہی سے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ الذاریات 56:51

میں نے جن اور انسان کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

عبادت کا مفہوم

اسلام میں عبادت کے معنی چند مذہبی رسوم کی ادائیگی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں عبادت کا لفظ بڑے وسیع معنی میں مستعمل ہے۔ اسلام میں اس کے معنی زندگی کے ہر لحظے

میں، عمل کے ہر پہلو میں فکر کے ہر گوشے میں اور شعور کے ہر زاویے میں اللہ سبحانہٗ سے راہنمائی حاصل کرنے اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے کے ہیں۔ غرض، پوری زندگی اللہ کی رضا اور اس کی منشاء کے مطابق گزارنا اور وہ تمام امور جو خدا کی رضا کے ہوں ان پر عمل کرنا اور ان تمام امور سے بچنا جو خدا کی ناراضگی کا باعث ہیں، عبادت ہے، عبادت کے اس معنی اور مفہوم کے لحاظ سے انسان کی پوری زندگی کا مصدر اور منبع ذات الٰہی ہے اور اس کے شعور و عمل کے تمام پہلو ہدایت ربانی کے تابع ہیں۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

البقرہ 38:2

پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔

خلافت الٰہیہ

یہی وہ انسان ہے جو زمین میں خلافت الٰہی کے منصب کو سرانجام دیتا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ البقرہ 30:2

جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ الاسراء 70:17

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطاء کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

لیکن خلافت الٰہی کی شرط یہ ہے کہ انسان اس تکریم الٰہی کے تقاضوں پر اور معیارِ انسانیت پر پورا اترے اور اس فضیلت کا بدستور سزاوار ہے جو اللہ سبحانہٗ نے اس کو بخشی ہے۔ اسی شرط پر خلافت موقوف ہے اور خلافت کی تعمیر و ترقی کی ذمے داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو تو اللہ سبحانہ اس کو اپنے طیبات رزق عطا فرماتا ہے اور کائنات کی قوتیں اور طاقتیں اس کے تابع فرمان بنا دیتا ہے اور انسان اللہ سبحانہٗ کی عطا کردہ ان نعمتوں کو تقویٰ کی

حدود اور منہاج الٰہی کی راہنمائی میں رہتے ہوئے اپنے منصب جلیل کی تکمیل میں استعمال کرتا ہے۔

نظریۂ اسلامی کا محور: خالق کائنات کی جانب رجوع

اسلام جہاں اس مقصد کو واضح اور مفصل صورت میں سامنے رکھتا ہے وہاں لوگوں کو خالق کائنات کی جانب بلا رکاوٹ اور بغیر کسی حجاب کے متوجہ کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ﴿۷﴾ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاۗءَ رَكَّبَكَ ۭ﴿۸﴾ الانفطار 82:6-8

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نک سک سے درست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿۶﴾ الانشقاق 84:6

اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ قٓ 50:16

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

خالق کائنات کی جانب رجوع ہی نظریۂ اسلام کا محور ہے اور یہی اسلام کے نظام تربیت کا سرچشمہ اور منبع ہے اور اسی منبع سے تمام قوانین اور ضابطے اور وہ تمام ہدایتیں سامنے آتی ہیں جن کی اساس پر انسانی زندگی مستقیم منہاج پر استوار ہوتی ہے۔

اسلام انسان کا رخ اس کے خالق کی جانب کر دیتا ہے اور انسان کو یہ بتا دیتا ہے کہ صرف اللہ سبحانہٗ ہی ہے جو ہر ایک قوت اور طاقت کا مالک ہے وہی ہے جو بادشاہ اور سلطان ہے وہی ہے جو زمین و آسمان کی ہر ہر شئے کا مالک ہے۔

بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ یٰسین 83:36

اسی کے ہاتھ میں ہر شئے کا اقتدار ہے۔

اور انسان جب اس حقیقت سرمدی کے راز کو پالیتا ہے تو پھر وہ اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا اور اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتا اور اس کا دل اور اس کی روح آزاد ہو جاتے ہیں اور انسان یکسو ہو کر اللہ سبحانہ' کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔

انسان جب ہمہ تن اپنے خالق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے تو اسی کی راہنمائی حاصل کرتا اور اسی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے۔ اس کے سامنے دنیا کی ہر قوت کمزور ہر طاقت پامال اور ہر توانائی بے اثر ہوتی ہے۔ وہ صرف اللہ ہی کی قوت حقیقی قوت جانتا اور اسی کے سلطان کو حقیقی سلطان تصور کرتا اور اسی کے بتائے ہوئے منہاج زندگی کو صحیح منہاج تسلیم کرتا ہے اور اس ادراک اور عرفان سے اس کے نفس کی اصلاح ہو جاتی اور اس کی زندگی سنور جاتی ہے۔

چونکہ اس انسان کی قوت کا سرچشمہ اللہ سبحانہ کی قوت ہوتی ہے اس لیے وہ اس کائنات میں اپنا وزن محسوس کرتا ہے اور اپنی قوت فاعلہ اور قوت ارادی سے دنیا کی تعمیر و ترقی کرتا اور تمدن و تہذیب کو استوار کرتا ہے اور اسے اس عظیم کام کی انجام دہی میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اس لیے کہ بحکم الٰہی دنیا کی قوتیں اس کی تابع فرمان ہو جاتی ہیں۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ الجاثیہ 13:45

اس نے زمین اور آسمان کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

انسان جب اللہ سبحانہ' کی جانب رجوع کرتا ہے تو اسے یہ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہوتا ہے اور اس کی جانب لوٹ کر جانا ہے اور مخلوق اس کی قدرت سے وجود میں آتی ہے، اس لیے وہ ہر معاملے میں اسی کی جانب متوجہ رہتا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّاۗءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَاۗىِٕبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰي رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَاۗىِٕرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ الطارق 86:5-10

پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا

گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ قٓ 43:50

ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی اس دن سب کو پلٹنا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ مریم 40:19

آخر کار ہم ہی زمین اور اس کی ساری چیزوں کے وارث ہوں گے اور سب ہماری طرف ہی پلٹائے جائیں گے۔

انسان جب اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے تو اسے تمام انسانوں سے ہمدردی اور تعلق کا احساس ہوتا ہے اور اسے معلوم ہوجاتا ہے کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ النساء 1:4

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔

اسی جذبہ اور احساس سے انسان کے درمیان انسانیت اور تعاون اور ہمدردی کے جذبات نشوونما پاتے اور اختلاف اور دشمنی اور انتقام کے میلانات سرد پڑ جاتے ہیں۔

بہر حال یہ حقیقت سرمدی کہ ہر شئے کا سرچشمہ اور منبع اللہ سبحانہٗ کی ذات ہے یہ وہ اساس ہے جس پر 'اسلام کا نظام تربیت' قائم ہے اور جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

آئندہ تفصیلی بحث کے دوران یہ امر پوری طرح واضح ہوجائے گا کہ اسلام اپنے ذرائع اور مقاصد کے لحاظ سے کس قدر منفرد، بے مثال اور بلند پایہ ہے۔ لیکن یہاں ابتدأً یہ بتادینا ضروری ہے کہ دنیا کے تمام نظام ہائے زندگی دو خانوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کچھ تو وہ

ہیں جن کی تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ زندگی اور اس کی کشاکش سے دامن چھڑا کر انسان صرف خدا کا ہور ہے اور رہبانیت اختیار کرے اور کچھ وہ ہیں جن کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کو چھوڑ کر اسی زندگی کی تعمیر و ترقی کے لیے انسان اپنی جان کھپا دے اور اسی کو حاصل زندگانی سمجھ لے۔ جب کہ اسلام وہ واحد نظام حیات ہے جو انسان کا اللہ سے رشتہ اس لیے استوار کرتا ہے تا کہ اس کی دنیاوی زندگی بھی درست ہو جائے اور وہ جسمانی طور پر دنیا میں سرگرم عمل ہو اور روحانی طور پر اللہ سبحانہٗ سے رشتہ جوڑے ہوئے ہو۔

باب دوم

اسلام کے نظام تربیت کی خصوصیات

اسلام کا انسان کی تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام انسان کے پورے وجود کو مدنظر رکھتا ہے اور اس کے کسی پہلو اور کسی گوشے کو نظر انداز نہیں کرتا، چنانچہ اسلام انسان کی مادی زندگی اور اس کی روحانی زندگی کو اپنے اندر سمو لیتا اور اس کے تمام اعمال و حرکات پر محیط ہو جاتا ہے۔

اسلام انسان کو بعینہٖ اس صورت میں مدنظر رکھتا ہے جس طرح اللہ سبحانہٗ نے اس کو پیدا کیا ہے۔ نہ تو اس کی فطرت کے کسی پہلو کو تشنہ چھوڑتا ہے اور نہ اس کی فطرت کے ماسوا کوئی اور امر اس پر مسلط کرتا ہے۔ وہ انسانی فطرت کی بڑی باریکی کے ساتھ ترجمانی کرتا اور اس سے ابھرنے والے ہر جذبے اور میلان کو منضبط کرتا اور اس کے اخراج کا صحیح راستہ بناتا ہے۔

اسلام انسان کی فطرت کے تمام پہلوؤں کو اس طرح اظہار کا موقعہ دیتا ہے جیسے کوئی موسیقی نواز بربط کے تمام تاروں کو بیک وقت چھیڑ کر ایک خوبصورت مدھر تان چھیڑ دے۔

اسلام: دین فطرت

جب ہم اسلام کی تربیت کے ذرائع کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذرائع و وسائل کس طرح تمام انسانی زندگی کو محیط اور اس کی فطرت کے تمام پہلوؤں پر چھائے ہوئے ہیں کہ انسانی وجود کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ اس کے دائرۂ ہدایات سے خارج نہیں ہے۔ یہ دراصل اسلام کی جامعیت اور ہمہ گیری ہے اور یہ جامعیت اور ہمہ گیری اس

بات کامظہر ہے کہ یہ نظام خالق کائنات کی جانب سے ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ الروم30:30

اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔''

اسلام ہی دین فطرت ہے اور دنیا کا کوئی نظام، فطرتِ انسانی کو اس طرح مدنظر نہیں رکھتا جس طرح کہ اسلام رکھتا ہے۔ اسلام فطرتِ انسانی کو مہذب اور شائستہ بناتا اور اسے ایسی فکری عملی اور روحانی غذا فراہم کرتا ہے جس سے انسان سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔

دنیاوی نظاموں کی جزئیت

ظاہر ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور نظام میں اس قدر باریکی اور اس قدر وسعت اور ہمہ گیری نہیں ہے بلکہ اسلام کے سوا ہر نظام میں ہمہ گیری اور وسعت کے بجائے تحدید اور جزئیت ہے اور یہ نظام انسان کے کسی ایک پہلو کو مدنظر رکھ کر صرف اسی کو نشوونما دیتے اور باقی تمام پہلوؤں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض نظام ایسے ہیں جو انسان کی زندگی کے صرف محسوس پہلوؤں کو تسلیم کرتے ہیں اور جو شئے انسانی احساسات کی گرفت میں آ جائے وہ تو ان کے تصور کے مطابق دنیا میں موجود بھی ہے اہم بھی ہے اور قابل اعتناء بھی ہے۔ اس لیے زراعت صنعت وحرفت میں بڑی پیش رفت ہے اونچی عمارتیں اور بلند تنصیبات (Foundations) بنانے کا رجحان ترقی پر ہے اور مادی پیداوار پر انسان اپنی تمام توانائیاں صرف کرتا چلا جا رہا ہے۔ پھر انسان کے جسمانی اور مادی وجود کا ہر اہتمام موجود ہے اور ہر آسائش وسہولت مہیا کی جا رہی ہے۔ انسان کی غذا لباس اور رہائش میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری ہے اور جسم کی خواہشوں آرزوؤں اور امنگوں کی تکمیل جاری ہے۔

یہ سب کچھ ہے مگر انسان کا روحانی پہلو بالکلیہ نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ ہر اس شئے کو چھوڑ دیا گیا ہے جو انسان کے احساسات کی گرفت میں نہیں آتی۔ اور اسی لیے ظاہر ہے اس

مادی نظام میں عقیدے اور مذہب کی کوئی اہمیت نہیں اخلاق کریمانہ کی کوئی گنجائش نہیں اور زندگی کے کسی مقام پر زندگی کے خالق سے کوئی واسطہ نہیں!

اور کچھ نظام ایسے ہیں جو انسان کے صرف روحانی پہلو ہی کو قابل اعتناء گردانتے ہیں اور اس کے سوا ہر پہلو بے حقیقت، ہر حقیقت محض فریب اور ہر مادی شئے فریب نظر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ نظام رہبانیت کی تعلیم دیتے، عبادت و ریاضت کا پرچار کرتے اور انسان کو یہ سکھاتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کے میلانات کو دبا کر اور اپنے جسم کی خواہشات کو کچل کر ہی روحانی ترقی حاصل کرسکتا ہے اور اس نفس کشی اور مجاہدہ جسم کے بغیر روح مادی بندھنوں سے آزاد نہیں ہوسکتی، اور نہ ہی وہ گندگیوں سے پاک ہوکر ملکوت کی سیر کے قابل ہوسکتی ہے۔

انسان رہبانیت کی ان تعلیمات پر عمل کر کے افکار کے بلند آفاق اور شعور کی ایک خیالی دنیا میں پہنچ جاتا ہے اور پھر کبھی جسم کی پوشیدہ توانائیاں سر اٹھاتی ہیں تو انسان اس روحانی سرور سے یکلخت منکر ہوکر جسم کی لذتوں میں منہمک ہوجاتا ہے اور اگر روحانی قوت انسان پر غلبہ پالیتی ہے تو وہ سلبیت اور بے عملی کا شکار ہوکر اس کی دنیاوی زندگی بے مصرف اور بے فائدہ ہوکر رہ جاتی ہے اور اس میں یہ صلاحیت اور قوت باقی نہیں رہتی کہ وہ باطل اور ناروا امور کو دنیا سے مٹا سکے اور حق اور سچائی کا بول بالا کرسکے۔

اس لحاظ سے انسان کے زندگی گزارنے کا خالص مادی اور جسمانی طریقہ اور جسمانی خواہشات اور مادی ضرورتوں کو کچل کر صرف روحانی راستہ.... دونوں ہی صحیح راستے سے انحراف (Diversion) ہیں۔

جب کہ صاف سیدھا اور سچا راستہ یہ ہے کہ انسان اس منصب خلافت کو انجام دے جس کے لیے اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو اس کی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ البقرہ 30:2

میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اسلام مذکورہ انحرافات سے مبرا ایک دین قویم ہے۔ اسلام انسان کے محسوسات کو بھی تسلیم کرتا ہے اور اس کے احساسات سے ماوراء امور کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔ اسلام تسلیم کرتا ہے کہ انسان ایک مادی اور ارضی مخلوق ہے۔

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ صٓ 71:38

میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔

اسلام انسان کے جسمانی محسوسات اور مادی ضرورتوں کو نہ صرف یہ کہ مدنظر رکھتا ہے بلکہ ان احساسات کے ظہور کے مواقع فراہم کرتا اور ان ضرورتوں کی تکمیل کے اسباب مہیا کرتا ہے اسلام انسان کی مادی ضرورتوں اور جسمانی امنگوں کو بے وزن اور حقیر نہیں قرار دیتا بلکہ وہ خوراک لباس، رہائش اور جنس کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل سے لے کر انسان کی جملہ مادی ضروریات کی تکمیل کے راستے بتلاتا ہے اور انسان کی قوتوں کو منظم کر کے انہیں دنیاوی زندگی کی تعمیر و ترقی اور تہذیب و تمدن کے ارتقاء میں لگا دیتا ہے۔

اور اس کے ساتھ ہی اسلام انسان کی روحانی قوت کے پہلو کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ صٓ 72:38

پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ۔

اسلام انسان کے روحانی وجود کی قوتوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کے عقیدے کی ضروریات کو پورا کرتا اور اس کے سامنے اعلیٰ مثالیں اور رفعت (Sublimation) [1] کی بلند ترین منزلیں متعین کرتا ہے اور اس کی پوشیدہ قوتوں کو خود

---

(۱) رفعت: (Sublimation) کا مطلب نفسیات کی زبان میں یہ ہے کہ فطری میلانات (Instinctive) کو شائستہ بنا کر معاشرے کے لیے قابل قبول بنا دیا جائے۔ جیسے تجسس کا جذبہ تبدیل ہو کر تحقیق علوم کا شوق بن جائے۔ یا حملہ آور ہونے کا جذبہ بدل کر دشواریوں کو برداشت کرنے اور مشکلات پر قابو پانے کا ذریعہ بن جائے۔ اسی طرح جذبۂ جنسی کو تعمیری اور تخلیقی کاموں میں لگایا جا سکتا ہے۔ رفعت اگرچہ ایک لاشعوری عمل ہے مگر تدریجی ہے اور اس لحاظ سے شعوری ہے کہ اس عمل میں کچھ آئیڈیل (Ideals) کو مدنظر رکھ کر فطری میلانات کو کنٹرول کیا جاتا ہے بہرحال یہ دباؤ (SUppression) اور رجعت (Repression) سے بالکل علیحدہ اصطلاح ہے۔ (س۔ صدیقی)

اپنے نفس کی اصلاح اور پھر سارے معاشرے کی اصلاح میں لگا دیتا ہے اور انسان کے سامنے یہ مقصد رکھتا ہے کہ وہ اپنا تعلق اللہ سے استوار کر کے اور اس کی وحی اور ہدایات سے مستفید ہو کر دنیا میں ازلی حقیقتوں عدل اور حق (سچائی) کو قائم کرے۔

غرض اسلام انسان کی فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے کیونکہ اسلام کی نظر میں انسانی وجود جو جسم، روح اور عقل کا مجموعہ ہے، ایک ایسا مرکب وجود ہے جس کے اجزاء نہیں ہو سکتے۔ اسلام کی نظر میں انسان صرف ایسے جسمانی وجود ہی کا نام نہیں ہے جس کا روح اور عقل سے کوئی تعلق نہ ہو، نہ یہ جسم اور عقل سے بے نیاز محض روح ہے اور جسم اور روح سے بے گانہ محض عقل ہے۔ بلکہ انسان ایک ایسا مرکب وجود ہے جس کے اجزاء باہم پیوست ہیں۔

بعض دنیاوی نظام ہائے حیات کے پیش نظر انسان کا کوئی ظاہری پہلو رہا ہے جس پر ان مختلف نظاموں کی اساس استوار ہے، جس کی بناء پر کسی کا مقصد جسم کی پرستش بن گیا، کسی نے عقل کو دیوتا مان لیا اور کسی نے روحانی پہلو کو حد درجہ اہمیت دے کر رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیمات اختیار کر لیں، غرض دنیا کے کسی بھی نظام حیات نے انسان کو پورے اور مکمل وجود کی صورت میں مدنظر نہیں رکھا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات کا بھی یہی سقم (Defect) ہے کہ انہوں نے بھی انسان کے بعض اجزاء کو لے کر اس پر تحقیق و جستجو کی بناء رکھی ہے اور نتیجے کے طور پر انسان کو صرف جسم، یا روح یا عقل کے خانوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اس سے ان محققین کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ جس جز، کی انہوں نے تحقیق کی ہے وہی سارا انسان ہے۔ جب کہ حقیقت واقعی (Actual Fact) اس کے بالکل برخلاف ہے۔ بلاشبہ انسان پر بعض لمحے ایسے بھی آتے ہیں جو یا تو خالص جسمانی لمحات ہوتے ہیں یا خالص عقلی، یا خالص روحانی! جن سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ حد بندی قائم ہے اور انسان ان میں سے صرف کسی ایک پہلو کا حامل ہے۔ حالانکہ یہ لمحات جو انسان پر آتے ہیں یہ بھی بہ ظاہر ایک پہلو لیے ہوتے ہیں لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہوتا۔

انسانی تاریخ کا حیرت انگیز لمحہ

پوری انسانی تاریخ میں سب سے عجیب اور حیرت انگیز لمحہ وہ تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی نازل ہوئی جس سے ساری روئے زمین تک منور ہو گئی ---یہ لمحہ روحانی بھی خالص روحانی نہیں تھا۔ اس مرحلے میں آپؐ کی زبان مبارک حرکت کناں تھی، لب مبارک ہل رہے تھے اور دل میں یہ خیال گزر رہا تھا کہ آپؐ وحی کے ان کلمات کو محفوظ فرمالیں --- گویا خالص ترین روحانی لمحات میں عقل اور جسم بھی اپنا عمل سرانجام دے رہے تھے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ القیامہ 17-75:16

اے نبیؐ اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمے ہے۔

اور جب انسان پر کوئی لمحۂ فکر یہ طاری ہوتا ہے وہ اپنے جسم اور اپنی روح سے غافل ہو جاتا ہے اگر یہ فراموشی وقتی اور لمحاتی ہوتی ہے اور جوں ہی انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی اور اسے درد، بھوک یا پیاس کا احساس ہوتا ہے اسے فوراً اپنے اس فراموش جسم کا احساس ہو جاتا ہے۔

اور جب انسان پر خالص جسمانی لمحے آتے ہیں تو انسانی عقل خوابیدہ ہو جاتی ہے اور جسم کی یہ لمحاتی لذت اور یہ وقتی سرور اس کی عقل پر چھا جاتا ہے۔ لیکن طعام وشراب کی یہ لذتیں اور کیف وسرور کی یہ ساعتیں ظاہری ہوتی ہیں اور جوں ہی کوئی فکر اندوہگیں اور تلخ یاد سر اٹھاتی ہے خوابیدہ عقل فوراً بیدار ہو جاتی ہے اور اسی لمحے انسان کے احساسات تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بہر حال کسی ایک لمحے کے لیے انسان کے مشاعر پر کوئی ایک رنگ غالب آ جاتا ہے اور انسان کا کوئی ایک پہلو نمایاں ہو جاتا ہے مگر یہ پہلو انسان کے پورے وجود سے بالکلیہ منقطع نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ رنگ تادیر قائم رہتا ہے۔

پھر جس طرح انسان کا اندرونی وجود باہم پیوست اور مربوط ہے اسی طرح اس کی خارج کی دنیا کے تمام اعمال بھی باہم منسلک ایک دوسرے سے پیوست اور بایک دیگر

مربوط ہوتے ہیں اور کوئی انسانی عمل دوسرے اعمال سے بالکلیہ جدا اور غیر مربوط نہیں ہوتا اگرچہ بظاہر اور بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے۔

حقیقی اور واقعی صورت حال یہ ہے کہ انسان کی مادی زندگی اس کی عقلی اور روحانی زندگی سے بالکلیہ جدا نہیں ہے اور نہ اس کے روحانی مشاعر اس کی واقعی مادی صورت حال سے منفصل ہیں اور نہ اس کی عقلی سوچ اس کی حقیقی زندگی کے متضاد ہے۔

ہر چند کہ انسانی وجود کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن جس وقت انسان اپنی مادی عقلی یا روحانی کیفیت سے گزر رہا ہوتا ہے اس وقت اس کے وجود کا ایک پہلو غالب آجاتا ہے اور باقی پہلو اوجھل ہوجاتے ہیں —— مگر یہ پہلو منقطع ہرگز نہیں ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا نفسیاتی وجود بے حد لچکدار اور غیر معمولی طور پر متحرک ہے، اور یہ وجود کسی ایک صورت پر جم نہیں جاتا بلکہ لحظہ بلحظہ اس کے نفس کے اطوار تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کبھی ایک پہلو اُبھر آتا ہے اور دوسرا دب جاتا ہے اور کبھی ایک گوشہ نمایاں ہوجاتا ہے اور دوسرا اوجھل ہوجاتا ہے۔ مگر نفس انسانی کی لچک کی بناء پر کسی پہلو اور کسی گوشے سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، جیسے امیبا اپنا ظاہری وجود تبدیل کرتا رہتا ہے لیکن حقیقتاً وہ وہی رہتا ہے۔

اگر کسی وقت کوئی نظریہ انسان کو یہ باور کرادے کہ اس کے وجود کا فلاں پہلو ہی غالب اور نمایاں ہے اور باقی پہلو کمزور بے اثر اور بے حقیقت ہیں، تو اس نظریئے کے زیر اثر تشکیل پانے والے نظامِ حیات میں رہتے ہوئے لوگوں کا یقیناً وہی پہلو نمایاں نظر آئے گا اور اس کے وجود کے باقی پہلو دب کر لاشعور کی تہ میں اتر جائینگے (Represed)[1] مگر کبھی

(۱) رجعت یا (Repression) کا مفہوم یہ ہے کہ جن فطری میلانات کا شعور کی سطح پر لانا غیر مہذب ہو وہ لاشعور کی تہ میں اتر جائیں۔ اس سے الجھنیں جنم لیتی ہیں۔ اور لاشعور کی دبی ہوئی یہ خواہشات شعور میں آ کر گڑبڑ مچاتی ہیں۔ —— جیسے کسی بچے کو والدین بار بار یہ تاکید کریں کہ اپنی چھوٹی بہن سے پیار کرے اور اس سلسلے میں اسے سرزنش بھی کریں، تو وہ بظاہر اظہار محبت شروع کردے گا لیکن اس کا جذبہ رقابت رقابت (Jealuous Feeling) اس کے لاشعور میں اتر جائے گا۔ لیکن بڑے ہو کر یہی جذبہ رقابت، دوسروں کو ناراض کرنا، تنقید برداشت نہ کرنا اور خود پر رحم کھانا جیسی باتوں میں تبدیل ہو جائے گا اور فرسٹریشن کا سبب بنے گا۔ (س، صدیقی)

ختم نہیں ہوں گے اور کبھی اس کے وجود سے بالکلیہ منقطع نہیں ہوں گے۔

مثلاً ایک نظریۂ حیات اگر یہ پرچار کرتا ہے کہ انسان کا نہ تو سرے سے کوئی روحانی وجود ہے اور نہ خدا ہے اور نہ مذہب، بس اگر کچھ ہے تو وہ صرف انسان کا مادی وجود، اس کی مادی ضرورتیں، مادی پیداوار اور مادی ترقی ہے۔ بلاشبہ اس نظریۂ حیات کے تسلیم کرنے والوں اور اس کے زیر سایہ زندگی گزارنے والوں کے وجود کا مادی پہلو بے حد نمایاں ہو جائے گا اور ان کے روحانی، وجدانی اور فکری پہلو کچلے (Repressed) جائیں گے اور بے اثر ہو کر لاشعور کی گہرائیوں میں اتر جائیں گے مگر کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اور اگر ختم ہو گئے تو وہ قوم بھی مٹ جائے گی، جیسا کہ تاریخ میں بعض اقوام کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آیا ہے۔

غرض ہر وہ نظام جو انسان کے ایک پہلو کو خاص اہمیت دے کر اس کے باقی پہلوؤں کو نظر انداز کر دے وہ ایک سخت غلطی کا مرتکب ہو گا اور بالآخر اس نظام کے تحت زندگی گزارنے والوں کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

انسان کی مستقیم فطرت

اسلام جو روئے زمین پر کلمۂ الٰہی ہے وہ اس فاش غلطی سے مبرا اور پاک ہے۔ اور اسلام نے جہاں ایک جانب انسان کی متنوع فطرت اور اس کے گونا گوں پہلوؤں کو تسلیم کیا ہے اور اس کی جسمانی مطالبات اور عقلی اور روحانی ضروریات کی تکمیل کی ہے وہیں اس کے مکمل مربوط اور ہم انسانی وجود کو بھی مدنظر رکھا ہے اور انسان کی مستقیم فطرت کو اس صراط مستقیم پر گامزن کر دیا ہے جو اللہ سبحانہٗ نے عین اس کی فطرت کے مطابق وضع فرمائی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب انسان اسلام کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی گزار رہا ہو تو اس کے نفس کے اندر جسم، عقل اور روح کے خانے تقسیم اور جدا جدا نہیں ہوتے اور اس کی عملی زندگی بٹوارے کا شکار نہیں ہوتی بلکہ اس کا کامل وجود پوری ہم آہنگی توازن اور پیوستگی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔

بہر حال اصل حقیقت یہی ہے کہ روح عقل اور جسم مل کر ایک انسانی وجود کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ عمل اور واقعی زندگی میں بھی ایک دوسرے سے پیوست اور مربوط ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ کبھی ایک پہلو غالب آجاتا ہے اور دوسرا پہلو کچھ دیر کے لیے اوجھل ہو جاتا ہے مگر یہ پہلو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر ہمارے جسم کے اندر ہاتھ بظاہر کام کرتا ہے، حرکت کرتا ہے اور چیزوں پر گرفت رکھتا ہے۔ مگر اس کا یہ عمل باقی تمام جسم سے جدا نہیں ہوتا بلکہ ہاتھ کے اس عمل کا تعلق انسان کے پورے جسم، خون، رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے۔ اور اگر ایک لمحہ کے لیے سارے جسم سے ہاتھ کا تعلق ختم ہو جائے تو ہاتھ کے اندر زندگی باقی نہ رہے اور فوراً اس کی قوت کار ختم ہو کر رہ جائے۔ اسی طرح انسانی وجود کا ہر پہلو اپنی قوت اور اپنے وجود کے لیے باقی پہلوؤں کا محتاج ہے اور ہر چند کے بسا اوقات کوئی ایک پہلو باقی پہلوؤں سے علیحدہ اور جدا محسوس ہوتا ہے لیکن وہ فی الواقع جدا نہیں ہوتا بلکہ وہ درحقیقت مکمل طور پر باقی پہلوؤں سے پیوست اور مربوط ہوتا ہے۔

اسلام انسان کی مجموعی ترکیب اور مکمل ساخت کو مدنظر دکھ کر اس کی فطرت سے ہم آہنگ نظام حیات دیتا ہے۔ اسلام ایک طرف انسانی وجود کو یہ مواقع فراہم کرتا ہے کہ اس کے وجود کے بعض پہلو ابھرتے اور اوجھل ہوتے رہیں، اور پھیلتے اور سکڑتے رہیں کوئی لمحہ عبادت کا ہو، کوئی گھڑی فکر و تفکر کی ہو، کوئی وقت عملی جدوجہد کا ہو اور کوئی ساعت جسمانی لذت و سرور کی ہو، مگر یہ سب لمحے اور ساعتیں ایک ارتباط اور ہم آہنگی کے ساتھ ہوں اور تمام پہلو ایک دوسرے سے مربوط اور متعاون رہیں اور یہ نہ ہو کہ ایک پہلو نمایاں ہو تو دوسرا پہلو کچلا جائے۔

اسلام میں ایسا نہیں ہے کہ جب لمحۂ عبادت آئے تو وہ صرف روح کی غیر مادی عالم پر واز ہو، بلکہ اسلام میں لمحۂ عبادت میں روح کی قوت کے نمایاں ہونے کے ساتھ جسم کی حرکت اور عقل کی پیش رفت بھی ہے اور نماز سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں بیک وقت نمازی کا جسم عقل اور روح شامل ہوتے ہیں[1] اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کی نظر میں انسان اگر اپنے خالق کی جانب متوجہ ہے اور اس کی راہنمائی حاصل کر رہا

---

(۱) ہماری تصنیف فی النفس والمجتمع کا باب العبادات الاسلامیہ ملاحظہ کیجیے۔

ہے تو اس کا ہر عمل عبادت ہے۔

اسلام تفکر کی گھڑی میں بھی انسان کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ اس وقت بھی اس کا رشتہ اللہ سے استوار رہتا ہے یعنی انسان کی فکر اور روح میں ہم آہنگی برقرار رہتی ہے۔

بلکہ اسلام انسان کو جسمانی لذت و سرور کی گھڑیوں میں بھی بالکل تنہا نہیں رہنے دیتا اور اس وقت بھی اس کا تعلق اس کی روح سے برقرار رہتا ہے۔

چنانچہ اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ انسان جب کھائے پیئے تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے حتیٰ کہ اگر کوئی شب باشی کے لیے اپنی بیوی کے پاس جائے تو بھی بسم اللہ پڑھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تمہارے اپنی بیویوں کے پاس جانے کے عمل میں بھی ثواب رکھا گیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہماری اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل پر بھی ثواب ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں کیا اگر تم اس خواہش کی تکمیل حرام طریقے پر کرتے تو کیا گناہ نہ ہوتا، اسی طرح جب تم اس کی جائز طریقے پر تکمیل کرتے ہو تو اس پر ثواب بھی ہے۔'' (مسلم)

اسلام، اقتصادی نظام، مادی پیداوار اور خالص دنیاوی تنظیمات کو بھی مکمل انسانی وجود سے جدا نہیں کرتا بلکہ وہ ان اداروں کو بھی اسی حقیقت کی اساس پر قائم کرتا ہے کہ انسانی فطرت متنوع پہلوؤں کی حامل مگر ایک مربوط وجود ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی اس کے بعض پہلو غالب اور نمایاں ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے خالص دنیاوی اداروں مثلاً شادی، طلاق، میراث اور اقتصادی سرگرمیوں اور صلح و جنگ کے معاملات کو عقیدے کی اساس پر استوار کیا ہے اور سب کو عقل جسم اور روح کے ساتھ مربوط کر کے ہر ایک کے بارے میں ہدایات ربانی بتلائی ہیں اور ہر معاملے میں خشیت الٰہی اور تقوی کی تلقین کی ہے۔

عبادت تو جن و انس کی تخلیق کا مقصود اصلی ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ الذاریات 56:51

میں نے جن اور انسان کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا، کہ وہ میری بندگی کریں۔

مگر یہ عبادت انسانوں ہی کے فائدے کے لیے ہے کیونکہ یہ اللہ سبحانہ، کی مہربانی اور اس کا فضل وکرم ہے کہ اس نے عبادت کو نفوس کی اصلاح اور دنیاوی زندگی کی اصلاح کا ذریعہ بنا دیا اور مزید یہ احسان فرمایا کہ اس عبادت پر ثواب آخرت بھی مقرر فرمایا حالانکہ خداوند قدوس کی ذات انسانوں کی عبادت کی قطعاً محتاج نہیں ہے۔ اگر کوئی ساری زندگی عبادتیں کرے تو اللہ سبحانہ، کو اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر کوئی تمام عمر گناہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ، کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ، ہر شئے سے بے نیاز ہے۔[1]

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ الذاریات 57:51

میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ العنکبوت 6:29

جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کے لیے کرے گا۔ اللہ یقینا دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

ہم آہنگی کے دو مقاصد

غرض اسلام انسانی نفس اور انسانی زندگی کے جسمانی، عقلی اور روحانی پہلوؤں کو باہم اس طرح متوازن اور ہم آہنگ بنا دیتا ہے کہ ان میں سے کوئی بھی پہلو معطل اور بے کار نہیں رہتا۔ اور اسلام اس توازن، ارتباط اور ہم آہنگی سے دو مقاصد حاصل کرتا ہے۔

پہلا مقصد تو یہ ہے کہ انسان اپنی تمام قوتوں اور جملہ صلاحیتوں کو استعمال کرے اور ان میں سے کوئی بھی قوت اور صلاحیت رائگاں نہ جائے۔

اللہ سبحانہ، نے انسان میں بے اندازہ صلاحیتیں اور بے پناہ قوتیں ودیعت فرمائی ہیں اگر ان تمام صلاحیتوں کو کام میں نہ لایا جائے اور ان قوتوں کو بروئے کار نہ لایا جائے تو یہ اللہ سبحانہ، کی بڑی ناشکری ہوگی۔

انسان میں زبردست قوت حیوانی پنہاں ہے اور اس قوت کو روئے زمین کی تعمیر و ترقی اور زمین کے اندر پوشیدہ خزائن کی تلاش میں صرف کیا جانا ہے اور اس قوت کو اس مصرف

(۱) ہماری تصنیف فی النفس والمجتمع کا باب العبادات الاسلامیہ ملاحظہ کیجیے۔

میں لانا چاہیے کہ انسان زمین سے اللہ کا دیا ہوا رزق تلاش کرے اور اس قوت کو زندگی کی ترقی اور نشوونما میں کھپائے اور ہر وقت ایک نئے معیار ترقی کے بروئے کار لانے میں لگا رہے۔

انسان میں اللہ سبحانہٗ نے روحانی قوت ودیعت فرمائی ہے جسے اللہ کی معرفت اور اس سے تعلق قائم کرنے میں لگانا چاہیے اور انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اس روحانی قوت کے ذریعے اللہ سبحانہٗ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق زندگی گزارے، خیر کو فروغ دے، انسانی بھائی چارہ استوار کرے اور مادی فلاح کو ساری انسانیت کی بہبود کے لیے صرف کرے۔

اللہ سبحانہٗ نے انسان کو قوت عقلی بخشی ہے جس کا مصرف یہ ہے کہ انسان کائنات کے اسرار سے آشنا ہو اور قوانین فطرت کو سمجھے اور یہ معلوم کرے کہ کائنات میں اور خود انسان کے وجود میں اللہ سبحانہ کے کون سے اصول کارفرما ہیں اور آفاق وانفس کی وسعتیں اور پنہائیاں کس قدر لامتناہی ہیں۔ اور پھر اس فکری عرفان کو اپنی انسانی زندگی کی تنظیم میں استعمال کرے اور اس ادراک کو ن سے خود کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے میں مدد لے۔

یہ انسان کی بڑی بدنصیبی ہوگی اگر وہ اپنے اندر پنہاں صلاحیتوں اور قوتوں سے ناآشنا رہے یا ان میں سے کسی صلاحیت کو فضول اور رائیگاں جانے دے۔ بلکہ اس کو چاہیے کہ وہ اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے پورے اور مکمل وجود کا اظہار کرے کہ وہ بیک وقت خدا کا عبادت گزار بندہ ہو اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات پر چلنے والا ہو، اور وہ غور وفکر کرنے والا اور کائنات کے اسرار کو پہچاننے والا اور فطرت کے قوانین کو جاننے والا ہو اور وہ اپنی جسمانی قوت سے دنیاوی زندگی کو نشوونما اور ترقی دینے والا ہو، غرض وہ اپنے وجود کے کسی پہلو کو معطل اور رائیگاں نہ جانے دے بلکہ ہر پہلو سے پورا پورا فائدہ اٹھائے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ نے انسان کو اسی طرح ہمہ پہلو، ہمہ جہت اور متعدد قوتوں اور صلاحیتوں والا بنا کر تخلیق فرمایا ہے اور اس بناء پر اسے کار خلافت کی انجام دہی کے لیے مامور فرمایا ہے۔

انسان کے اس طرح اپنے تمام وجود کو بروئے کار لانے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

خوب اُبلنے اور بہنے والا چشمہ ہو، اس میں اگر آپ پانی نکلنے کے مزید راستے بنا دیں تو وہ اور زیادہ اُبلنے لگے اور زیادہ فراوانی سے پانی دینے لگے۔

اسلام کی بتائی ہوئی واقعی اور عملی زندگی انسان کے اس منفرد اور انوکھے مظہر (Phenomenon) کی صحیح نشاندہی کرتی ہے کہ اسلام کے مطابق بسر ہونے والی زندگی ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہوتی ہے علماء بھی ہوتے ہیں اور قائد بھی اور تنظیم بھی ہوتی ہے اور تہذیب بھی مگر آپ یہ محسوس نہیں کریں گے کہ مسلمانوں کی مادی اور دنیاوی سرگرمیاں عبادت الٰہی میں حارج رہی ہیں، یا وہ عبادت میں منہمک ہو کر روئے زمین کی سیاحی اور اس کی تعمیر و ترقی سے غافل ہو گئے تھے۔ یا عبادت و ریاضت اور مادی سرگرمیوں نے انہیں فکر کی جولاں گاہوں کو فتح کرنے سے باز رکھا ہوا تھا --- وہی تو تھے جنہوں نے سائنس کے تجربی طریقے کو دریافت کیا تھا، جس کا اعتراف گب اور دیگر مستشرقین کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کے اپنی قوتوں کے استعمال سے اس کے نفس اور اس کی واقعی اور عملی زندگی (Actual and practical life) میں ایک توازن (Equilibrium) پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ توازن انسان کی تمام سرگرمیوں پر محیط اور ''انسان صالح'' کی ایک امتیازی خصوصیات ہوتا ہے۔

جسم عقل اور روح کی قوتوں کے مابین توازن، انسان کی مادی زندگی اور معنوی زندگی کے درمیان توازن، انسان کی ضرورتوں اور اس کی امنگوں میں توازن، اس کے خیالات اور اس کے واقعی زندگی میں توازن، محسوسات پر یقین اور غیب پر ایمان میں توازن، جذبہ انفرادیت (Individual instinct) اور اجتماعی جبلت (Collective instinet) میں توازن، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی میں توازن، غرض زندگی کے ہر پہلو میں توازن!

غرض ہر شئے میں اعتدال اور ہر سرگرمی میں توازن!

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنٰكُمۡ اُمَّةً وَّسَطًا البقرہ 143:2

اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے۔

توازن اور اعتدال: تمام کائنات کی خصوصیات

یہ ہمہ جہتی توازن اور اعتدال دراصل صرف انسان ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ تمام کائنات کی خصوصیت ہے۔ اور اسی توازن کی بناء پر کائنات میں اپنی اس قدر وسعت کے باوجود کہیں کوئی خلل اور نقص نظر نہیں آتا۔

اور یہ توازن اس انسان صالح کی خصوصیت ہے جو خالق کائنات اور خالق انسان کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارتا اور روئے زمین پر خلافت کے فرائض انجام دیتا ہے۔

اور اس ہمہ پہلو اور ہمہ جہت (Dimension) انسانی زندگی میں توازن حاصل کر لینا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ تمام زندگی کی جدوجہد اور ہر لحظے اور لمحے کی کشاکش سے نبرد آزمائی ہے---اس مقصد کے حصول کے لیے ضرورتوں کے غلبے اور شدت اور شوق کی فراوانیوں کے درمیان ہم آہنگی کی سعی کرنی پڑتی ہے، لازمی امور اور ممکن امور میں توفیق پیدا کرنی ہوتی ہے اور انفرادی ضروریات اور اجتماعی حاجتوں میں تطبیق دینی ہوتی ہے، فوری فوائد کی حامل سعی میں مطابقت قائم کرنی پڑتی ہے اور لمحۂ موجود (Instant moment) فرد، نسل اور ہمہ وقت، تمام افراد اور جملہ نسلوں کے درمیان ارتباط پیدا کرنا ہوتا ہے---بہر حال یہ ایک جہد مسلسل ہے جو تمام زندگی جاری رہتی ہے۔

مگر یہ ایسا مقصد ہے جس کے حصول کے لیے یہ تمام کاوش ناگزیر ہے تاکہ انسان سلامتی، امن وسعادت اور مادی اور معنوی زندگی کی مطلوبہ افزائش وترقی حاصل کر سکے۔

کیونکہ انسان زندگی میں جس کسی برائی سے دوچار ہوتا ہے، جو پریشانی اور اضطراب آتا ہے، جو فساد اور ابتری پھیلتی ہے اور جو بدنصیبی وبدبختی اس کی زندگی پر چھا جاتی ہے۔ اس کی واحد وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس کے نفس کے اندر کا توازن ختم ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کی واقعی زندگی میں توازن باقی نہیں رہتا۔

جب انسان پر مال کی محبت، جنسی شہوت اور اقتدار کی خواہش یا کوئی اور نفسانی خواہش غلبہ پا لیتی ہے تو دراصل اس کی وجہ اس کی ذات کے اندر پایا جانے والا اختلال (Defeet) ہوتا ہے جو اس کو بے چین کر دیتا ہے، اگرچہ ابتداً اسے یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ

خوش بخش ہے کہ اس نے اپنے مقصد کو حاصل کرلیا ہے اور اپنے اس مقصد کو حاصل کر کے اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا ہے۔۔۔لیکن در حقیقت وہ ایک بدبختی، بے چینی اور اضطراب، سے دو چار ہوتا ہے جو لحظہ بلحظہ بڑھتی جاتی ہے اور اس حد سے بڑھی ہوئی نفسانی خواہش عملی زندگی بھی اضطرب اور اختلال سے خالی نہیں رہتی بلکہ اس اختلال سے معاشرے کے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں اور اس کی زندگی کا اختلال اور اضطراب اجتماعی زندگی میں ظلم اور سرکشی کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔

اور جب انسان اپنے وجود کے اندر پوشیدہ قوتوں میں سے کسی ایک قوت کی جانب مائل ہو جاتا ہے اور باقی قوتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے تو یہ بھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی ذات کے اندر اختلال ہوتا ہے جو اس کی عملی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص اپنی جسمانی قوت کو حد سے زیادہ بڑھا لے، یا اپنی قوت عقلی کو بڑھا کر کسی خیالی محل میں مقیم ہو جائے، یا روحانی قوت میں توانائی پیدا کر کے ملکوتِ روحانی کی سیر کرتا رہے اور عمل کی زندگی سے بالکلیہ دور ہو جائے۔تو ایسا انسان فرد ہونے کے باوجود غیر متوازن ہو جائے گا اور اس کی زندگی عدم توازن کی بناء پر خوشی اور شادکامی سے عاری ہو جائے گی۔

اور اجتماعی لحاظ سے بھی اگر کوئی معاشرہ ایسی کوئی روش اپنا لے تو اس کی اجتماعی زندگی میں توازن اور ارتباط پیدا نہیں ہوسکتا۔اگر ایک سماج کی تمام تر تگ ودو کا مقصد مادی نعمتوں اور حیوانی لذتوں کا حصول ہو جائے تو وہ معاشرہ فساد، ابتری اور اضطراب سے دو چار ہو جاتا ہے جیسے فرانس کا معاشرہ اس تباہی کا شکار ہوا۔

اور اگر کوئی سوسائٹی دنیا کی عملی زندگی سے کٹ کر صرف عقلی موشگافیوں اور فلسفیانہ کاوشوں میں اُلجھ کر رہ جائے تو وہ بھی زوال سے ہمکنار ہو جاتی ہے، جیسے آخری دو صدیوں میں یورپ بدترین اضطرابات سے دو چار رہا اور بالآخر فلسفۂ مثالیہ کے ردعمل کے طور پر اسے سوشلزم کو قبول کرنا پڑا کہ قوم کے مفکرین جس وقت فلسفے کی گتھیاں سلجھا رہے تھے، اس وقت قوم بھوک محرومی اور ذلت سے دو چار تھی۔

اور اگر کوئی قوم صرف روحانی قوتوں پر انحصار کیے ہوئے بیٹھی ہو اور دھیان گیان ہی میں اس کی تمام تر صلاحیتیں صرف ہو رہی ہوں، اسے بھی بالآخر زوال آشنا ہونا پڑتا ہے جیسے ہندو اور چینی پسماندگی، بے مائگی اور ملی ارزانی سے دو چار رہے یہاں تک کہ انہوں نے اس روحانیت محض کی سرگردانی سے پیچھا چھڑا کر از سرِنو عملی زندگی میں قدم رکھا۔

اس لیے اسلام میں توازن اور اعتدال ایک ایسا بنیادی ہدف (Target) ہے، جس کے لیے اسلام انسان کی پیدائش ہی سے سعی شروع کر دیتا ہے اور زندگی کے تمام نشوونما کے مراحل میں اس کے حصول کے لیے راہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے اور انسان کی جملہ صلاحیتوں کو بیک وقت نشوونما دیتا ہے۔ تا کہ انسان اسلام کی راہنمائی میں صحیح وسائل اور مناسب ذرائع اختیار کر کے توازن اور اعتدال کے اصل مقصد کو حاصل کر لے۔

مثبت اندازِ فکر

اسلام کے منہاج تربیت اور اس کے زیر اثر تربیت پانے والے انسان صالح کی ایک نمایاں خصوصیت مستقیم اور مثبت اندازِ فکر ہے جو دراصل نتیجہ ہے اس توازن، اعتدال اور ہم آہنگی کا جو اسلامی نظام میں پائی جاتی ہے اور جو اسلام اپنے پیروکاروں میں پیدا کر دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانی وجود میں مختلف اور متضاد صلاحیتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے کچھ صلاحیتیں مثبت ہوتی ہیں اور کچھ منفی ہوتی ہیں۔ اگر ان تمام صلاحیتوں کو بغیر کسی راہنمائی کے چھوڑ دیا جائے تو یا تو یہ اپنے اپنے طور پر بڑھتی اور پھیلتی رہیں گی یا ان کا نشوونما بالکل ہی رک جائے گا اور یہ صلاحیتیں ٹھٹھر کر رہ جائیں گی جس کا نتیجہ ایک طرف تو یہ ہوگا کہ انسان کے داخلی وجود اور اس کی خارجی زندگی کا توازن بگڑ کر رہ جائے گا اور دوسری طرف یہ ہوگا کہ انسان کی کبھی منفی صلاحیتیں بروئے کار آئیں گی اور کبھی مثبت صلاحیتوں کا اظہار ہوگا، اور اس طرح انسان ایک مستقیم منہاج پر قائم نہیں رہ سکے گا اور نہ وہ اس قابل رہے گا کہ کسی اعلیٰ تر مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کرے۔

جب کہ اللہ سبحانہٗ کی منشاء یہ ہے کہ انسان ایسی فعال قوت ارادی کا مالک ہو جو

اسے لے کر آگے بڑھے اور انسان مادی قوتوں پر غلبہ حاصل کر لے اور پوری کائنات پر غلبہ حاصل کر لے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط الجاثیہ 13:45

اس نے زمین اور آسمانوں ہی کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، سب کچھ اپنے پاس سے۔

اور اس قوت کے ذریعے انسان اپنی عملی اور واقعی زندگی میں انقلاب برپا کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط الرعد 11:13

اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہ بدلے۔

یہ ایسی زبردست قوت ہے جس کے بل بوتے پر انسان اپنی واقعی اور عملی زندگی کو منہاج اسلامی کے مطابق ڈھال دیتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط ال عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسلام انسان میں یہ زبردست مثبت قوت پیدا کرتا ہے مگر اس میں سرکشی اور طغیان نہیں ہوتا — کیونکہ طغیان خواہ کسی بھی قسم کا ہو وہ انسان کو تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔

ایک تو انسان خود اپنے اوپر ظلم و زیادتی کرتا ہے کہ اپنی کچھ صلاحیتوں کو کچل دیتا ہے تا کہ بعض دوسری صلاحیتیں اُبھر آئیں، اپنی جسمانی اور عقلی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے اپنی روحانی قوت کو دبا دیتا ہے یا اپنے مادی پہلوؤں کو ابھارنے کے لیے اپنے معنوی پہلوؤں کو کچل دیتا ہے۔

اور انسان دوسروں پر بھی زیادتی اور ظلم کرتا ہے کہ وہ اپنے لیے حقوق حاصل کرنا چاہتا ہے جو وہ دوسروں کو دینا نہیں چاہتا فرد ہو یا قوم، جب انسان دوسرے انسانوں پر ظلم کرتا ہے تو وہ دوسروں کو غلام بنا لیتا ہے اور ان کو اپنے اقتدار کے سامنے جھکا لیتا ہے اور ان سے ان کی عزتِ نفس اور خودداری چھین لیتا ہے اپنی طرف سے اس پر اپنے حقوق واجب اور

اس پر اس کے فرائض لازم کرتا ہے۔ اور اسے کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس کی اس روش سے معاشرہ پراگندگی اور انتشار سے دوچار ہوتا ہے۔

یہ صورت حال اس مثبت طرز عمل سے پیدا ہوتی ہے جس میں خلل پیدا ہو گیا ہو، اور اس کے بالمقابل منفی طرز فکر بھی ہوتا ہے جس میں منفی سوچ رکھنے والا انسان اپنی خواہشوں کی تکمیل میں لگ جاتا ہے اور اس میں ضبط کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے۔

اور اس منفی اندازِ فکر کا اظہار مادی قوتوں اور اقتصادی اور اجتماعی قوتوں کے بالمقابل بھی ہوتا ہے اور یہ اندازِ فکر عادات اور رسوم و رواج سے بھی متصادم ہوتا ہے اور اس اندازِ فکر کا حامل شخص چاہتا ہے کہ سماج کی زنجیروں کو توڑ کر آزاد ہو جائے مگر اس عمل میں وہ خود اپنے نفسیاتی وجود کو تباہ کر لیتا اور اپنی ضبط کی صلاحیتوں کو ناکارہ بنا لیتا ہے۔

بہر حال بے شمار مثبت انداز اور منفی انداز دونوں ہی ایسے اختلال ہیں جو غلط تربیت اور غلط راہنمائی سے پیدا ہوتے ہیں اور اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب نفس کے بعض پہلوؤں پر زیادہ توجہ دی جائے اور بعض دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جائے مثلاً یہ کہ انفرادی جذبہ (Individual instinet) یا اجتماعی جبلت (Collective Instinet) پر بہت زیادہ زور دیا جائے یا انسانی وجود کے مادی پہلو یا روحانی پہلو کی زیادہ ترجمانی کی جائے تو اس عمل کے نتیجے میں یا تو خلل پذیر مثبت پہلو ابھرے گا یا منفی قوت ابھرے گی۔

جب کہ اسلام انسانی وجود کے تمام پہلوؤں میں توازن پیدا کر کے اس کے اندر مثبت فعال قوت پیدا کرتا ہے۔

مثالی واقعیت

مثالی واقعیت (Ideal Actualism) بھی اسلامی نظام کی خصوصیت سے ہے اور یہ خصوصیت، اسلام انسانی وجود کے اندر بھی پیدا کرتا ہے۔

اسلام انسانی وجود کو اس کی واقعی ضرورتوں اور قوتوں کے ساتھ مدنظر رکھتا ہے اور یہ امر بھی سامنے رکھتا ہے کہ انسان میں دلکش اشیاء سے دور رہنے اور باز رہنے کی کس قدر

صلاحیت موجود ہے اور اس میں تکالیف برداشت کرنے اور ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے کی کتنی قوت موجود ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ البقرہ 286:2

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ التغابن 16:64

جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ال عمران 14:3

لوگوں کے لیے مرغوبات نفس۔۔عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمین۔۔بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ النساء 28:4

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اسلام چونکہ انسان کی فطرت سے آشنا ہے اس لیے اسلام نے انسان پر ایسے فرائض اور ذمے داریاں عائد نہیں کی ہیں جن کی تکمیل سے انسان عاجز ہو۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ الحج 78:22

اس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

بلکہ اسلام نے انسان پر جو ذمے داریاں عائد کی ہوں وہ اس کی طاقت کی حدود میں ہیں اور اسلام ساتھ ہی انسان کی کمزور فطرت کی راہنمائی کرتا اور انسان کو ترقی اور ارتقاء کی راہیں سمجھاتا ہے۔

انسان کی سب سے نمایاں خصوصیت یہی ہے کہ اس میں صعود و رفعت (Sublimation) کی صلاحیت ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ وہ اپنے وجود سے بلند ہونا چاہتا ہے اور اپنی واقعی زندگی میں رفعت حاصل کر کے درجۂ کمال اور مثال (Ideal) کو پہنچنا چاہتا ہے۔۔ہوسکتا ہے کہ وہ ہر مرتبہ رفعت حاصل نہ کر پائے یا کسی بھی مرتبہ نہ کر پائے لیکن بہرحال وہ اس کی جدوجہد کرتا رہتا ہے۔

انسان پر بعض لمحات ایسے بھی آتے ہیں کہ جن میں انسان اپنے گرد پھیلی ہوئی مادی قوتوں پر فتح حاصل کر لیتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اندر پوشیدہ صلاحیتوں کا پورا پورا عرفان حاصل کر کے خالق کی منشاء کے مطابق اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے یہ لمحے اگرچہ مثالی ہوتے ہیں مگر اس کی زندگی میں واقعی اور عملی بن جاتے ہیں۔

غرض اسلام انسانی فطرت کی محدود صلاحیتوں اور اس کی کمزوریوں کو مدنظر رکھتا ہے۔ مگر انسان کے اندر پوشیدہ اس قوت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جس کے بل پر انسان مثال کو حقیقت کا روپ دے دیتا ہے۔ اسی لیے اسلامی منہاج جہاں واقعیت اور حقیقت پر مشتمل ہے وہاں اس میں جابجا بلند اور رفیع مثالیں بھی ملتی ہیں اور ایسی مثالیت بھی نظر آتی ہے جو واقعی اور حقیقی زندگی سے جدا نہیں ہوتی۔

اسلامی منہاج کی نمایاں ترین خصوصیات اوپر مذکور ہوئی ہیں اور یہ خصوصیات اس 'انسان صالح' کی بھی ہیں جو اسلام وجود میں لاتا ہے۔ غرض اسلامی منہاج اور انسان صالح کی خصوصیات حسب ذیل ہیں، اور آئندہ ابواب میں انہی خصوصیات پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

- جامعیت و کمال
- توازن و اعتدال
- مستقیم ایجابیت
- واقعی مثالیت

باب سوم

منہاج عبادت

اسلامی نظام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام عبادت ہے۔ مگر اسلام میں عبادت کے معنی محض چند مذہبی رسوم کی ادائیگی کے نہیں ہیں، بلکہ اسلام میں عبادت کے معنی بڑے وسیع اور جامع ہیں۔ اسلام میں دراصل تعلق باللہ کا نام عبادت ہے۔

اور اسی تعلق باللہ پر اسلام کا نظام تربیت استوار ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اور تمام اعمال عبادت دراصل راستے میں ٹھہرنے اور از سرنو تیار ہو کر سفر جاری رکھنے کے 'مقامات' ہیں جب کہ فی الحقیقت سارا کا سارا سفر ہی عبادت ہے اور دوران سفر واقع ہونے والے اعمال، راہ میں پیش آنے والی قربانیاں اور اس راہ کا تمام فکر اور شعور عبادت ہے۔ بشرطیکہ اس سفر کا مقصد وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنا) ہو، اور سالک راہِ حق نہ صرف یہ کہ زبان سے اللہ سبحانہ کی وحدانیت اور اس کے معبود برحق ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا کے فرستادہ ہونے کا اقرار کرتا ہے بلکہ اس نے اپنی تمام زندگی اسی اساس پر استوار کر لی ہو۔

اس لحاظ سے اسلام میں عبادت کا مفہوم انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہے اور یہی مفہوم اس آیت کریمہ کا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ الذاریات 56:51

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

اسلام کی نظر میں عبادت ان چند لمحات کا نام نہیں ہے جو نفس کے اوراق پر جھلملا کر یا صفحۂ کائنات پر ایک جھلک دکھا کر غائب ہو جائیں اور دنیائے واقع اور عملی زندگی میں اس کے اثرات مرتب نہ ہوں۔

بلکہ اسلام کی نظر میں عبادت تمام زندگی کا منہاج ہے اور اس عبادت کی اس وقت قیمت اور اہمیت ہے جب یہ فکر و عمل اور شعور پر چھا جائے اور ایک واضح منہاج پر استوار ہو جس سے انسان کو اپنے افعال کے موزوں اور ناموزوں ہونے کا امتیاز ہو سکے۔

ان تمام امور کا مرجع ذات الٰہی ہے اور اللہ کا بتایا ہوا دستور ہی دستور حیات ہے جو قلب کی گہرائیوں اور فکر و شعور کی وسعتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

اور تعلق باللہ ہی وہ واحد اساس ہے جو انسان کو اللہ کی جانب متوجہ رکھتی ہے اور جو اسلام کے نظام تربیت کی بنیاد ہے اور اسلام اس مقصد کے حصول کے لیے تمام ذرائع اور وسائل استعمال کرتا ہے اور انسانی روح کی خصوصی تربیت کرتا ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔

یہاں پر ہم اسلام کے نظام تربیت کی چند ایسی خصوصیات بیان کر رہے ہیں جو اسلام کو دوسرے نظاموں پر فوقیت اور امتیاز عطا کرتی ہیں۔

دنیا کے بعض نظام تربیت انسان کا تعلق ایک قطعۂ زمین سے قائم کرتے ہیں، بعض کسی شخصیت سے اور بعض کسی دیو مالائی کہانی سے رابطہ قائم کرتے ہیں اور بعد ازاں سارا نظام تربیت انہی قواعد پر تعمیر ہوتا ہے اور انسانی عمل اور فکر و شعور سب اسی رنگ میں رنگے جاتے ہیں، اور ان قواعد کی بنیاد پر انسان میں چند خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ایک محدود اور مخصوص دائرے میں مفید اور موثر ہوتی ہیں اور ان میں ایک گونہ سچائی بھی ہوتی ہے مگر چونکہ یہ مقامی ہوتی ہیں اس لیے انسانیت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

مثلاً مغرب کے وضع کردہ نظام ہائے تربیت میں زیادہ اہم انگلستان کا تربیتی نظام متصور ہوتا ہے کہ اس نظام کے تحت وہاں کے باشندوں میں کئی ایک نادر اور بے مثال خوبیاں پیدا ہو گئی ہیں جیسے وہ چوری نہیں کرتے، لوٹ مار نہیں کرتے، جھوٹ نہیں بولتے اور دھوکہ نہیں دیتے، نیز ان میں باہمی تعاون ہے مفاد عام کا شعور موجود ہے اور وہ پبلک کے مفاد کی خاطر اپنی ذات کے مفاد کو قربان کر دیتے ہیں۔

مگر انگریزوں کی یہ ساری خوبیاں، ان کے یہ بہترین اخلاق اور ان کے یہ قومی محاسن

برطانوی قومیت کے تنگ دائرے میں محدود ہیں، اور جوں ہی وہ انگلستان کی سرزمین سے باہر نکلتے ہیں وہ بالکل بدلے ہوئے انسان بن جاتے ہیں کیونکہ وطن پرستی کے جس بت کی پرستش پر ان کے نظام تربیت کی اساس قائم ہے وہ بت برطانیہ ہی میں رہ گیا ہے، اور اب انگریز وہ انگریز نہیں رہا جو انگلستان میں تھا، اب وہ ایک خود پسند، لالچی، عیار، فریبی، جھوٹا، دغاباز اور لٹیرا اور راہزن ہے اور اب وہ اپنی ذات کے فائدے کے لیے ضمیر کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور انسانی قدروں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انگریز میں انگلستان سے باہر نکل کر کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ وہ اب بھی اپنے اسی وطن کے بت کو پوج رہا ہے جس کی پرستش کی اس کو تربیت دی گئی ہے، اسے کبھی انسانیت کے اصولوں پر تربیت دی ہی نہیں گئی جو وہ انسانیت کے لیے خلوص مجسم بنے اور نہ اس کا خالق انسانیت کے ساتھ کوئی رشتہ استوار ہوا کہ وہ اللہ کے بندوں پر رحم کھائے۔

یہ مثال قطعی طور پر واضح کرتی ہے کہ اسلامی تربیت کے منہاج میں اور غیر اسلامی نظام ہائے تربیت میں کس قدر فرق ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلام نے انسان کی تربیت کے نظام کی اساس عبادتِ الٰہی پر کیوں قائم کی ہے اور کیوں انسان کو تعلق باللہ کے دائمی رشتے میں مربوط کر دیا ہے۔

فلاح انسانی کی واقعی ضمانت

اس روئے زمین پر حقیقی خیر اور فلاح انسانی کی واقعی ضمانت اس وقت میسر آسکتی ہے جب انسانی قلب اور اللہ سبحانہٗ کے درمیان ایک مضبوط پائدار اور زندہ رشتہ استوار ہو۔ اور اسی صورت میں یہ ضمانت بھی مل سکتی ہے کہ دنیا میں تمام انسانوں کے اپنے خالق سے ارتباط سے حق اور عدل قائم ہو جائیں اور تمام انسان باہمی انسانیت کا رشتہ محسوس کریں۔

اسلام چونکہ اس حقیقت سے آشنا ہے اس لیے اس نے عبادت الٰہی کو نظام تربیت کی اساس اور تمام نظام زندگی کا محور بنایا ہے۔

اسلام انسان کو تربیت دیتا ہے کہ ہر لمحہ اور لحظہ اس کا اللہ سے تعلق برقرار رہے اس کا تعامل اللہ کے ساتھ ہو، اس میں خشیت الٰہی، اللہ کی محبت اور اس کے بتائے ہوئے منہاج

زندگی کی جانب رجوع کا جذبہ موجود ہو، خواہ وہ اپنی خلوت میں ہو یا اپنے ہم جنس انسانوں کے ساتھ ہو، عبادت میں مصروف ہو یا عملی جدوجہد میں لگا ہوا ہو، صنعت وتجارت میں مصروف ہو یا کارسیاست انجام دے رہا ہو صلح وآشتی کے لمحات میں ہو یا نزاع اور جنگ کے اوقات میں۔

بہر حال اسلام میں عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ عابد کی پوری زندگی اور اس کے تمام اعمال پر خشیت الٰہی محیط ہو، اس کا اللہ سبحانہٗ سے مسلسل تعلق قائم رہے اور وہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق عملی زندگی گزارے۔

عبادت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا زاہد بن جائے اور رہبانیت اختیار کرلے۔ اور عبادت کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ انسان بڑی عاجزی اور نیازی سے پنجگانہ ادا کرلے اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر پہلے ہی کی طرح کا لالچی، خودغرض اور ظالم انسان بن کر باہر آجائے، وہ بار امانت کے اٹھانے اور نصرت حق کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس انسان کا بھی اللہ سے رشتہ استوار نہیں ہوا یہ بھی تعلق باللہ کی منزل میں داخل نہیں ہوا، یہ تعلق باللہ کی منزل کا مسافر نہیں ہے بلکہ یہ راستے میں سائے میں بیٹھ کر آرام کرنے والا ہے۔

عبادت تو وصول الی اللہ کی جانب مسلسل سفر ہے اور بغیر رکے ہوئے چلنا ہے اس طرح کہ راستے میں عبادات کے مقام پر ٹھہر کر سالک راہِ حق کچھ زادِ راہ حاصل کرلے، سفر کی تیاری کرلے اور آگے چل پڑے۔

اسلام سالک حق کے قلب کے اطمینان کے لیے بھرپور روحانی غذا فراہم کرتا ہے اور ہر موقعہ پر سالک کی راہنمائی کرتا ہے، اس کی تنہائیوں میں اس کے فکر اور شعور کو جلا دیتا ہے، اس کی دنیائے عمل میں راہنمائی کرتا ہے اور اجتماعی زندگی کے مختلف مراحل میں اس کو واضح اصول عطا کرتا ہے۔ اس کی زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی کرتا ہے تاکہ وہ ڈگمگا نہ جائے اور پھسل نہ جائے اور اگر گر بھی جائے تو پھر مٹی جھاڑ کر کھڑا ہو جائے اور اس روشنی میں چلنا شروع ہو جائے جو روشنی اس کے اندھیاروں میں اجالے بکھیر رہی ہے۔ غرض اگر انسان کا قلب اللہ سبحانہٗ کی جانب ہمہ وقت متوجہ ہے تو اس کی زندگی کا سارا عمل عبادت

ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿١٧٧﴾

البقرہ2:177

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

یہ وہ منہاج عبادت ہے جو اسلام نے متعین کیا ہے اور جس پر تربیت کی اساس قائم کی ہے اور جس میں صدق، تقویٰ اور اللہ سبحانہٗ سے دائمی اور مسلسل تعلق کی شرط عائد کی ہے۔

اب آئندہ یہ بیان ہوگا کہ اسلام نے قلب انسان کا رشتہ اللہ سبحانہٗ سے قائم کرنے کا کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔

باب چہارم

روحانی تربیت

روح ایک مبہم اور غیر واضح حقیقت ہے اور اسی ابہام اور اس کی حقیقت کا ادراک حاصل نہ ہونے کی بنا پر دور جدید کے مادہ پرستوں نے روح کو بالکلیہ حساب سے خارج کر کے نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ ان کے یہاں جو شئے غیر محسوس ہے وہ غیر موجود ہے، چونکہ روح بھی انسانی حواس کی گرفت سے باہر ہے اس لیے وہ بھی غیر موجود شئے ہے۔

مگر دوس ہکسلے[1] باوجود یکہ مذہب پر ایمان نہیں رکھتا وہ مادہ پرستوں کی روح کے بارے میں اس رائے کا مخالف ہے اور وہ کہتا ہے کہ

اس حقیقت سے پہلوتہی کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے کہ بعض انسانوں میں حواس کی حدود سے باہر ایک ایسی قوت موجود ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ نامعلوم شئے کا پتہ لگا سکتے ہیں اور ہمارا اس طریقے سے نا آشنا ہونا اس کے وجود سے انکار کا جواز فراہم نہیں کرتا، یہ بس ایسا ہی ہے جیسے ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ انسان جب کسی شئے کا ادراک کرتا یا کسی شئے کو یاد کرتا ہے تو اس ادراک اور یاد کرنے کا عمل ذہن انسانی میں کس طرح انجام پاتا ہے۔۔ لیکن کیا کوئی اِدراک اور تذّکر سے انکار کر سکتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ انسان حواس سے ماوراء امور کا کس طرح ادراک کر لیتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے۔

اگرچہ ہکسلے کا یہ اعتراف جزوی ہے کہ وہ حواس سے ماورا، ادراک (Perception) کو صرف بعض لوگوں تک محدود کرتا ہے اور اس روحانی قوت کو اصل انسانی قوت تسلیم نہیں

---

(۱) تھامس نہری ہکسلے (Huxley) 1865-95ء انگریز ماہر طبیعیات، ڈارون کا رفیق اور متبع، فلسفے میں ہیوم کے نقش قدم پر چلنے والا اور حیاتیات، نسلیات اور تشریح الاعضاء پر متعدد کتابوں کا مصنف۔ (س، صدیقی)

کرتا، لیکن یہ اعتراف اس لحاظ سے اہم ہے کہ یہ دنیائے مغرب کے ایک ایسے مفکر کی جانب سے ہے جو مذہب پر ایمان نہیں رکھتا اور اس لحاظ سے اس اعتراف کو ''صحیح اور اصل انسان'' کے سمجھنے کی جانب ایک پیش قدمی قرار دیا جا سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ روح بلاشبہ ایک ایسی شئے ہے جو نامعلوم مبہم، پوشیدہ اور اسرار کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے مگر اس کے باوجود یہ بہر حال حقیقت ہے۔

اِدراک اور تذکر (یاد آ جانے اور سمجھ لینے) کا عمل غیر حسی ہے جیسا کہ ہکسلے نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس عمل کو حسی سمجھنا غلط ہے کیونکہ جو شئے حسی ہے وہ اس عمل کے نتائج ہیں مگر خود عمل حسی نہیں ہے اور ہمیں قطعاً علم نہیں ہے کہ ذہن انسانی میں ادراک اور تذکر کا عمل کس طرح انجام پاتا ہے۔ اگر اسی عمل پر غور کیا جائے تو ہمیں روحانی طاقت کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ ''روح'' انسان میں پوشیدہ ایک ایسی قوت ہے جو انسان کا رابطہ نامعلوم سے اور اس غیب سے جو محسوسات سے ماوراء ہے قائم کر دیتی ہے، اور انسان محسوسات کے دائرے سے باہر کچھ امور غیب جھانک کر دیکھ لیتا ہے یا اسے کوئی ایسا خواب نظر آ جاتا ہے جو بعد میں سچا ثابت ہوتا ہے۔ تو در حقیقت غیب کے کسی امر کی اطلاع پانا اور بشارتی خواب کا آ جانا ایک روحانی عمل ہے۔

اور کسی دور دراز مقام سے آواز کا پہنچ جانا (Telepathy)[1] بھی ایک روحانی عمل ہے جیسے حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب انہوں نے فرمایا:

''اے ساریہ! پہاڑ پر''۔

تو یہ آواز ساریہ کو کئی ہزار میل کے فاصلے پر پہنچ گئی تھی۔

ہر چند کہ روح کا اس قسم کا عمل بڑا حیرتناک ہے اور انسان کو اس پر سخت حیرت اور تعجب ہوتا ہے، مگر یہ روحانی عمل کا ایک پہلو ہے جب کہ روح کا اصل مقصد عمل انسان کا اللہ

---

(۱) بغیر ظاہری احساسات کے ذریعوں کے استعمال کیے ہوئے دو افراد کے ذہنوں میں پیغام رسانی کا سلسلہ استوا ہو جانا۔ سائنسی لحاظ سے یہ ممکن ہے اور پروفیسر رائن (Prof. Rhine) اس پر خاصا تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ (س، صدیقی)

سبحانہ' سے تعلق قائم کرنا ہے۔

اب یہ سوال کہ یہ تعلق کس طرح قائم ہوتا ہے، یہ دور پیغام رسانی (Telepathy) کا عمل کس طرح انجام اور بشارتی خواب کس طرح وجود میں آتے ہیں۔تو ان کی اصل حقیقت سے ہم اسی طرح یہ روحانی کیفیات عمل بھی حقائق ہیں۔

روح کی حقیقت

بہر حال روح ـــــ جس کی حقیقت سے ہم نا آشنا اور جس کے طریقۂ عمل سے ہم نا واقف ہیں ـــــ یہ ہمارے اور اللہ سبحانہ' کے درمیان تعلق قائم کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اور یہ فطرتاً اللہ کی جانب راہنمائی کرتی ہے اس لیے کہ یہ اللہ کی روح میں سے جسے اس نے مٹھی بھر مٹی میں ودیعت فرمایا ہے۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿٢٩﴾ الحجر 29:15

پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ۔

اسی وجہ سے روح بذاتہٖ خالق کی جانب راہنمائی کرتی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ الاعراف 172:7

جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔

روح اللہ کی جانب فطرتاً بلا زحمت اور بلا مشقت متوجہ ہوتی ہے، جس طرح ہر مخلوق فطرتاً اپنے خالق کی جانب متوجہ ہے۔

رَبُّنَا الَّذِيٓ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ طٰہٰ 50:20

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا۔

اور یہ سب اللہ سبحانہ کی اپنے بندوں پر مہربانی اور اس کا کرم ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ بنی اسرائیل 70:17

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔ اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

اور یہ اللہ سبحانہٗ کی مہربانی اور اس کا کرم ہے کہ اس نے انسانی قلب کو داعی (محفوظ رکھنے والا) بنا دیا۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ السجدہ 9:32

اور تم کو کان دیئے آنکھیں دیں اور دل دیئے۔

غرض اس طرح اللہ سبحانہٗ نے انسان کی ہدایت کے عمل کو اس کے قلب بصیر سے مربوط کر دیا ہے تا کہ اس کی اپنے خالق کی اطاعت میں اور اس اطاعت میں فرق ہو جائے جو جمادات اور نباتات اور حیوانات از خود اور جبلی طور پر کرتے ہیں۔

اس ہدایت ربانی کے انسانی فطرت میں ودیعت ہونے کے باوجود انسان کبھی کبھی راہِ حق سے بھٹک بھی جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی فطرت میں کوئی روگ لگ جاتا ہے اور اس میں انحراف اور کجی پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ راہ حق پر چلنے اور اللہ سبحانہٗ سے تعلق رکھنے اور اسی سے راہنمائی حاصل کرنے سے گریز کرنے لگتا ہے۔ مگر اس حالت میں بھی اس کا تعلق بالکل نہیں ٹوٹ جاتا بلکہ فطرت انسانی انحراف کے جزوی طور پر خالق کائنات کی جانب کسی نہ کسی درجے میں متوجہ رہتی ہے، جیسے چندھیائی ہوئی آنکھ سے گو پورا نظر نہیں آتا مگر قدرے نظر آتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کی فطرت جب منحرف ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کی عبادت کے ساتھ شرک بھی کرنے لگتا ہے۔ یا کسی قوت کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش شروع کر دیتا ہے مگر سوائے بہت شاذ صورتوں (Exceptional Cases) کے انسان خدا کا بحیثیت خالق کائنات منکر نہیں ہوتا۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ الزمر 3:39

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ الزمر 38:39

ان لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اوآسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔

مذہبی عقیدے کا کام یہ ہے کہ وہ اس فطرت کی تائید کرتی اور اللہ کی جانب راہنمائی حاصل کرنے میں اس کی مدد کرتی ہے اور جب مرض انحراف سے فطرتِ انسانی پر پردے پڑ جائیں تو عقیدہ روح کو بندھنوں سے آزاد کر کے اللہ کی جانب متوجہ کر دیتا ہے۔

انسانی وجود کا مرکز: روح

اسلام کی نظر میں انسان کا روحانی پہلو بہت اہم ہے اور روح انسانی وجود کا مرکز اور نقطۂ ارتکاز ہے۔ اسی پر انسانی وجود قائم اور یہی ساری انسانی زندگی پر غالب اور انسان کا خالق سے رشتہ جوڑنے والی ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے وہ روح کی تربیت پر زور دیتا ہے کیونکہ فی الواقع انسان کی روحانی طاقت سب سے عظیم سب سے قوی اور حقائق وجود سے زیادہ مرتبط ہے۔ جب کہ انسان کی جسمانی قوت اس کے مادی وجود اور دائرۂ محسوسات میں محدود ہے اور عقل کی قوت اگرچہ جسمانی قوت سے نسبتاً زیادہ آزاد ہے مگر یہ بھی زمان و مکان، ابتداء اور معقول امور کی حد بندیوں میں جکڑی ہوئی اور فنا ہو جانے والی ہے۔

صرف روحانی قوت ہی ایسی قوت ہے جو ان حدود و قیود سے آزاد ہے یہ زمان و مکان اور ابتداء اور انتہاء کی بندشوں سے آزاد ہے۔ اس کا تعلق محسوسات سے بھی ہے اور معقولات سے بھی اور یہ دائمی اور ازلی وجود یعنی خالق روح سے بھی تعلق قائم کر سکتی ہے، اور زمان و مکان کی حدود سے ماوراء تمام وجود سے تعلق قائم کر سکتی ہے۔

ہر چند کہ ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ روح عالم بالا سے اور خالق کائنات سے کس طرح ربط قائم کرتی ہے لیکن ہم روح کی صفائی اور پاکیزگی کا احساس ضرور کر سکتے ہیں، جو لمحہ بھر میں زندگی پر محیط ہو جاتی اور آفاق میں پہنچ جاتی ہے اور کائنات کی ہر زندہ شئے سے ربط قائم کر لیتی ہے۔۔۔ ہم اس عجیب اور حیرت انگیز لمحے کو محسوس کر سکتے ہیں جس سے پورا انسانی وجود مرتعش ہو جاتا اور اپنے نفس کی گہرائیوں میں محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

ظاہر ہے کہ روح کی اس اہمیت کے پیش نظر اسلام نے روح کو بہت اہمیت دی ہے اور اس کی تربیت کی جانب پوری توجہ دی ہے کیونکہ اسلام نے انسان کی قوتوں اور صلاحیتوں کو بلا تربیت اور راہنمائی کے نہیں چھوڑا ہے بلکہ انسان کے ہر پہلو اور ہر گوشے کے لیے واضح راہنمائی عطا فرمائی ہے۔

اسلام نے روح کی تربیت کا یہ طریقہ متعین کیا ہے کہ اس کا تعلق ہر لحظہ ہر لمحہ اور ہر فکر و شعور کے وقت اللہ سے استوار رہے۔

انسان پر از خود طبعاً ایسے لمحات آتے رہتے ہیں، جن میں انسانی روح نکھر جاتی ہے اور عالم روح منور ہو جاتا ہے۔ کبھی افق کے پار سے ابھرتا ہوا نئے دن کا آفتاب اس کی دنیائے شعور کو بیدار کر دیتا ہے، کبھی چودھویں کا روشن چاند اس کے لیے سامان حیرت، اس کی عقل کے لیے وجہ تعجب اور اس کی روح کو خواب گراں سے بیدار کرنے والا بن جاتا ہے اور کبھی کائنات کی وسعت اس کا انتظام اور اس کی باریکی اس کی روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے یہ لمحات حادثے کے طور پر آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔

مگر اسلام یہ نہیں چاہتا کہ روحانی لمحات اس طرح جھلک بن کر آئیں اور اوجھل ہو جائیں، تیز روشنی کی طرح آئیں اور جلد ہی مدہم ہو جائیں، نفس کی دنیا اس کے نور سے منور ہو اور فوراً ہی مادی کثافتوں کی دھند چھا جائے اور روح کی ان جھلکیوں کا نفس پر کوئی دائمی اور مستقل اثر مرتب نہ ہو۔

بلکہ اسلام اس روشنی کو منہاج زندگی بنا دیتا ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ روحانی روشنی کا یہ چراغ مسلسل جلتا رہے اور انسان کی ساری زندگی کو اپنی ضیاء پاشیوں سے منور کیے رکھے۔ اور انسان کو جس وقت یہ دائمی روشنی میسر آ جائے تو وہ اپنے ارفع ترین وجود کو بروئے کار لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے ـــــ اسلام انسان کو یہ راستہ دکھاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسلام انسان کے سامنے رحمت الٰہی کے پہلو اجاگر کرتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ انسان کو کسی امر محال کو وجود میں لانے کا پابند نہیں بناتا۔ اللہ سبحانہٗ کو معلوم ہے کہ انسانی روح کا ہمیشہ اور مسلسل مادی کثافتوں سے پاک رہنا اور جسمانی بوجھ سے بالکلیہ آزاد رہنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے

کہ انسان میں موجود مشتِ خاک کا بھی ایک وزن ہے غلبۂ خواہش بھی ایک قوت ہے، مادی بوجھ بھی ایک دباؤ ہے۔ اس لیے اللہ سبحانہٗ ارشاد فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ التغابن 16:64

جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط البقرہ 286:2

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

مگر اسلام انسان کو اس طرح نہیں کہتا جس طرح آج کل وہ جدید مادی افکار جو اپنے آپ کو واقعیت (Surrealism) پر مبنی قرار دیتے ہیں کہتے ہیں کہ[1] "اے لوگو چونکہ تم میں مادّی قوت، غلبہ شہوت اور ارضی دباؤ موجود ہے اس لیے تم روحانی رفعت حاصل نہیں کر سکتے، اس لیے تم اپنی مادی اور ارضی خواہشات اور ضروریات کی تکمیل میں حیوانات کی طرح منہمک رہو۔"

اسلام یہ نہیں کہتا اس لیے کہ اسلام دین فطرت ہے۔ بلکہ اسلام فطرت انسانی میں موجود تمام قوتوں کو تسلیم کرتا اور ان کو نشوونما دیتا اور ابھارتا ہے اور ان کی تربیت میں روح کو اولین حیثیت دیتا ہے۔

اسلام انسان کی تمام کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر اس میں روح کی روشنی برقرار رکھنے کی سعی کرتا ہے کہ رفعت کا یہی ایک طریقہ ہے اور انسان کو تنزل پر مائل کرنے والی قوتوں کو متوازن بنا دینے کا یہی ایک اسلوب ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کا رشتہ اور تعلق اللہ سبحانہٗ سے قائم کر دیا جائے، اسلام اس کے لیے مختلف ذرائع اختیار کرتا ہے۔

ایک طرف وہ قلب انسانی میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کائنات مکمل طور پر اور ہمہ وقت اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

دوسری طرف وہ قلب انسانی میں یہ شعور اجاگر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس کی نگرانی کر رہا ہے اور اس کے دل میں گزرنے والے ہر خیال سے واقف اور اس میں پنہاں

---

(۱) ملاحظہ کیجیے مصنف کی کتاب "معرکۃ التقالید" کا باب "حقائق واباطیل"۔

اسرار سے آشناء ہے۔

ایک اور طرف اسلام انسانی قلب میں اللہ کا تقویٰ اور خشیت الٰہی پیدا کرتا ہے اور اس کو یہ تصور دیتا ہے کہ اس کے ہر فکر و شعور اور ہر عمل و اقدام کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

اس کے بعد اسلام انسان کے دل میں حب الٰہی پیدا کرتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ جو بھی کام کرے رضائے الٰہی کے لیے کرے۔

اور بعد ازاں اسلام انسان کے قلب میں ہر تنگی اور راحت کے موقع پر اطمینان پیدا کرتا اور اسے آمادہ تسلیم و رضا کرتا ہے اور ان تمام باتوں کا مقصد خدا اور بندے کا رشتہ استوار کرنا ہے۔

کائنات: عظیم قدرت کا مظہر

کائنات تمام کی تمام اللہ سبحانہٗ کی بہت بڑی نشانی ہے اور اس کی عظیم قدرت کا اظہار ہے جس سے عقل انسانی حیران ہو جاتی ہے۔ مگر انسان کے کائنات سے مانوس ہو جانے اور روز دیکھتے رہنے کی بناء پر عادی ہو جانے کی وجہ سے اس میں وہ عظمت تعجب اور حیرانی باقی نہیں رہتی جو ہر شخص کے دل کی گہرائی تک اتر جائے اور اس کو جھنجھوڑ کر رکھ دے، بلکہ احساسات کند ہو جاتے ہیں اور انسان خالقِ کائنات کی ان حیرت انگیز معجزانہ تخلیقات سے یونہی سرسری طور پر گزر جاتا ہے۔

روز و شب کی گردش، دن رات کا الٹ پھیر، اور لیل و نہار کا اختلاف! ہر صبح کو ابھرتا ہوا سورج اور ہر شام کو ڈوبتا ہوا سورج، جس نے نہ کبھی طلوع ہونے میں کوتاہی اور نہ غروب ہونے سے باز رہا! رات کی تاریکی میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے اور سرگوشیاں کرتے ہوئے سیارگانِ فلک! ایک باریک شاخ کی صورت میں طلوع ہونے والا چاند جو بڑھتے بڑھتے بدر کامل بن جاتا اور پھر گھٹتے گھٹتے باریک شاخ کی طرح ہو جاتا ہے! زمین کے سینے کو شق کر کے نکلنے والا پودا اور اس میں پھوٹنے والی حسین و جمیل کونپلیں! چھوٹے چھوٹے محو پرواز پرندے! اور حقیر و کمتر کیڑے مکوڑے! نوزائیدہ اطفال حیوانات اور چونچوں سے دانہ دُنکا دیتی ہوئی اور دودھ پلاتی ہوئی ان کی مائیں! مردہ زمین سے اُبلتا ہوا

زندگی کا سرچشمہ! عجیب نظام، حیرت انگیز انتظام! بڑی باریکی اور مہارت کے ساتھ چلنے والا نظام کائنات! کہیں کوئی ابتری نہیں! کوئی گڑبڑ نہیں! کروڑوں اور اربوں ستاروں میں سے کوئی ستارہ اپنے محور سے ایک انچ اِدھر اُدھر نہیں سرکتا! زمانے کے نشیب وفراز! زمانہ کی حقیقت اور اس کا ادراک!

اس ساری عجیب وغریب اور حیرت انگیز کائنات میں گھرا ہوا کمزور وناتواں انسان! پھر اس انسان کی ذات کی بوقلمونی اور رنگا رنگی! ان تمام عجائب میں خود اس کی ذات ایک عجائب خانہ! اس کے جسمانی فکری اور روحانی اعمال کی نیرنگیاں! اور اس کی صلاحیتوں اور قوتوں کا باہمی ارتباط وتعلق!

یہ سب آیات الٰہی ہیں! اور سب کائنات میں خالق کائنات کے وجود کی حیرت انگیز نشانیاں ہیں۔ لیکن انسان ان کے درمیان رہتے ہوئے ان کے عادی ہوجاتے ہیں اور پھر ان نشانیوں کے درمیان سے بغیر ان کی جانب توجہ کیے ہوئے اور بغیر ان پر غور کیے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

اسلام روح کی تربیت کے ضمن میں ان نشانیوں اور آیات کو بار بار انسان کے سامنے لاتا ہے اور اس کو کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں کی جانب متوجہ کر کے خالق کائنات کے وجود، اس کی قدرت اور عظمت کا احساس دلاتا ہے اور قرآن کریم بڑے دلکش اور حسین پیرائیہ بیان میں انسان کے خوابیدہ احساس کو بیدار کرتا ہے اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والے الفاظ اور قلب کے پار ہوجانے والی مؤثر تعبیرات کے ذریعے انسان کے شعور واحساس کو جھنجھوڑتا ہے۔ اور اس کو عادت اور مانوس ہوجانے کی کیفیت سے باہر لے کر آتا ہے۔

انسانی وجود میں اللہ تعالیٰ نے ماحول سے اردگرد سے اور کائنات سے مانوس ہوجانے اور عادی ہوجانے کی جو صفت پنہاں کی ہے۔ یہ انسانی وجود کے لیے بہت ضروری اور انتہائی اہم ہے کیونکہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مرتبہ کے حاصل کیے ہوئے تجربات، احساسات، مقامات اور اشیاء سے مانوس ہوجائے اور دوبارہ نئے تجربات کے

حصول، نئے احساسات تک رسائی اور نئے مقامات کا علم اور نئی اشیاء کا تعارف حاصل کرے، اگر انسان میں مانوس ہونے اور عادی ہونے کی یہ صفت ہو تو ایک انسان ایک ہی تجربہ ساری زندگی حاصل کرتا ہے، مثلاً تمام عمر بولنا ہی سیکھتا رہے ساری عمر لکھنے ہی کی مشق کرتا رہے اور اس کے اعصاب پر ان عادی امور کا اس قدر بار پڑے کہ اس میں مزید بار اٹھانے کی سکت ہی نہ رہے۔

مانوس ہونا اور عادی ہو جانا انسانی وجود کا خاصہ ہے اور اس کی مذکورہ بالا افادیت کے پیش نظر یہ انسان کے لیے بہت ضروری بھی ہے، مگر کبھی یہ خاصہ اپنے دائرہ اثر سے باہر نکل کر انسانی مشاعر کو منجمد کر دیتا، اس کو بے بصیرت بنا دیتا اور اس کے افکار کو کند کر دیتا ہے اور اس طرح یہ خاصہ وجود انسانی کے ارتقاء اور پیش رفت میں حارج ہو جاتا اور ایک رکاوٹ بن جاتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ نفس کو اس کی خوابیدگی سے بیدار کیا جائے اسے از سر نو حیات و کائنات کی جانب متوجہ کیا جائے اور اس کے نفس کے بند دریچوں کو کھول دیا جائے تاکہ وہ ان دریچوں میں جھانک کر زندگی کا از سر نو جائزہ لے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی مرطوب بدبودار کوٹھری میں بند پڑا ہو اور اسے کھولا جائے اور تازہ اور ٹھنڈی ہوا اس کے جسم کے اندر داخل ہو کر اور اس کے جسم سے ٹکرا کر اس میں نئی تازگی پیدا کر دے اور اسے حیات بخش کیفیت کا احساس دلائے۔ اسی طرح جب عادت اور انس کی بناء پر انسان کائنات کی نیرنگیوں سے غافل پڑا ہو، اس کے نفس کے دریچے بند ہو چکے ہوں اور اس کے فکر پر زنگ چڑھ گیا ہو اور اس کے شعور میں بالیدگی باقی نہ رہی ہو اور اس کے احساسات کند ہو کر رہ گئے ہوں۔ اس وقت اگر اس انسان کو کائنات کی حیرت انگیز نشانیوں کی جانب متوجہ کر دیا جائے، اس کے احساسات و شعور کو بیدار کر دیا جائے اس کے فکر سے زنگ دور کر دیا جائے تو اس وقت انسان کو ایک تازگی بالیدگی اور اس کی روح کو حیات افزاء کیفیت کا اسی طرح احساس ہو جس طرح بند آدمی کو اگر کھول دیا جائے تو اس کو ہوتا ہے۔

روح کا احساس لطیف

بلکہ روح کا یہ احساس جسم کے اُس احساس سے کہیں زیادہ لطیف گہرا، موثر، حیرت انگیز اور تعجب انگیز ہوتا ہے۔ اس وقت انسان محسوس کرتا ہے کہ ہر احساس نیا ہے، ہر تجربہ انوکھا ہے، اور ہر فکر جدید ہے — اور اس طرح انسان کو ایک نئی توانائی میسر آ جاتی ہے اور اس حیرت انگیز تجربے کی بناء پر انسانی زندگی میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دائمی کیفیت و سرور سے شادکام ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کو یہ قدرت حاصل ہو جائے کہ وہ اس طرح زندہ رہے، جیسے پہلی مرتبہ یہ حادثہ وقوع پذیر ہو رہا ہو، تو انسان اس بات پر بھی قادر ہو جائے گا کہ ہمیشہ جوان رہے اور کبھی اس پر ناتوانی، بڑھاپا اور فنا مسلط نہ ہو! مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے دمادم رواں دواں مسائل، کشاکش حیات اور مسائل کی گرانباری انسان کی توانائیوں کو نگلتی جاتی ہے اور انسان کشاں کشاں زوال اور فناء کی جانب بڑھتا جاتا ہے۔

مگر قرآن کریم یہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیتا ہے کہ اپنے عجیب و حیرت انگیز موثر اور دلنشین اسلوب کی مدد سے انسان کو عادت اور اُنس کے دائرے سے نکال کر اس کے احساسات کو بیدار کر دیتا، اسے شعور تازہ اور فکر نو عطا کر دیتا ہے اور انسان فکر و شعور اور احساس کی اس نئی توانائی سے تازہ دم ہو کہ یہ محسوس کرتا ہے گویا وہ ایک نئی زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔

انسان جب تک قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہتا ہے وہ اس حیات نو اور لطف تازہ سے محظوظ ہوتا رہتا ہے اور قرآن کریم ہی ایسی واحد کتاب ہے کہ جوں ہی انسان اس کی تلاوت ختم کرتا ہے دوبارہ پھر تلاوت شروع کر دیتا ہے اور ہر مرتبہ ایک نئے شعور اور ایک نئی آگاہی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

قرآن کی آیات انتہائی بلیغ انداز، بڑے دلکش اسلوب، اور معجزہ بیان طرز ادا کے ساتھ انسان کو نئی حقیقتوں سے آشکارا کرتیں اور اس کی خوابیدہ روح کو بیدار کرتیں، اس کو شعور تازہ عطا کرتیں اور اس کی فکر کو جلا بخشتی ہیں۔

کائنات اور انفس میں غور وفکر

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ البقرہ 164:2

جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں ان کشتیوں میں جو انسان کی نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے (اور اپنے اس انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں بے شمار نشانیاں ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیۡلَ سَكَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوۡمَ لِتَهۡتَدُوۡا بِهَا فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسۡتَقَرٌّ وَّمُسۡتَوۡدَعٌ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّفۡقَهُوۡنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّیۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّغَیۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَیَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۹﴾ الانعام 95-99:6

دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے۔ وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے خارج کرنے والا ہے یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو پردۂ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے اسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے اسی نے چاند اور سورج

کے طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا ہے یہ سب اسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں، اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا دیکھو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے ایک جان سے تم کو پیدا کیا پھر ہر ایک کے لیے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ۔ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اُگائی پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کیے پھر ان سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور پھر ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا بھی ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان میں پھل آنے اور پکنے کی کیفیت ذرا غور سے دیکھو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ الاعراف 54:7

درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیے۔ سب اس کے فرمان کے تابع ہیں خبردار رہو اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔

هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ ﴿۱۰﴾
یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ
فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا
ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾
وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا
تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ النحل 16:17-10

وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں۔

اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں، اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں ان میں ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔

وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔

اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔ اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ
فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى

رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ
كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ
مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

النحل 16:69-65

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور یکا یک مردہ پڑی ہوئی زمین میں اس کی بدولت جان ڈال دی، یقیناً اس میں ایک نشانی ہے سننے والوں کے لیے۔

اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔

اسی طرح کھجور کے درخت اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، جسے نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔

یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لیے۔ اور دیکھو تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کے رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفا ہے لوگوں کے لیے یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ
السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ
لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا
یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا
وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ
اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ
یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ النحل 16:81-78

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، اس نے

تمہیں کان دیئے آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو کیا ان لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح مسخر ہیں اللہ کے سوا کس نے ان کو تھام رکھا ہے۔ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو جائے سکون بنایا۔ اس نے جانوروں کی کھالوں سے تمہارے لیے ایسے مکان پیدا کیے جنہیں تم سفر اور قیام دونوں حالتوں میں ہلکا پاتے ہو اس نے جانوروں کے صوف اور اُون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مقررہ مدت تک تمہارے کام آتی ہیں۔ اس نے اپنی پیدا کی ہوئی بہت سی چیزوں سے تمہارے لیے سائے کا انتظام کیا پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گاہیں بنائیں اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور کچھ دوسری پوشاکیں جو آپس میں جنگ میں تمہاری حفاظت کرتی ہیں۔ اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرتا ہے شاید کہ تم فرمانبردار بنو۔

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ الانبیاء 21:44

مگر کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۵ الحج 5:22

لوگو! اگر تمہیں زندگی کے بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی (ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تا کہ تم پر حقیقت واضح کریں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔ (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تا کہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔

اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا کہ یکایک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگلنی شروع کر دی۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ الروم 30:25-19

وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ میں سے نکال لاتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح تم لوگ بھی (حالت موت) سے نکال لیے جاؤ گے اس کی نشانیوں میں یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر یکا یک تم بشر ہو کہ (زمین میں) پھیلتے چلے جا رہے ہو اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لیے۔

اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور سے سنتے ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جوں ہی کہ اس
نے تمہیں زمین سے پکارا، بس ایک ہی پکار میں اچانک تم نکل آؤ گے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَمِنَ
الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ
وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ
الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾ فاطر: 27.28:35

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعے سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں، جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۳۳﴾
وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ الۡعُيُوۡنِ ۙ﴿۳۴﴾ لِيَاۡكُلُوۡا مِنۡ
ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا
مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيۡلُ ۖۚ نَسۡلَخُ
مِنۡهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ۙ﴿۳۷﴾ وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ
الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۳۸﴾ وَالۡقَمَرَ قَدَّرۡنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِيۡمِ ﴿۳۹﴾ لَا
الشَّمۡسُ يَنۡۢبَغِىۡ لَهَاۤ اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ وَلَا الَّيۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىۡ فَلَكٍ
يَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمۡ اَنَّا حَمَلۡنَا ذُرِّيَّتَهُمۡ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ ۙ﴿۴۱﴾ وَخَلَقۡنَا لَهُمۡ
مِّنۡ مِّثۡلِهٖ مَا يَرۡكَبُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ فَلَا صَرِيۡخَ لَهُمۡ وَلَا هُمۡ يُنۡقَذُوۡنَ ۙ﴿۴۳﴾
اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۴۴﴾ یٰسٓ 33-44:36

ان لوگوں کے لیے بے جان زمین ایک نشانی ہے، ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں ہم نے اس میں کھجور اور انگوروں کے باغات پیدا کیے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے تا کہ یہ اس کے پھل کھائیں۔

یہ سب کچھ ان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ

ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔ ان کے لیے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پھر ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جا سکیں بس ہماری رحمت ہی ہے جو انہیں پار لگاتی اور ایک وقت خاص تک زندگی سے متمتع ہونے کا موقع دیتی ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۭ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

الزمر 39:6-5

اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے۔ اس نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک، ایک وقت مقرر تک چلا جا رہا ہے۔

یاد رکھو وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔

وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ المدثر 32-34:74

ہرگز نہیں۔ قسم ہے چاند کی، اور رات کی جب وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جب کہ وہ روشن ہوتی ہے۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ عبس 24-32:80

پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے، ہم نے خوب پانی لنڈھایا، پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا پھر اس کے اندر اگائے غلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتوں اور کھجوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر۔

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾ الطارق 5-10:86

پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے یقینا وہ (خالق) اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا۔

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿١٧﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿١٨﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ الغاشیہ 17-20:88

کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائی گئی۔

وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿١٧﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ التکویر 17-18:81

اور قسم ہے رات کی جب وہ رخصت ہو اور صبح کی جب وہ سانس لے۔

طبیعی امور کی کارفرمائی کا احساس

غرض اس طرح قرآن کریم انسان کے اندر کائنات اور انفس میں غور و فکر کے احساسات بیدار کرتا ہے تاکہ انسان کی فکر کے دریچے واضح رہیں اور وہ کائنات کی عظمت کو

محسوس کرے اور اس عظیم کائنات کو اپنی بے کراں قدرت سے چلانے والے خالق کائنات کی جانب اپنی روح کے ساتھ متوجہ رہے اور اس رب جلیل کی حمد وثنا کرے جس کی قدرت اور منشاء کے مطابق کارخانہ قدرت چل رہا ہے۔

یہی نہیں بلکہ قرآن کریم انسانی شعور میں طبیعی امور کی کارفرمائی کا احساس اجاگر کرتا اور اس سلسلے میں بڑی نادر خوبصورت اور بے مثال طبیعی تشبیہات بیان کرتا ہے جو انسان کے نفسیاتی اجتماعی اور اقتصادی مواقف کی وضاحت کرتی ہیں۔

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا
كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾
اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ
فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاۗءُ ښ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ
فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾

البقرہ 2:264-266

جیسے وہ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر، اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی، اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔ بخلاف اس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے دل کے پورے ثبات وقرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو اگر زور کی بارش ہو جائے تو دگنا پھل لائے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس ایک ہرا بھرا باغ ہو نہروں سے سیراب کھجوروں اور انگوروں اور ہر قسم کے پھلوں سے لدا ہوا اور وہ عین اس وقت ایک تیز بگولے کی زد میں آ کر جھلس جائے وہ خود بوڑھا

ہواوراس کے کمسن بچے ابھی کسی لائق نہ ہوں۔ اس طرح اللہ اپنی باتیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہے شاید کہ تم غور وفکر کرو۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ الرعد 17:13

اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئی اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتی ہیں، جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے لوگ پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے۔ جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتی ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ ابراہیم 24-26:14

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں اور کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک بد ذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اُکھاڑ پھینکا جاتا ہے اس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣٥﴾

النور 35:24

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو چراغ ایک فانوس میں ہو فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہنمائی فرماتا ہے وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

مختلف فنون سے بھی انسان جمال طبیعت کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور اس میں کائنات کے بارے میں احساس لطیف اجاگر ہو جاتا ہے مگر بیشتر یہ احساس ایک منحرفانہ جذبہ بن جاتا اور انسان بذات خود جمال طبیعت کو معبود بنا لیتا ہے اور اسی حسن و جمال طبیعت میں کھو کر اصل جدوجہد حیات کو فراموش کر بیٹھتا ہے۔ جب کہ قرآن کریم قلب انسانی کا اللہ سبحانہ، سے تعلق قائم کر دیتا ہے اور اللہ سبحانہ انسان کو اس کے نفس کی گہرائیوں میں بھی اور اس کی واقعی اور عملی زندگی بھی راہنمائی کرتا ہے۔

کائنات کا ہر امر اللہ کی قدرت میں ہے

قرآن کریم جہاں نفس انسانی کو کائنات میں جاری و ساری اللہ سبحانہ، کی عظیم قدرت کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ وہیں یہ وضاحت بھی کر دیتا ہے کہ کائنات کا ہر امر اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہی تنہا ساری کائنات کی تدبیر و انتظام کا مالک ہے۔

یہاں اس امر پر قرآن کریم سے زیادہ شواہد بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ جب کہ اس سے قبل قرآن کریم کے کائنات کی جانب متوجہ کرنے کے ذیل میں جو ہم نے متعدد آیات نقل کی ہیں تو ان کا منشاء یہ ہے کہ یہ آیات ہر جگہ ایک نئی مناسبت سے آئی ہیں اور ہر جگہ وہ ایک علیحدہ اور مستقل احساس اجاگر کرتی ہیں۔

چنانچہ یہاں ہم چند آیات کے پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٠٧﴾ البقرہ 107:2

کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی فرمانروائی اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے سوا کوئی تمہاری خبر گیری کرنے اور تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾

البقرہ117:2

وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے اس کے لیے بس یہ حکم دیتا ہے کہ 'ہوجا' اور وہ ہوجاتی ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ البقرہ255:2

اللہ وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتی۔ اِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگھبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ آل عمران109:3

زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش ہوتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۸۹﴾ آل عمران189:3

زمین اور آسمانوں کا مالک اللہ ہے اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾

آل عمران26:3

کہو! خدایا! ملک کے مالک، تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کردے بھلائی تیرے اختیار میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ۝۳۵ مریم 35:19

وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور بس وہ ہو جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱ الرعد 11:13

اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝۱۷ الکھف 17:18

جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لیے تم کوئی ولی مرشد نہیں پا سکتے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ ال عمران 160:3

اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ۝۶۲ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ۝۶۳ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۶۴ النمل 62-64:27

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔ اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ

دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ فاطر 3:35

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ⑮ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑯ فاطر 15,16:35

لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ㊶ فاطر 41:35

اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے بعد کوئی دوسرا انہیں تھامنے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ② فاطر 2:35

اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ㉓ یٰسین 23:36

کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں، حالانکہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔

قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ
اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ الزمر 38:39

ان سے پوچھو، جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گے، یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی۔

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ
بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

یٰسین 81-83:36

کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے کیوں نہیں، جب کہ وہ ماہر خلاق ہے وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا۔ اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ الانعام 18:6

وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ الانسان 30

اور تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ نہ چاہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ التوبہ 51:9

ان سے ہمیں ہرگز (کوئی برائی بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ البقرہ 105:2

اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ البقرہ 148:2

جہاں بھی تم ہو گے اللہ تمہیں پالے گا، اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ البقرہ212:2

اللہ کو اختیار ہے جسے چاہے بے حساب رزق دے۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ البقرہ253:2

گھٹانا بھی اللہ کے اختیار میں ہے اور بڑھانا بھی اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ البقرہ253:2

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ ال عمران73:3

اے نبیؐ، ان سے کہو کہ فضل و شرف اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ال عمران159:3

یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى الانفال17:8

اور اے نبیؐ، تو نے نہیں پھینکا، بلکہ اللہ نے پھینکا۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ یونس64:10

اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ ھود123:11

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا الرعد15:13

وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہیں۔

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ النحل53:16

تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ البروج16:85

اور جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ الاحزاب62:33

اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

اللہ سبحانہٗ کی مالکیت

یہ تمام آیات کائنات میں پنہاں اور تخلیق کائنات سے نمایاں اور ان حقائق کی جانب قلب کو متوجہ کرتی ہیں کہ اس ساری کائنات کا خالق و مدبر صرف اللہ جل شانہٗ ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں تمام معاملات ہیں اور اس کی قدرت اور تدبیر سے یہ کائنات رواں دواں ہے اور اس کے سامنے کائنات کی ساری مخلوقات کمزور و ناتواں، بے وزن اور فنا ہو جانے والی ہیں۔ اور مخلوقات میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو اپنے وجود کے لیے از خود کچھ کر سکتی ہو یا کسی دوسری مخلوق کے وجود کے لیے کچھ کر سکتی ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر نفع اور نقصان اسی خداوند کے ہاتھ میں ہے، کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ نہ چاہے اور کسی کو کوئی فادہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اجازت نہ دے۔ روزی بھی اس کے ہاتھ میں ہے، موت اور زندگی بھی اسی کے ہاتھ میں اور دوبارہ زندہ کر کے اعمال کی جزا و سزا کا بھی وہی مالک ہے۔

بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝١ الملک 1:67

وہ جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قلب انسانی کو اللہ سبحانہٗ کی اس عجیب قدرت اور ہمہ گیر قوت کی جانب متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم انسان کو اللہ کے اس ہمہ گیر علم کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے جس کے علم سے زمین و آسمان کی کوئی شئے حتیٰ کہ نفس کی گہرائیوں میں کروٹیں لینے والا کوئی خیال بھی اوجھل نہیں ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٥٩ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٦٠ الانعام 6:60-59

اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ پھر دوسرے روز وہ تمہیں اسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو آخر کار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے۔ پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ الرعد 10:13

وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا عالم ہے وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو اس کے لیے سب یکساں ہیں۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝٢ سباء 2:34

جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے ہر چیز کو وہ جانتا ہے وہ رحیم اور غفور ہے۔

وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ۝١١ فاطر 11:40

کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ غافر 19:40

اللہ نگاہوں تک کی چوری سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔

ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٥ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ

اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ ﴿۱۶﴾ لقمان 15-16:31

پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے اس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔ (اور لقمان نے کہا تھا) بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ برابر بھی ہو اور کسی چٹان یا آسمان یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

یَعۡلَمُ السِّرَّ وَ اَخۡفٰی ﴿۷﴾ طٰہٰ 7:20

وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات بلکہ اس سے مخفی تر بات بھی جانتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمۡ وَ لَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَ لَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَ لَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۷﴾

المجادلہ 6:58

کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ جہاں کہیں بھی وہ ہوں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتادے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

توجہ الی اللہ

جب یہ آیات قلب کو اللہ سبحانہ کی قدرت کاملہ کی جانب متوجہ کر دیتیں اور اس کے شعور کی گہرائیوں کو متحرک کر دیتی ہیں جس کے نتیجے میں قلب مسلسل، بالدوام اور ہمیشہ کے لیے اللہ جل شانہ' کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے تو اس قلب میں اور اللہ سبحانہ' کے درمیان کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور یہ رشتہ عمل کے کسی لمحے اور فکر کے کسی مرحلے میں منقطع نہیں ہوتا، بلکہ پوری زندگی خلوت وجلوت میں اور علانیہ اور اسرار میں برقرار رہتا ہے اور اس تعلق کا اظہار متعدد صورتوں میں ہونے لگتا ہے، کبھی یہ تعلق خشیت اور تقویٰ کا ہوتا ہے، کبھی زندگی کے تمام معاملات میں غور و تامل کا اور اللہ سے راہنمائی کا ہوتا ہے، کبھی محبت و مہربانی کا ہوتا ہے اور کبھی اس کی تقدیر پر اطمینان اور اس کی رضا پر تسلیم کا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خشیت اور تقویٰ الٰہی اس مومن کی خصوصیات بن جاتی ہیں جس کے قلب میں قرآن تاثیر کر چکا ہو اور جو قرآنی ہدایت کے نور سے منور ہو چکا ہو۔

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾ المومنون 1,2:23

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ الزمر 23:39

اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دُہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل میں نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔

وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ الحج 34,35:22

اور (اے نبی) بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ مریم 57:19

ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمان کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔

وَيَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ يَبۡكُوۡنَ وَيَزِيۡدُهُمۡ خُشُوۡعًا ﴿۱۰۹﴾ الاسراء 109:17

اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔

مظاہر قدرت اور خشیت الٰہی

قرآن کریم قلب انسانی کے سامنے کائنات اور نفس کی نشانیاں بیان کرتا ہے اور اللہ سبحانہ کی قدرت کاملہ اور قوت قاہرہ کی حقیقت سرمدی کا اظہار کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ سبحانہ کا علم کس قدر وسیع و ہمہ گیر اور اس کی سلطنت کس قدر عظیم ہے۔ اس اظہار و بیان سے اور اپنے گرد و پیش کرشمہ ہائے قدرت جابجا پھیلے ہوئے دیکھ کر ہر زندہ اور مردہ اور ہر بڑی

اور چھوٹی شئے میں قدرت الٰہی کے مناظر دیکھ کر، ابھرتے ہوئے پودوں، بڑھتے ہوئے درختوں، کھلتے ہوئے شگوفوں، مہکتے ہوئے پھولوں اور چمکتے ہوئے ستاروں، غرض اس رنگ برنگی کائنات میں ہر طرف بکھرے ہوئے مظاہر قدرت دیکھ کر قلب مومن میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی اور عظمت خداوندی کروٹیں لینے لگتی ہے۔

جوں ہی مومن یہ تمام قدرت کی نشانیاں دیکھتا ہے اور جوں وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان و زمین سب کے سب ارادۂ الٰہی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ساری کائنات اور ساری مخلوقات خدا کی مشیت کی تابع ہیں، اس کے قلب کی گہرائیوں میں تقویٰ الٰہی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ عبادت الٰہی کے لیے سرنگوں ہو جاتا ہے۔

قلب مومن کو جب اللہ سبحانہٗ کے جامع اور مکمل علم کا شعور حاصل ہو جاتا ہے اور اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ علم الٰہی سے کوئی معمولی سی شئے بھی باہر نہیں ہے اور وہ ہر پوشیدہ بات سے واقف اور ہر راز کی بات سے آشناء ہے، وہ انسان سے کسی بھی لمحے غافل نہیں ہے اور اسے یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحانہ اس کے ہر عمل ہر فکر، ہر شعور، دل میں پوشیدہ ہر راز اور پردۂ چشم پر نقش ہر تصویر سے واقف ہے تو وہ کپکپا اٹھتا ہے اور اپنے اس آقا اور مولیٰ کے سامنے عاجزی سے جھک جاتا ہے جو اس کے چھوٹے بڑے خیال اور ہر پوشیدہ قصور سے آشنا ہے۔

اسے احساس ہو جاتا ہے کہ جب وہ کوئی عمل کرتا ہے تو خدا اس کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے جب وہ کسی معاملے میں کچھ سوچ رہا ہوتا ہے تو اللہ اس سے واقف ہوتا ہے اور جب وہ کسی احساس و شعور سے گزر رہا ہوتا ہے تو اللہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

مومن اپنے اس احساس کے نتیجے میں جو عمل بھی کرتا ہے خلوص نیت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کا عمل برائی کے ہر پہلو سے خالی ہوتا ہے۔ اس کا کوئی بھی عمل بے سوچے سمجھے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر نہیں ہوتا بلکہ اس کے ہر عمل کا مقصد رضائے الٰہی بن جاتا ہے۔

کیونکہ اللہ سبحانہ بھی کسی ظاہری عمل پر گرفت نہیں فرماتا بلکہ وہ ہر عمل کی نیت اور روحِ اخلاص کو مدنظر رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:

''تمام اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔'' (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

اللہ سبحانہٗ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو صرف اس کے لیے کیا گیا ہو چنانچہ روایت ہے کہ

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا کہ جو شخص اجر کے لیے اور اچھے ذکر کے لیے جہاد کرے اسے کیا ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ نہیں، اس نے یہی بات تین مرتبہ پوچھی، آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ کچھ نہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو خالص اسی کے لیے ہے اور اسی کی رضا مقصود ہو۔''

قلب مومن ہر سوچ اور فکر میں اللہ جل شانہٗ کو مدنظر رکھتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کسی شخص کے لیے برائی اور شر کا تصور تک نہیں کرتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں پیدا ہونے والے تمام خیالات سے واقف ہے بلکہ مومن انسان صرف اعمال صالح کے بارے میں سوچتا ہے اور ان امور کے بارے میں سوچتا ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ حتیٰ کہ خیر اور بھلائی مومن کی طبیعت اور اس کے نفس کی گہرائیوں میں جاگزیں فطرت بن جاتی ہے۔

قلب مومن اپنے احساسات میں بھی ذات الٰہی کو مدنظر رکھتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہٗ ہر راز سے واقف اور ہر پوشیدہ بات سے آشناء ہیں بلکہ اللہ سبحانہٗ تو نفس کے اندر کروٹیں لینے والے اس باریک اور لطیف سے خیال سے بھی واقف ہیں جس کا خود اس کو بھی احساس نہ ہو۔ اسی لیے مومن پاکیزہ احساسات کا حامل ہوتا ہے اور اس کے احساسات کا حامل ہوتا ہے اور اس کے احساسات مزید سنورتے جاتے ہیں، وہ نہ حسد کرتا ہے نہ کینہ رکھتا ہے۔ وہ یہی نہیں چاہتا کہ لوگ خیر اور بھلائی سے محروم رہیں اور وہ خود ہر نعمت حاصل کر لے۔ وہ باطل شہوتوں اور لذتوں کی خواہش نہیں کرتا، اس کا اخلاق مفاد پرستانہ اخلاق نہیں ہوتا کہ وہ لوگوں کے سامنے مفاد کی خاطر با اخلاق بن جائے اور اس لیے اخلاق اختیار کرے کہ لوگ اس کو با اخلاق اور شائستہ کہیں اور اس لیے اس اخلاق کا مظاہرہ کرے کہ اس میں اتنی جرأت نہیں

ہے کہ اپنی کمزوریوں اور خامیوں کو لوگوں کے سامنے آشکارا ہو جانے دے۔ بلکہ مومن کا اخلاق اس کے باطن سے ابھرتا ہے اور اس کے ایمان کا حصہ ہوتا ہے اور ایمان باللہ سے اس کا شعور واحساس اور اس کی سوچ اور فکر پاکیزہ ہو جاتی ہے، وہ جہاں بھی ہوتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اللہ سے اس طرح نہیں چھپ سکتا جس طرح کہ وہ انسانوں سے چھپتا ہے اور وہ اپنے آگے کوئی ایسا دروازہ نہیں بند کر سکتا کہ پھر اس کا اللہ اسے نہ دیکھ سکے اور چونکہ اللہ سبحانہٗ اس کے دل میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں اس لیے اس کا دل آلائش اور میل سے ہر وقت پاک وصاف رہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

"احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اُسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔"(۱)

اللہ سبحانہٗ کی اس خشیت اور تقویٰ سے نفس انسانی مستقیم ہو جاتا ہے اور نفس انسانی کے مستقیم ہونے کے نتیجے میں معاشرہ اور تمام امور مستقیم ہو جاتے ہیں، اور معاشرہ ہر جرم ہر برائی اور ہر کینہ سے پاک رہتا ہے کیونکہ اس معاشرے کے انسانوں کا باہمی طرز عمل دراصل احکام الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔

حُبّ الٰہی

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کے زیر سایہ اور قرآن کے ماحول میں زندگی گزارنے والا مومن جہاں اللہ سبحانہ سے تقویٰ اور خشیت اختیار کرتا ہے وہیں وہ ذات باری تعالیٰ سے محبت بھی کرتا ہے۔ وہ اپنے عقیدے کی حدود میں رہتے ہوئے اللہ سے محبت کرتا اور اس سے ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہے، مگر اللہ سبحانہٗ کی یہ محبت اور ان کی ملاقات کا یہ اشتیاق یکا یک پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ دراصل یہ محبت وشوق بہت سے اعمال واقوال اور متعدد مشاعر و احساسات کے بعد وجود میں آتا ہے اور ان سب اعمال و کیفیات کے نتیجے میں یہ محبت پیدا ہوتی ہے۔

---

(۱) امام بخاریؒ نے یہ الفاظ حدیث ایمان میں نقل کیے ہیں، نیز ملاحظہ کیجیے مصنف کی کتاب **قبسات من الرسول** کا باب **تعبد اللہ کانک تراہ**

مومن کی تمام زندگی اللہ سبحانہ کی معیت میں بسر ہوتی ہے وہ اس کائنات میں اپنی عملی زندگی اور اپنے نفس میں اپنے جذبات واحساسات کے ساتھ ہمہ وقت اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ رہتا ہے اس کا ہر علم ہر فکر اور ہر شعور اس کی نماز اور اس کی عبادت اللہ سبحانہٗ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے پوشیدہ مشاعر، اس کے نازک احساسات اور اس کے ہر لمحے اور ہر لحظے میں اس کی ذات کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ سے قائم اور استوار رہتا ہے اور بالآخر اسی دائمی تعلق کے نتیجے میں اللہ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے ایسی محبت جن کو نہ الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی تعبیر اختیار کی جا سکتی ہے اور یہ محبت نفس کے آفاق کو سمیٹ لیتی اور اپنے نور سے کائنات کو منور کر دیتی ہے۔

ہر چند کہ حب الٰہی مومن کے نفس کے پردوں میں پنہاں ہوتی ہے مگر خود اس کی ذات سے مخفی نہیں ہوتی اور اسے اس کا پوری طرح احساس وشعور ہوتا ہے اور اس کا قلب اس محبت سے معمور ہوتا ہے اور وہ اس محبت کو الفاظ کے پیراہن میں بیان کرنے کا بالکل محتاج نہیں ہوتا۔

یہی محبت دراصل اَوج عبادت ہے اور اسی کے طفیل مومن رضا ورغبت اور شوق کے ساتھ عبادت میں لگا رہتا ہے اور ان تمام امور کو بڑی خوشی سے انجام دیتا ہے جن سے اس کی انسانیت ترقی کرتی اور اس کی روح انسانیت کی رفیع منازل کی جانب گامزن ہو جاتی ہے۔

مومن جب اسلام کے سائے تلے اور قرآن کی فضا میں زندگی گزارتا ہے تو وہ یقینی طور پر اپنے وجود کو اللہ جل شانہٗ کے سپرد کر دیتا ہے، اس لیے کہ اللہ ہی مالک ورازق ہے وہی موت وحیات کا مالک ہے اور وہی کائنات کے ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٢ فاطر 35:2

اور وہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں وہ زبردست اور حکیم ہے۔

مومن زندگی کے ہر معاملے میں اللہ سبحانہٗ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ غیر

اللہ کی جانب رجوع کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت اور کوئی فائدہ نہیں ہے، بلکہ غیر اللہ کی جانب رجوع سے انسان کو سوائے رسوائی، خسران، ضعف اور کمزوری کے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ النساء 139:4

کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں حالانکہ عزت تو ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔

اور اگر انسان خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کو اپنا ملجا بنا بھی لے تو کبھی وہ قدرت الٰہی سے باہر نہیں نکل جاتا اور نہ کسی نقصان سے بچ سکتا ہے اور نہ اسے بغیر حکم الٰہی کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

''اس حقیقت کو اچھی طرح جان لو کہ اگر ساری امت مجتمع ہو کر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ نے وہ فائدہ تمہارے مقدر میں نہ لکھ دیا ہو اور اگر سب لوگ مجتمع ہو کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ اس نقصان کو اللہ نے تمہارے مقدر میں نہ لکھ دیا ہو۔'' (ترمذی)

غرض اللہ سبحانہٗ کی قدرت پر اس اعتقاد و یقین سے نفس انسانی میں اللہ پر اطمینان پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنے آپ کو تقدیر الٰہی کے سپرد کر دیتا اور اس کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔

یہی وہ عقیدہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس میں جاگزیں ہو گیا تھا اور آپؐ نے اپنی ذات اور وجود کو اللہ سبحانہٗ کے سپرد فرمایا تھا اور آپؐ ہر آسانی اور ہر تکلیف میں رضائے الٰہی پر راضی اور اللہ کی مرضی پر مطمئن رہتے تھے۔ اس لیے کہ حقیقت یہ ہے کہ

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ البقرہ 216:2

ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو۔

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ النساء 19:4

تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

اللہ سبحانہٗ ہر امر سے واقف ہے اور وہی اسباب پر ان کے نتائج مرتب کرتا ہے اور

ان نتائج کو اپنی حکمت اور قدرت سے بروئے کار لاتا ہے جب کہ انسان کسی شے کا مالک نہیں ہے اور نہ اسے یہ قدرت ہے کہ وہ کسی سبب کا کوئی نتیجہ مرتب کرسکتا ہے اور نہ اسے حتمی طور پر یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کہاں برائی مخفی ہے اور کہاں اچھائی پنہاں ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ انسان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی مدبر ہے وہی قادر ہے اور وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اسی طرح اسلام کے دَورِ اول میں یہ عقیدہ مسلمانوں کے نفوس پر اثر انداز ہوا اور مسلمانوں نے اپنے نفوس اللہ سبحانہٗ کے سپرد کردیئے اور اپنے تمام اعمال اور تمام مشاعر احکام الٰہی کے تابع کردیئے اور اسی خیرِ کامل کو اختیار کرلیا اور حق کی اس صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

ایمانِ حق

ایمان حق ہر نفس پر اسی طرح اثر انداز ہوتا ہے اور اس طرح مومن اپنے ہر معاملے کو اللہ سبحانہٗ کے سپرد کردیتا ہے اس کی تقدیر پر مطمئن ہوجاتا ہے اور کسی بھی بڑی یا چھوٹی ناخوشگوار بات پر وہ مضطر اور پریشان نہیں ہتا اور نہ خوشی کے وقت آپے سے باہر ہوتا ہے نہ وہ رزق کے معاملہ میں بے چین ہوتا ہے کہ رزق اللہ سبحانہٗ ہی کے ہاتھ ہے نہ زندگی اور موت پر افسردہ ہوتا ہے کہ یہ بھی اللہ ہی کی قدرت میں ہے اور نہ بیماری اور نہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر جزع وفزع کرتا ہے کہ یہ سب امور اللہ سبحانہٗ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿١٩﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿٢١﴾

المعارج 70:21-19

انسان تھڑدِلا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔

اس ایمانِ حق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مومن ہر بار سے ہلکا ہوکر اعمالِ خیر میں لگ جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ اس طرح انسان میں سلبیت کمزوری اور ناتوانی پیدا ہوتی ہے، ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ نہ تو سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی جہاد مسلسل

سے گریز کیا اور نہ آپؐ کی راہنمائی میں تربیت پانے والی امت مسلمہ نے اس جہاد مسلسل سے کبھی پہلوتہی کی بلکہ حضرت رسالت مآب کی ذات گرامی اور آپؐ کے صحابہ مسلسل خیر وترقی کی جدوجہد میں لگے رہے۔ اور انسانیت کو جو ترقی اور خیر کی معراج حاصل ہوئی وہ دراصل اپنی زندگیوں کو اللہ سبحانہٗ کے سپرد کر دینے کا ہی نتیجہ ہے اور یہی وہ خدا پر توکل ہے جس سے قوتِ ارادی صیقل ہوتی ہے اور قلب سے اعصاب کو تباہ کر دینے والے اضطراب اور قلق کا زنگ دور ہو جاتا ہے اور خوف سے پیدا ہونے والا تردد اور واقعات کے مقابلے سے ناتوانی کا احساس یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ تمام واقعات وحادثات اور ان کے جملہ نتائج اللہ سبحانہٗ کے ہاتھ ہیں۔ تو پھر تردد، خوف اور ناتوانی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس توکل سے عزم، قوت اور جوش وولولہ پیدا ہونا چاہئے۔ چنانچہ اسی عزم قوت اور جوش وولولے کے نتیجے میں تاریخ عالم کی وہ بے نظیر قوم ابھری جس کی تاریخ جہاد اور بے خوفی سے معمور ہے اور جو موت سے قطعاً خائف نہیں ہے اور جو ساری بنی نوع انسان کے لیے خیر امت بنا کر پیش کی گئی ہے۔

عبادت، روحانی تربیت کا موثر ذریعہ

مومن کی اس روحانی تربیت کا مؤثر ذریعہ عبادت ہے اور عبادت بھی اپنے مکمل اور جامع معنی کے لحاظ سے جو تمام زندگی پر مشتمل ہے خود فرض عبادات یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ، اور حج سے مقصود روح کی تربیت ہی ہے اور ان عبادات سے عملی زندگی کی مشکلات اور مسائل اور جسم کی گرانباریوں اور شہوتوں کی اکساہٹوں کے بالمقابل نفسِ انسانی کو توانائی میسر آتی ہے۔

خاص طور پر نماز ساری عبادتوں کا جوہر اصلی ہے اور اسی لیے اسلام میں نماز کی شدید تاکید کی گئی ہے چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ جب ایک مسلمان نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور ہاتھ دھوتا ہے تو وہ ان ہاتھوں کو دھو کر صرف ان کی ظاہری گندگی ہی کو صاف نہیں کرتا بلکہ وہ گناہ کی ان آلودگیوں کو بھی دھو ڈالتا ہے جس کا ارتکاب اس نے ان ہاتھوں سے کیا ہو، اور وضو کرتے وقت اسے یہ شعوری احساس ہوتا ہے کہ اس نے درحقیقت اپنے ہاتھوں کو گناہوں

کی آلودگیوں اور مَیل کچیل سے بالکل پاک وصاف کرلیا ہے، یہی نہیں بلکہ وہ اپنے خدا کے حضور توبہ واستغفار کرتا ہے اور مغفرت کے لیے اللہ سبحانہ کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے۔

مومن وضو کے دوران جب اپنا چہرہ دھوتا ہے اور اپنی آنکھیں دھوتا ہے تو جہاں آنکھوں سے گردوغبار دھوتا ہے وہاں ان آنکھوں سے پڑنے والی ہر گناہ کی نظر کا اثر بھی دھو ڈالتا ہے اور اپنی نگاہ کے گناہوں پر اللہ کے حضور شرمندگی کا اظہار کرتا ہے۔

اسی طرح وضو کرنے والا جب اپنی کلائیاں، اپنا تمام چہرہ اور اپنے پیر دھوتا ہے تو جہاں ان کے ظاہری میل کچیل کو دھو کر پاک وصاف کرتا ہے وہیں وہ اس وضو سے طہارت روح کا مقصد بھی حاصل کرتا ہے اور ان اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہوں پر خدا سے معافی کا طلبگار ہوتا ہے اور اس طرح اس کے جملہ اعضائے وضو ہر ظاہری میل کچیل اور ہر روحانی آلائش اور آلودگی سے پاک وصاف ہوجاتے ہیں۔

وضو کے ان فوائد اور اس کی حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بار بار بیان فرمایا ہے اور ان تاکیدات اور توضیحات کا مقصد یہی ہے کہ وضو کی اصل حقیقت مومن کے دل میں پوری طرح جاگزیں ہوجائے اور مسلمان اس کو محض ایک عادت کے طور پر انجام نہ دے کہ بے اعتنائی، بے توجہی اور غیر شعوری طور پر جوں توں وضو کرکے نماز شروع کرڈالے بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ مسلمان پورے شعور اور تمام توجہ کے ساتھ پورے خشوع، عاجزی اور حسنِ نیت کے ساتھ وضو کرے اور پھر اللہ جل شانہٗ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو اور ان پاکیزہ نورانی لمحات میں خدائے لم یزل سے اپنا تعلق اور رابطہ قائم کرلے۔

وضو کا مقصود صرف یہی نہیں ہے کہ مومن اس کے محسوس اور ظاہری پہلو کو مدنظر رکھے اور اس کے معنوی پہلو کو نظرانداز کردے کیونکہ اس کے معنوی پہلو کو نظرانداز کردینے سے تو اس کی ساری افادیت ختم اور ساری معنویت ضائع ہوجائے گی کیونکہ وضو کی اصل روح تو یہ ہے کہ مومن کے اعضاء نہ صرف یہ کہ ظاہری طور پر پاک ہوجائیں بلکہ یہ طہارت معنوی طور پر بھی ہو اور وہ فی الواقع معنوی طہارت اور روحانی پاکیزگی حاصل کرکے اللہ کے حضور سر جھکانے کے قابل ہوجائے۔ یہ نہ ہو کہ جب بندہ خدا کے حضور میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو تو

اس کی روح کی پاکیزگی دھندلا چکی ہو اور پھر سے زنگ آلود ہو چکی ہو، بلکہ جب مومن وضو کر کے اپنے خدا کے حضور میں پہنچے تو اس کی روح بالکل پاکیزہ اور مطہر ہو اور ارضی آلائشوں سے بالکل پاک اور مادی زندگی کی الجھنوں، ضرورتوں وابستگیوں اور علائق دنیا سے بالکل بے نیاز ہو کر اور ہر آلائش سے پاک وصاف ہو کر ملکوت الٰہی کی سیر کرے اور اپنے خدا سے مناجات کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی باطنی روح کو فراموش کر کے صرف ظاہری جسم ہی کو مدنظر نہ رکھے اور یہ نہ ہو کہ عالم ظاہر تو اس کے مدنظر ہو مگر عالم مخفی سے وہ غافل ہو جائے بلکہ اسے تمام زندگی کا مکمل اور پورا شعور ہو اور اسے ضمیر کی گہرائیوں اور مکمل اور جامع حقیقت کا شعور اور ذات الٰہی کا وجدان حاصل ہو اور اس شعور و وجدان کے ساتھ مسلمان نماز کا آغاز کرے اور عالم نور کی بے کراں وسعتوں میں داخل ہو جائے۔ اس کے قلب کے دریچے کھل جائیں اور اسے احساس ہو کہ وہ محسوسات کے تنگ دائرے، واقعی دنیا کی حدود اور مادی دنیا کی تنگنائیوں سے نکل کر بے حدود بے کراں وسیع عالم میں داخل ہو گیا ہے اور اس دنیائے نور میں پہنچ گیا ہے جس کی کوئی حدود نہیں ہے جس نور کا ادراک صرف مجلّٰی اور پاکیزہ روح ہی کر سکتی ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ النور 35:24

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا۔ اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑک پڑتا ہو، چاہے اس کو آگ نہ لگے (اس طرح روشنی پر روشنی پڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے راہنمائی فرماتا ہے۔

نماز بندے کا تعلق اس کے خالق سے قائم کر دیتی ہے اور یہ ایسی عجیب شے ہے جس کی مخلوقات میں کوئی شے بھی مشابہ نہیں ہے یہ نماز ہی ہے جس کی بدولت انسان کی روح آسمانوں کی سیر کرتی ہے جب کہ وہ جسمانی طور پر زمین ہی پر موجود ہوتا ہے نماز کی حالت میں مومن اللہ کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے اور مادی دنیا کے پردوں کو چاک کر کے آفاق بلند تک پہنچ جاتا ہے اور وہ اس کی روح دَوام اور حقیقت وجود سے آشنا ہو جاتی ہے۔[1]

روزہ کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٨٣﴾ البقرہ 183:2

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔

یعنی روزے کا اصل مقصود تقویٰ ہے اور یہ تقویٰ اللہ سبحانہٗ کے احکام کی اطاعت اور تعمیل سے پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ انسان جسمانی اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے پرہیز کرے تا کہ اس کا روزہ صرف کھانے پینے سے اجتناب کا روزہ نہ ہو بلکہ اس کے نفس کا روزہ ہو اور اس روزے کے دوران وہ پوری طرح اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ ہو اور اس کے دل میں آنے والا ہر خیال اور اس کے شعور کا ہر احساس پاکیزہ ہو اور اس کی ہر نظر ہر تصور اور ہر سوچ طاہر ہو جس سے یہ روزہ کے صحیح اثرات مرتب ہوں یعنی قلب میں تقویٰ پیدا ہو اور روح آفاق بلند سے روشنی حاصل کر سکے۔

اسی طرح زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ نفس بخل کی برائی سے پاک اور روح خود پسندی کے بوجھ سے آزاد ہو جائے اور انسان پوری بنی نوع انسان کے ساتھ اخوت کے رشتے کو محسوس کرے اور اسے ایسے انسانی بھائی چارہ کا احساس ہو جو اس کے احساس ملکیت پر غالب آ جائے کیونکہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی خاندان کی طرح ہیں اور خاندان کی ملکیت تمام افراد خاندان کی ملکیت ہوتی ہے اور اس اللہ کی نعمت اور اس کے عطاء کردہ رزق میں سب

---

(۱) مصنف کی کتاب قسبات من الرسول ﷺ کا ایک باب جو شائع نہیں ہوا۔

شریک ہوتے ہیں۔

حج کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾
لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ
بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ﴿۲۸﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ
اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ
مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ
بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى
الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ
الْاَنْعَامِ ۭ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ۭ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ
اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ الحج 22:27-35

اور لوگوں کو حج کے لیے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں، خود بھی کھائیں اور تنگدست و محتاج کو بھی دیں پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذر پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔ یہ تھا (تعمیر کعبہ کا مقصد) اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے اور تمہارے لیے مویشی جانور حلال کیے گئے ماسوا ان چیزوں کے جو تمہیں بتائی جا چکی ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو یکسو ہو کر اللہ کے بندے بنو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک لے گے یا ہوا اسے ایسی جگہ لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔ یہ ہے اصل معاملہ (اسے سمجھ لو) اور جو اللہ کے

مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔ تمہیں ایک وقت مقرر تک ان (ہدی کے جانوروں) سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے پھر ان (کے قربان کرنے) کی جگہ اسی قدیم گھر کے پاس ہے۔ ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تا کہ (اس امت کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں (ان مختلف طریقوں کے اندر مقصد ایک ہی ہے) پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اور اسی کے تم مطیع فرمان بنو اور اے نبیؐ بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو جن کا حال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں جو مصیبت بھی ان پر آتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

مقدس مقامات کی زیارت اور فریضہ حج کی ادائیگی کے عملی زندگی میں عجیب اور بے مثال نتائج ظاہر ہوتے ہیں اور بہت ہی عجیب حالات رونما ہوتے ہیں اور انسانی نفس اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد مادی وابستگیوں اور جسمانی خواہشوں سے پاک صاف ہو کر خالصتاً اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی رضا اور مغفرت کا طلبگار رہتا ہے۔

اور جب حجاج ان مقامات سے گزرتے ہیں جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تھے ان مقامات پر نماز پڑھتے ہیں جہاں آپؐ نے نماز پڑھی تھی اور ان مقامات پر عبادات کرتے ہیں جہاں وحی نازل ہوئی اور جہاں رسالت مآبؐ نے جہاد کیا اور صبر کیا اور جنگ کی اور فتح و کامیابی سے ہمکنار ہوئے تو حجاج کے دل کی گہرائیوں میں عجیب احساسات پیدا ہوتے ہیں اور ان کے آلائشوں سے پاک وجود اللہ کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔ [1]

اسلام میں عبادات کا مفہوم

مذکورہ بالا اسلام کی چند عبادات ہیں لیکن اسلام میں عبادت کے محدود معنی نہیں ہیں بلکہ اسلام میں عبادت کے بڑے وسیع معنی ہیں اور اس کا حقیقی مفہوم تمام زندگی کو مشتمل ہے یعنی انسان جو عمل بھی خدا کے حکم کے مطابق اور رضائے الٰہی کی خاطر انجام دے وہ عبادت ہے اور جس فعل کو اللہ کی رضا کے لیے ترک کر دے وہ بھی عبادت ہے نفس کی گہرائیوں سے

(۱) ملاحظہ کیجئے۔ النفس و المجتمع کا باب "اسلامی عبادات"۔

ابھرنے والا ہر پاکیزہ شعور عبادت ہے اور خدا کی رضا کے لیے ہر پست تصور سے رک جانا بھی عبادت ہے شب و روز میں کسی بھی وقت اللہ کی یاد عبادت ہے اور اس طرح انسان کی تمام زندگی عبادت ہے اور انسان زندگی کے جس پہلو کو بھی احکام الٰہی کی پیروی میں گزار رہا ہو وہ عبادت ہے۔

غرض اسلام میں عبادت کا مفہوم بندے کا اپنے خدا کے ساتھ مسلسل تعلق اور رابطہ کا نام ہے اور یہی تعلق روح کی دائمی تربیت ہے یہ تعلق محبت، خشیت اور تقویٰ کا تعلق ہے یہ تعلق خدا کی رضا کے حصول اور اس سے محبت کا تعلق ہے اور اس تعلق کے بے شمار نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

ایک نتیجہ تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اور کائنات کے درمیان محبت والفت اور نرمی اور مہربانی کا ایک عجیب اور جاندار رابطہ قائم ہو جاتا ہے کیونکہ انسان اس عظیم ترین کائنات ہی کا ایک حصہ ہے اور اسی خالق کی مخلوق ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اس لیے انسان اور کائنات میں قرابت اور الفت کا تعلق قائم ہونا چاہئے اور ایک قلب کو دوسرے قلب سے اور ایک شعور کو دوسرے شعور سے مربوط ہونا چاہئے۔

اس تعلق اور ربط کو قرآن کریم مختلف ذرائع سے ابھارتا ہے چنانچہ کہیں مناظر کائنات زندہ اور متحرک انداز میں پیش کئے جاتے ہیں۔

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ۖ قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ﴿١١﴾

فصلت 11:41

اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو، انہوں نے کہا: ہم دونوں آ گئے فرمانبرداروں کی طرح۔

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾ الانشقاق 84:5-1

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے

(کہ اس کی تعمیل کرے)۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ الشمس 1-4:91

سورج اور اس کی دھوپ کی قسم اور چاند کی قسم جب کہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے اور دن کی قسم جب کہ وہ (سورج کو) نمایاں کر دیتا ہے اور رات کی قسم جب کہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝۱ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝۲ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝۳ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝۴ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝۵ الزلزال 5-1:99

جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈالے دے گی اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے اس روز وہ اپنے (اوپر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی کیونکہ تیرے رب نے اسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہوگا۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰ یٰسین 40:36

نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے، سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ الحج 5:22

اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا کہ یکایک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی۔

تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ فصلت 39:41

اور تم دیکھتے ہو کہ زمین دبی پڑی ہے پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا کہ یکایک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

الحشر 21:59

اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

لِّتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَىۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِيۡلًا ۝۱۲ الاسراء 12:17

دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا۔

وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝۱۸ التکویر 17-18:81

اور قسم ہے رات کی جب وہ رخصت ہوئی اور صبح کی جب کہ اس نے سانس لیا۔

کہیں پر تمام مخلوقات کا یکجا ذکر کیا جاتا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ۚ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝۱ الحشر 1:59

اللہ ہی کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی غالب اور حکیم ہے۔

يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَيَعۡلَمُ مَا تُسِرُّوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ‌ ؕ التغابن 4:64

زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اسے علم ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے۔

وَلَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ ۝۲۶ الروم 26:30

آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اسی کے بندے ہیں سب کے سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَيۡنَ اَنۡ يَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ‌ ؕ الاحزاب 72:33

ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔

کبھی یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان اسی مٹی سے پیدا ہوا جس سے دیگر مخلوقات وجود میں آئی ہیں۔

وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۝۱۷ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ۝۱۸

نوح 17,18:71

اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکا یک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى ۝ طٰهٰ 20:55

اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکال لیں گے۔

جمالِ تخلیق

فنون لطیفہ بھی انسان اور کائنات کے درمیان ربط و تعلق پیدا کرتے ہیں مگر ان سے اس کا اصل مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جمال کائنات نظریہ اسلامی کا ایک حصہ ہے اور اس کے ذریعے نفس میں وسعت تصور میں گہرائی اور ادراک میں بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اس سے مقصود اللہ سبحانہ تک رسائی ہے اور اس طرح فن عقیدے سے مل جاتا اور مادی احساس روحانی احساس کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اس وسعت اور جامعیت سے انسان کی اندر کی دنیا سنور جاتی اور نتھر جاتی ہے اور انسان، انسان صالح بن جاتا ہے کیونکہ اس کے آفاق کی وسعت کی بناء پر اور اس کا اللہ سے تعلق قائم ہو جانے کی بنا پر اس کے نفس کے سامنے سے پردے ہٹ جاتے اور رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

اس بلند آفاقیت کا ایک نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان تمام جانداروں سے محبت کرنے لگتا ہے کیونکہ جب انسان روح کے رشتے سے اپنے اور تمام زندہ کائنات کے درمیان ایک تعلق کا احساس کرتا ہے تو اس کو اپنے اندر ایک جاندار تعلق ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور وہ تمام زندگی کی حامل موجودات کے ساتھ ایک تعلق محبت کا احساس کرنے لگتا ہے۔

قرآن کریم میں زندہ موجودات کے بارے میں گفتگو، خواہ وہ نباتات ہوں یا حیوانات، انسانی نفس میں یہی احساس پیدا کرتا ہے اور انسان ان موجودات سے قرابت کا گہرا روحانی تعلق محسوس کرنے لگتا ہے اور اس طرح ہر انسان میں ہر جاندار کے لیے ایک تعلق محبت پیدا ہو جاتا ہے اور حتیٰ کہ یہ تعلق اس وقت بھی موجود ہوتا ہے جب انسان کسی جانور کی ایذاء سے اپنی مدافعت کر رہا ہوتا ہے اور اس وقت بھی انسان کے دل میں محبت و الفت اور نرمی و مودت کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

یہ احساس اور تمام وسیع کائنات کے ساتھ الفت کا احساس انسانی نفس کی تہذیب اور

اس کی سختی اور خشونت دور کرنے میں بڑا موثر ثابت ہوتا ہے کیونکہ نفس کو اس نرم و نازک اور لطیف احساس الفت اور شعور مودت کا عادی بنا لینے سے نفس کی اس کسل مندی کا ازالہ ہوجاتا ہے جو اس میں مادی اور واقعی زندگی کے برتاؤ سے اور حصول رزق کی جدوجہد سے پیدا ہوجاتی ہے اور یہ کسل مندی انسانی جسم میں زہر کی طرح سرایت کرجاتی ہے اور اسے ناکارہ بنا دیتی ہے اس لیے اس کا دور کرنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ جس طرح جسم کھانوں کی تیز ابیت کے جمع ہوجانے سے بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے اسی طرح نفس بھی سمومیت کے ارتکاز سے بیمار ہوجاتا ہے اور نفس کی یہ سمومیت جذبہ محبت سے دور ہوتی ہے جو دراصل وہ بلند اور شفاف روح ہے جس میں عظمت انسان جھلکتی ہے اور جو اس نفخۂ روحانی کی خوشبو ہے جسے اللہ سبحانہ' نے مشت خاکی میں پھونکا ہے۔

اور یہی وسیع حدود کی حامل ہر شے سے محبت ہے جو اسلام اور قرآن نفس انسانی میں پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح اسلام انسان اور انسان کے درمیان رشتہ محبت و مودت پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ انسان ان دوسرے انسانوں سے بھی محبت کرتا ہے جو اس کو زندگی کے راستوں میں تکلیفیں پہنچاتے اور اس کے لیے اذیت کا باعث بنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی دائمی عبادت اور مسلسل اور پیہم اس کی رضاء کے حصول کی کوشش انسان کے شعور کی گہرائیوں دوسرے افراد بنی نوع انسان کے لیے جذبہ محبت پیدا کردیتی ہے کیونکہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں اور بربنائے تخلیق باہم بھائی بھائی ہیں اور تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور اس تخلیقی ماہیت کے لحاظ سے باہم بھائی بھائی ہیں اور سب انسانوں کو اللہ ہی کی جانب رجوع کرنا ہے اس لیے بلحاظ انجام بھی بھائی بھائی ہیں اور سب ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے بربنائے انسانیت بھائی بھائی ہیں اور تمام انسانوں کو اللہ واحد ہی کی عبادت کرنی چاہئے اس لیے مقصد وجود کے لحاظ سے بھی بھائی بھائی ہیں۔

اور اسی سے انسانیت میں محبت اور افراد بنی نوع انسان میں تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس تعلق اور اس رشتے کو اسلام اپنی ہدایات اور توجیہات سے غذا پہنچاتا ہے، یہاں تک کہ یہ

تعلق عقیدے کا ایک جز اور انسانی وجود کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔

نفس کی گہرائیوں میں موجود اس اصول اور ضابطہ کی بناء پر لوگوں میں برائی کی کشمکش ایک زائل ہو جانے والی عارضی حالت ہوتی ہے اور سلامتی ہی زندگی کی اصل اور مستقیم (Normal) حالت ہوتی ہے جب کہ جنگ و پیکار ایک شاذ (Abnormal) حالت ہوتی ہے خواہ یہ پیکار و کشمکش اور یہ جنگ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو جائے اور خواہ ایذاء رسانی اپنی انتہا کو کیوں نہ پہنچ جائے مگر افراد بنی نوع انسان کے درمیان کینہ نہیں ہوگا بلکہ وہ بدستور اپنے دلوں میں برائی کو برا ہی محسوس کرتے رہیں گے اور اس امر کی توقع رکھیں گے کہ کسی وقت وہ ہدایت پا جائیں گے اور سرکشی سے باز آ جائیں گے۔

بلکہ اگر یہ امید بھی منقطع ہو جائے اور یہ توقع بھی ختم ہو جائے، شر بالکل چھا جائے اور جنگ برملا ہو جائے پھر بھی کینوں پر غالب آ جانے والے بلند انسانی مشاعر کی بناء پر یہ جنگ جنگلی جانوروں کی سی جنگ کی طرح نہ ہوگی اور اس میں ان جیسی وحشت و بربریت پیدا نہیں ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتول کے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور سختی سے اس کی ممانعت کی ہے اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اللہ سبحانہٗ نے ہر شے کے بارے میں حسن کاری لازم فرمائی ہے اسی لیے جب تم قتل کرنے لگے تو اس قتل میں بھی احسان سے کام لو۔''

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''قیدیوں سے اچھا سلوک کرو۔''

اور آپؐ نے اپنی قوم کے ان افراد کے بارے میں جنہوں نے آپؐ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہر طرح کی زیادتیاں کیں۔ فرمایا:

''اے اللہ! میری قوم کے لوگوں کو معاف فرما دے کہ یہ نہیں جانتے۔''

مسلمانوں نے ہر جنگ میں اسی شعور و عمل کا مظاہرہ کیا ہے یہاں تک کہ صلیبی جنگوں میں جب انہیں اس دشمن پر قدرت حاصل ہوئی جو تمام معاہدوں کی دھجیاں بکھیر چکا تھا اور

جس نے ہر سرکشی اور عہد شکنی کو شعار بنایا ہوا تھا اور جس نے بیت المقدس میں مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان کے خون کا ہولناک حوض بھر دیا تھا اس وقت بھی مسلمانوں نے اپنی مذہبی ہدایات کے پیش نظر اپنے نفس اور تمام انسانیت سے بلند تر ہو کر مجرمین سے ہو بہو انتقام نہیں لیا۔

یہ پاکیزہ اور رفیع ترین احساس وشعور ہی دراصل دنیا میں ایک خوشگوار اور صالح زندگی کی مفتاح ہے اور یہی اللہ کی سنت اور اللہ سبحانہ' کی مسلسل اور پیہم عبادت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔

ہر چند کہ انسانی اصلاحی تحریکات کے مدنظر بھی یہی مقصد ہوتا ہے اور ہر تحریک کسی نہ کسی خیر پر ضرور مشتمل ہوتی ہے مگر امر واقعہ یہ ہے کہ چونکہ انسانی اصلاحی تحریک اللہ سے جدا اور عقیدے سے دور ہوتی ہے اس لیے وہ نہ تو اپنے دائرہ حدود سے تجاوز کر سکتی ہے اور نہ عملی زندگی میں کوئی واقعی نتیجہ بروئے کار لا سکتی ہے بلکہ اس کی حقیقت ایک خواب اور دلکش تصور سے آگے نہیں بڑھتی جیسے مثلاً گاندھی کے بلند انسانیت کے نعروں کو لیجئے کہ جوں ہی یہ تصورات عملی زندگی میں آتے ہیں اور ان کا واسطہ مسلمانوں سے پیش آتا ہے یہ فوراً سخت مذہبی عصبیت اور وطنی قومیت میں تبدیل ہو کر ہر حرمت کو پامال کرتے اور ہر قانون کو پاؤں تلے روندتے نظر آتے ہیں اشتراکیت ہی کو لیجئے جس نے عملی صورت میں ۱۹۴۸ء میں عرب دنیا پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کی تائید کی اور الجزائر میں فرانس کے ظلم وستم کی مؤید بنی رہی۔ (حالانکہ اشتراکیت بزعم خود ساری دنیا کے مظلوموں کی دادرسی کی دعوے دار ہے۔)

عبادت الٰہی کے فوائد

عبادت الٰہی کا ایک فائدہ یہ مرتب ہوتا ہے کہ انسان جسمانی محرک پر غلبہ پا کر مادی بوجھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے۔ بلاشبہ انسانی وجود کے جسمانی محرکات بھی ناگزیر ہیں اور ان کی تکمیل بھی مطلوب اور پسندیدہ ہے، یہ نہیں کہ ان کی تکمیل بری اور نجس ہے اس لیے انہیں دبا دیا جائے لیکن اس کے باوجود اگر انسان ان ہی جسمانی محرکات کا ہو کر رہ جائے تو انسان اپنے رفیع اور موزوں منصب خلافت کے لائق نہ رہے اور انسانیت کے مرتبے سے گر کر ایک حیوان بن کر رہ جائے۔ اور اپنی خواہشات کا غلام بن کر

رہ جائے اور ان سے کبھی آزادی نہ حاصل کر سکے اور نہ ان کی تکمیل ہی میں کامیاب ہو سکے۔ اس لیے کہ خواہشات نفس کی جس قدر تکمیل کی جاتی ہے اسی قدر ان کی آگ بھڑکتی اور ان کی بھوک چمکتی رہتی ہے حتیٰ کہ نفسانی خواہشات جہنم کی طرح منہ کھول کر کھڑی ہو جاتیں اور هَلْ مِنْ مَّزِيْد پکارنے لگتی ہیں اور کسی صورت میں بھی انسان کے بس میں نہیں رہتا کہ ان کی تکمیل کر سکے۔

اسی لیے اسلام ان محرکات اور دوافع کو کچلتا نہیں ہے بلکہ ان کو بروئے کار لا کر انہیں متوازن بناتا ہے اور روح کا رشتہ عالم ملکوت سے استوار کر کے جسمانی محرکات کو متوازن بنا دیتا ہے اور اس طرح روحانی پرواز سے انسان کسی قدر مادی گرفت سے آزاد ہو جاتا اور قلب کی سبک سیری سے جسم کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو ایسا ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتا ہے جیسے وہ کسی ایسے سیارہ پر چل پھر رہا ہو جس کی کشش ثقل بالکل کم ہو اور انسان اس پر اڑتا ہوا اور پرواز کرتا ہوا چلے۔

عبادتِ الٰہی کی ایک تاثیر یہ ہے کہ انسان مادی قوتوں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے ظاہر ہے کہ قوت الٰہی کے بالمقابل مادی قوتوں کی مطلقاً کوئی حقیقت نہیں ہے، اس لیے کسی مادی اور ارضی قوت کی پرستش سے سوائے ذلت درماندگی اور پستی کے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

مادی قوت یا تو اللہ کی بتائی ہوئی منہاج اور اس کی ہدایت کے مطابق ہو گی تو یہ قوت حق کی قوت ہو گی اور اس کی تائید لازمی ہے اور جس قدر بھی انسان کے بس میں ہو اس قوت کو ابھارے اور بروئے کار لائے۔ یا یہ قوت اللہ کی بتائی ہوئی منہاج سے ہٹی ہوئی اور اس کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے منحرف ہو گی تو یہ قوت باطل کی قوت ہو گی اور جس قدر انسان کے بس میں ہو اس قوت کی مزاحمت اور اس کا مقابلہ کرے اور اس سے جہاد کرے۔

حق اور باطل کے مابین مصالحت کا کوئی رویہ درست نہیں ہے بلکہ حق ہمیشہ اور مسلسل باطل سے جہاد کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ سبحانہ' حق کو کامیاب کر دے اور اہل حق کو زمین اور اہل زمین کا وارث بنا دے اور یہ جہاد انسان کے لیے اللہ کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت ہو گا اور یہ بہر حال جہاد ہو گا ایسا جہاد جس میں غلبہ اور فوقیت ہو، کمزوری ذلت اور بے

چارگی نہ ہو۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ آل عمران 139:3

''دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

مومن کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ حق ہر مادی فاسد طاقت سے بہتر اور زیادہ قوی ہے اگرچہ اس وقت عملاً حق کی مادی قوت باطل کی قوت سے کمزور نظر آئے اگرچہ حق مغلوب ہی کیوں نہ ہو جائے اور اس کی مادی قوت جہاد سے عاجز ہی کیوں نہ آ جائے۔ اس لیے کہ حق کی قوت کو اللہ کی قوت سے مربوط اور اس کی روح اللہ کی جانب سے ہدایت یافتہ ہے اور اسی لیے اسے باطل پر غلبہ حاصل ہے۔

باطل پر حق کے غلبہ کا یہ تصور عقیدہ اسلامی کا ایک اہم بنیادی عنصر اور اسلامی تربیت کا ایک جز ہے اور یہ نتیجہ ہے عبادت الٰہی اور تعلق باللہ کا اور یہ ثمرہ کبھی یکلخت سامنے آ جاتا ہے اور کبھی رفتہ رفتہ اور آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے لیکن بہرحال ایمان کے لیے یہ تصور ناگزیر ہے۔

عبادت الٰہی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ وہ مادی قوتیں جو بظاہر حق نظر آتی ہیں مگر درحقیقت باطل ہوتی ہیں، انسان اللہ کی قوت سے مدد حاصل کر کے ان پر غلبہ پالیتا ہے۔

اقتصادی، قوتیں، سیاسی قوتیں اور مادی قوتیں سب کے سب حقائق ضرور ہیں مگر یہ حقیر اور چھوٹی حقیقتیں ہیں جن میں نہ تو کوئی جبریت (Determinism) ہے اور نہ ان میں سے کوئی حقیقت تنہا کسی امر کو انجام تک پہنچا سکتی ہے جبکہ عقیدہ ان سب قوتوں پر غلبہ پا سکتا ہے اور انہیں صحیح رہنمائی عطا کر سکتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے جب مرتدین، مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا ارادہ فرمایا آپ اس وقت بالکل تنہا تھے اور کوئی مادی طاقت آپ کے ساتھ نہ تھی، لشکر اسلام اسی جنگ سے گریزاں تھا اور افکار اس ٹکراؤ سے خوفزدہ تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جنہوں نے اسلام میں بھی اور جاہلیت میں بھی زبردست جنگی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اس مسئلہ میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے متفق نہیں تھے مگر ان سب باتوں کے باوجود حضرت ابوبکرؓ نے فتح حاصل کی۔ ظاہر ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ کو یہ فتح قوت ایمانی سے حاصل ہوئی اور اس عجیب روحانی طاقت سے حاصل ہوئی جس کو ان کے اندر اسلام نے ابھارا تھا اور جو ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق سے پیدا ہوئی تھی اور یہ قوت اور طاقت ہر قوت پر غالب آ گئی تھی اور اس نے ہر پیمانہ بدل کر رکھ دیا تھا۔

اسی لیے اسلام نے اس روحانی طاقت کے حصول پر زور دیا ہے اور اسے اولین مقام عطا کیا ہے اس لیے کہ فی الواقع روحانی قوت ہی واقعی اور عملی زندگی کی صورت گری کرتی ہے یہی تعمیر و ترقی کی ضامن اور یہی حقیقی اور اصلی جوہر ہے جبکہ مادہ کی حیثیت محض لباس اور ظاہری پیکر کی سی ہے۔

اسلام روح کی تربیت کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتا ہے جو عمیق جامع اور مکمل ہے اور جو انسانی نفس کے مضراب کے ہر تار کو چھیڑتا ہے اور اس کے ہر جاندار پہلو کو بروئے کار لاتا ہے یہ طریقہ تربیت درحقیقت پوری انسانی زندگی کو مشتمل ہے اور زندگی کا کوئی پہلو بھی اس کے دائرہ اثر سے خارج نہیں ہے اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو بغیر راہنمائی کے رہ گیا ہو اور جس میں اسے پوری ہدایت نہ دی گئی ہو۔

اسلام کا یہ نظام تربیت شب و روز کا دائمی اور مسلسل عمل ہے جو انسان کی ہر عمل اور روش میں راہنمائی کرتا ہے بلکہ اس کے نفس کے اندر اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس کے مشاعر کو مانوس بناتا اور اس پر اللہ کے نور کا فیضان کرتا ہے۔

باب پنجم

عقل کی تربیت

ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ انسانی وجود ایک مربوط اور پیوست وحدت ہے اور اس وحدت کے اجزاء یعنی جسم عقل اور روح ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے اگر چہ ہم ضرورتاً برائے گفتگو ان کو علیحدہ علیحدہ موضوع بنا لیتے ہیں مگر فی الواقع یہ جدا جدا نہیں ہیں۔

اسی باب میں اور اگلے باب میں ہم اسی ارتباط اور پیوستگی کی حقیقت بیان کریں گے اگر چہ ہم نے تربیت روح کو بھی ایک علیحدہ باب میں موضوع گفتگو بنایا ہے اس لیے کہ روح ہی وہ اساس ہے جس پر اسلام کی تمام عمارت قائم ہے اور یہی روح اسلام میں جملہ اجتماعی، اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور فکری اداروں کی بنیاد ہے لیکن اس باب میں بھی اور اگلے باب میں بھی یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ عقل کی تربیت اور جسم کی تربیت دونوں کی دونوں روح کے ساتھ مربوط ہیں اور اس کے ساتھ مل کر اور مربوط و پیوست ہو کر ایک وجود اور ایک وحدت کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور آگے چل کر ہمیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ دراصل اسلامی منہاج اپنے ہر اسلوب تربیت میں روحانی پہلو کو مدنظر رکھتا ہے یعنی باغ انسانیت کا ہر پودا روح سے غذا حاصل کر کے نشوونما پاتا ہے اور گلستانِ آدم کا ہر غنچہ روح کی خوشبو سے مہکتا ہے اور انسانی فکر کی ہر سوچ اور انسانی جسم کی ہر حرکت روح کے تابع ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عقل انسانی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت اور انسانی قوتوں میں سے ایک اہم قوت ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝۲۳ الملک 23:67

ان سے کہو، اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے

والے دل دیئے مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔

فؤاد کا لفظ قرآن کریم میں عقل یا شعوری قوت یا قوت ادراک کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

انسان کو اس کی عقل نے فریب میں مبتلا کیا ہے کیونکہ اسی عقل کے ذریعے انسان نے اشیاء کے درمیان امتیاز کیا ہے ان کی خصوصیات (Characteristics) کو دریافت کیا ہے ان کے فوائد دریافت (Discover) کیئے ہیں اور کائنات میں موجود مادہ کو مختلف صورتیں عطا کی ہیں۔

خاص طور پر دورِ جدید کے انسان کو اس کی عقل نے فتنے میں مبتلا کر دیا ہے اور وہ عقل کے ذریعے ہونے والی ایجادات اور اکتشافات اور ایٹم اور راکٹ کی ایجادات سے عقل ہی کو خدا مان بیٹھا ہے اور اس نے عقل کو سب کچھ سمجھ کر روح کو بالکلیہ نظر انداز کر دیا ہے جو روح اللہ سے تعلق اور نامعلوم کی واقفیت کا ذریعہ ہے۔

انسان کا یہ فریبِ عقل بالکل ہی بے بصر ہے کیونکہ اگر اس میں بصیرت ہوتی تو انسان خود اپنے وجود کے پر تراش کر اسے مادہ کا پابند اور زمین کا گرفتار نہ بنا دیتا جب کہ انسان اس پر قادر تھا کہ اپنے قدموں سے زمین کے فاصلے طے کرے اور اپنے بازوؤں سے آسمانوں کی وسعتوں کی سَیر کرے اور بیک وقت مادی فتوحات اور روحانی ترقیات سے ہمکنار ہو جائے۔

اگر دورِ جدید کے انسان میں بصیرت ہوتی تو وہ کائنات کی اس عظیم قوت یعنی قوتِ روح کو ضائع کر کے عقل کو اس قدر وسعت نہ دیتا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عقل انسانی تنہا راہنمائی نہیں کر سکتی بلکہ اسے روحانی قوت کی بھی انتہائی شدید ضرورت ہے تا کہ وہ عقل کے راستوں کو منور کر سکے اور تاریک راہوں میں اس کی راہنمائی کر سکے۔

سائنسی ایجادات اور اکتشافات انسانی زندگی کی کوئی راہنمائی نہیں کرتے بلکہ جو شے انسانی زندگی کی راہنمائی کرتی ہے وہ ان سائنسی ایجادات و اکتشافات کا طریقۂ استفادہ ہے کہ کیا انہیں خیر میں استعمال کیا جائے یا شر میں اور کیا انہیں صلح و سلامتی کے لیے برتا جائے

یا جنگ اور فساد کے لیے بروئے کار لایا جائے۔ بلاشبہ عقل بھی تمیز خیر وشر رکھتی ہے مگر عقل راستے کا تعین نہیں کر سکتی بلکہ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ عقل کسی امر کو غلط اور ناروا بتاتی ہے مگر پھر روح کے انحراف اور شہوتوں کے بہاؤں میں بہ کر اسی غلطی اور خطا کا ارتکاب کر بیٹھتی ہے۔ جب کہ اللہ سے تعلق رکھنے والی ہدایت یافتہ روح ہی خیر کا راستہ متعین کرتی اور اس راستہ کے ذریعے منزل تک پہنچنے کے لیے عقل کو کام میں لاتی ہے اور گمراہ اور بھٹکی ہوئی روح برائی کا راستہ متعین کرتی اور عقل کو برائی پر چلنے میں لگاتی ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے وہ اللہ سبحانہ' کی عطا کردہ تمام انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کا احترام کرتا اور ان صلاحیتوں کو صحیح اقدار بخشتا ہے اور ان کو انسانیت کے مفاد میں بروئے کار لاتا اور اس کی دنیاوی زندگی کی اصلاح میں لگا دیتا ہے اور اسی لیے وہ ان صلاحیتوں کو روح کی توانائی بہم پہنچاتا ہے تاکہ یہ قوتیں روح سے قوت وغذا حاصل کر کے مزید متحرک اور مؤثر ہو سکیں۔

عقلی تفکر کے دائرہ کی تحدید

اسلام عقل کی تربیت کا آغاز اسی طرح کرتا ہے کہ عقلی تفکر کے دائرہ کار کی تحدید کر کے اس کو بلاوجہ ان مغیبات کی جستجو میں ضائع ہو جانے سے بچا لیتا ہے جن کے جاننے کا انسانی عقل کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام بقدر ضرورت ان مغیبات سے خود ہی انسان کو روشناس کرا دیتا ہے اور اس مسئلے کو بھی روح کے سپرد کر دیتا ہے کہ روح ہی اس علم کے حصول کی قدرت رکھتی ہے اور روح ہی ضروری وسائل کی حامل بھی ہے جب کہ عقل کا اللہ کی معرفت اور حق کی معرفت کا ذریعہ ظاہری محسوسات اور عقلی مدرکات پر غور وفکر کرنا ہے اور اسی لیے اسلام نے عقل کو اسی دائرہ کار میں محدود رکھا ہے اور اس فلسفہ اور علم الٰہیات (Motaphysics) کی طرح سرگرداں نہیں چھوڑا ہے کہ عقل بھٹکتی رہے مگر اسے کچھ حاصل نہ ہو۔

بعد ازاں اسلام نے عقلی قوت کی تربیت کے لیے نتیجہ خیز استدلال اور معرفت حق کا ذریعہ اختیار کیا اور اس مقصد کے لیے یہ دو وسائل بروئے کار لایا۔

۱۔ عقل غور وفکر کے لیے صحیح منہاج

۲۔ نوامیس کائنات اور ان میں موجود باریکی اور ہم آہنگی کا مطالعہ

پہلے وسیلہ کے طور پر اسلام نے جو ہدایات دی ہیں اور جو راہنمائی کی ہے اس میں آغاز اس امر سے کیا ہے کہ انسان ان طے شدہ باتوں سے فکر کو خالی کرلے جن کی بنیاد یقین کے بجائے ظن اور تقلید آباء ہے چنانچہ تقلید آباد کے بارے میں قرآن فرماتا ہے

اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿۲۳﴾ الزخرف 23:43

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کررہے ہیں۔

قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ البقرہ 170:2

تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو تو کیا پھر بھی یہ انہی کی پیروی کیے چلے جائیں گے۔

اور اتباع ظن کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔

اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ النجم 23:53

حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کررہے ہیں اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔

اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَـقِّ شَيۡـئًا ﴿۲۸﴾ النجم 28:53

وہ محض گمان کی پیروی کررہے ہیں اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی امر کو زندہ بنانے سے پہلے اس کا ثبوت فراہم کرلیا جائے۔

وَلَا تَقۡفُ مَا لَـيۡسَ لَـكَ بِهٖ عِلۡمٌ ‌ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤـئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـئُوۡلًا ﴿۳۶﴾ الاسراء 36:17

کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقینا آنکھ کان اور دل سب کی باز پرس ہونی ہے۔

یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کی عظمت کا احساس قرآن نے اس طرز تعبیر

سے دلایا ہے کہ اولاً آنکھ کان اور دل کو جدا جدا مسئول قرار دیا اور ثانیاً ''یہ سب'' کہہ کر اجتماعی طور پر سب کو مسئول قرار دیا اور یہ اس لیے تا کہ انسان اس عظیم ذمہ داری کا احساس کرے اور جب کسی معاملے کی جانب قدم اٹھائے تو سبک روی سے اسے اختیار نہ کر بیٹھے بلکہ اس امر کے ثبوت کے بعد اسے اختیار کرے۔

اس مسئلے میں قرآن نے کئی واضح ہدایات دی ہیں مثلاً اصحاب کہف کے تذکرے میں فرمایا۔

هٰٓؤُلَاۤءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ

الکہف 15:18

یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔

جب یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر معبودان باطل کو الٰہ بنا بیٹھے ہیں تو وہ اس پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے اور اس کا عقلی ثبوت کیوں فراہم نہیں کرتے۔

واقعہ افک کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ النور 13:24

وہ لوگ (اپنے الزام کے ثبوت میں) چار گواہ کیوں نہ لائے اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

چنانچہ اقامت حدود میں شہادت اس لیے ضروری قرار دی گئی ہے تا کہ درپیش معاملہ پوری طرح ثابت ہو جائے اور یہ نہ ہو کہ اٹکل پچو کوئی حکم لگا دیا جائے اور یقینی کیفیت حاصل نہ ہو اور اسی لیے سنت نبویؐ سے ماخوذ یہ فقہی اصول اختیار کیا گیا ہے کہ شبہ کی موجودگی میں حد ساقط ہو جاتی ہے یہ اصول بھی اسی لیے ہے تا کہ کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم جاری کرنے سے پہلے اس کا پورا پورا ثبوت مہیا ہو جائے اور جب تک دلیل قطعی نہ فراہم ہو جائے اسے معلق اور غیر فیصل شدہ معاملہ ہی تصور کیا جائے۔

غرض یہ تمام ہدایات اس لیے ہیں تا کہ قوت عقلیہ کو صحیح عمل کے طریقہ اور درست

منہاج فکر کی تربیت دی جائے۔

نوامیس کائنات میں غور وفکر

دوسرا وسیلہ یعنی نوامیس کائنات میں غور وفکر عقل میں باریکی اور نظام پیدا کرتا ہے۔

نوامیس کائنات میں ایک عجیب باریکی اور نظم موجود ہے اور یہ باریکی اور نظم قلب مومن میں اللہ کے تقویٰ کو ابھارتا ہے جو اس ساری کائنات کا صانع اور مدبر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ انسانی عقل کو دقت نظر (باریک بینی) اور تنظیم مسائل کا عادی بناتا ہے۔

روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا سفر کرتی ہے اور زمین کی گردش، سورج کی رفتار اور دیگر سیارگان کی رفتار کی مسافت کی پیمائش اسی فوری مسافت سے ہوئی۔ سیکنڈ منٹ اور گھنٹوں سے نہیں ہوتی، یہ انتہائی حیرت انگیز باریکی انسانی عقل کو باریک بینی اور دقت نظر کا عادی بناتی ہے کیونکہ فکر کی معمولی سی کوتاہی اور اندازے کی چھوٹی سی غلطی بھی بڑے خطرناک نتائج کی حامل ہوتی ہے اور ایسی غلطی یا کوتاہی اگر کہیں کائنات کے نظام میں ہو جائے تو سیارگان کی حرکت میں خلل پیدا ہو جائے اور سیارے تہ و بالا ہو کر رہ جائیں۔ اس لحاظ سے عقل پر لازم ہے کہ وہ افکار و خیالات کو منضبط کرے اور ان میں ارتباط پیدا کرے اور ان اصولوں و کلیات تک رسائی حاصل کرے جو جزئیات پر حاوی اور ان کو مرتبط کیے ہوئے ہوں جیسا کہ کائنات میں یہ ارتباط اور نظم نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کی فکر پر اسی علمی باریکی کی چھاپ نظر آتی ہے حالانکہ اس وقت کے مسلمانوں کے پاس تحقیق و اکتشافات کے لیے جدید آلات اور ذرائع موجود نہیں تھے بہرحال مسلمانوں نے علمی اکتشافات (Scientific Discoveries) کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے علمی میدان میں کس قدر پیش رفت کی اور اس دَور کے لحاظ سے کس قدر باریک بینی اور حیرت انگیز دقت نظر سے کام لیا، چنانچہ بصریات (Optics) میں ابن الہیثم کی تحقیقات اور زمین کی سورج کے گرد رفتار گردش اور چاند اور سورج گرہن کے بارے میں بتانی کی اسلامی منہاج تربیت کے زیر سایہ نشوونما پانے والی اسلامی عقلیت کا واضح ثبوت ہیں۔

اسلام اولاً قوت عقلیہ کو اللہ کی حکمت میں تأمل اور اس کی تدبیر پر غور کرنے کی جانب متوجہ کرتا ہے اور یہ امر روح کے قریب تر ہے کیونکہ اللہ ہی خالق اور مدبر ہے۔ اسی آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہ ہی اس ساری کائنات کے نظام کو تدبیر اور حکمت کے ساتھ چلاتا ہے اور یہی امر غور وفکر کا مقام ہے اور اس کے بارے میں کبھی نہ ختم ہونے والے مباحث موجود ہیں اور فلسفہ اپنے یوم آفرینش سے ان امور پر غور و تأمل کرتا رہا ہے مگر فلسفہ کو بے جان عقلی ڈھکوسلوں کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آیا، جب کہ قرآن نے ان امور کو روح کے گداز سے پیوست کر کے ان میں زندگی اور حیات پیدا کر دی ہے تا کہ وہ قلب میں تحریک پیدا کر کے ان کا رشتہ اللہ سے پیوست اور مربوط کر دیں۔ (۱)

کائنات اور حق وعدل

کیونکہ امور کائنات پر غور وفکر بذات خود مقصود نہیں ہے اور نہ یہ مقصود ہے کہ یہ امور فلسفہ کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جائیں اور عمل کی دنیا کھوٹی رہ جائے بلکہ ان امور میں غور و تأمل کا مقصد انسانی قلب کی اصلاح ہے اور یہ کہ انسان کی دنیاوی زندگی کائنات اور زندگی کی ساخت میں پنہاں دوازلی اصولوں، حق اور عدل پر استوار ہو۔

قرآن کریم نے اس حقیقت کو بار بار بیان کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ الانعام 73:6

وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ ابراہیم 19:14

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ الحجر 85:15

ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور ان کی سب موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳ النحل 3:16

اس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے وہ بہت بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے

---

(۱) قبسات من الرسول کا باب ''اللہ کی ذات کے بارے میں تفکر کی ممانعت'' ملاحظہ کیجئے۔

ہیں۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۠ ﴿۴۴﴾

العنکبوت 44:29

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس (تخلیق) میں اہل ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔

مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ الروم 8:30

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کی سب موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ صٓ 27:38

ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ الدخان 38:44

یہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنادی ہیں۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ الجاثیہ 22:45

اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ التغابن 3:64

اس نے زمین اور آسمان کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے۔

یعنی تخلیق کائنات کے وقت ہی اللہ نے کائنات کی ساخت میں حق کو شامل فرمادیا، کائنات کو حق پر پیدا کیا اور حق کو باطل اور گمراہی پر غالب فرمادیا، اس لیے کائنات کی تخلیق اتفاقی باطل اور عبث نہیں ہے اور اسی طرح انسان کی تخلیق میں محض عبث اور بے کار نہیں ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ المومنون 115:23

کہ تم نے یہ کچھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی

نہیں ہے۔

کہ تم نے یہ کچھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔"

غرض اللہ سبحانہ' نے تخلیق کائنات اور حق میں ربط قائم فرمایا ہے۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴿۲۲﴾ الجاثیہ 22:45

اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے۔

اللہ سبحانہ' نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اسے اس حق کا ایک جز بنایا جس پر آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور مزید فرمایا کہ اللہ سبحانہ' نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ خلق فرمایا اور یہ طے فرمایا کہ ہر نفس کے لیے وہی کچھ ہے جو وہ کمائے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ التغابن 3:64

اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہر تنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جزاء اُخروی اس حق کی جزاء ہے جس حق پر آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی گئی ہے نیز اللہ سبحانہ' کی جانب رجوع بھی حق ہے اور اس رجوع کا مطلب ہے کہ انسان کی تخلیق عبث اور فضول نہیں ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴿۱۱۵﴾ المومنون 115:23

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔

انسان آغاز تخلیق سے لے کر رجوع الی اللہ تک اور یوم حساب کے دن جزاء پانے تک ہر مرحلے میں اسی حق پر قائم اور ہر وقت اور ہر قدم حق سے گھرا ہوا ہے اور اس کی تخلیق کوئی عبث فضول اور بے کار نہیں ہے۔

اسلامی فکر کی تعمیر میں یہ مفہوم بڑی گہرائی کا حامل ہے چنانچہ قرآن پیہم اس مفہوم کی تائید اور تاکید کرتا ہے اور انسانی احساس کو اس طرف متوجہ کرکے بتاتا ہے کہ یہ عقیدہ کی

اساس ہے اور اسی پر عقیدہ قائم ہونا چاہئے یعنی عقیدہ اس حق پر استوار ہونا چاہئے جس پر آسمانوں اور زمین اور زندگی اور خود انسان کی تخلیق ہوئی ہے اور قرآن بھی حق کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اسی حق کو لے کر نازل ہوا ہے۔

وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ط الاسراء 105:17

اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا ہے اور حق ہی کے ساتھ یہ نازل ہوا ہے۔

''حق'' سے معمور اس فضاء میں اسلام نفس انسانی کی تربیت کرتا ہے اور اس کے شعور میں احساسِ حق کی گہرائی پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ حق ہی عقیدہ بن جائے اور حق ہی زندگی بن جائے کیونکہ اللہ سبحانہ' نے کوئی شے بھی باطل اور اٹکل پچو پیدا نہیں کی ہے بلکہ ہر شے کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے بلاشبہ کبھی کبھی انسانی ذہن اپنی زندگی میں پیش آنے والے تمام حقائق کا احاطہ نہیں کرسکتا اور گمراہ ہو جاتا ہے اور یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ زندگی یوں ہی باطل پیدا کی گئی ہے اور اس میں کوئی حکمت نہیں ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی روح پراگندہ ہو کر بکھر جاتی ہے اور وہ اس حق کو ضائع کر دیتی ہے جو حق اسے لے کر چلتا ہے۔

اس تصور باطل سے کہ زندگی بے مقصد اور کائنات بغیر کسی ناموس (ضابطہ الٰہی) کے پیدا ہوگئی ہے صدہا گمراہیاں پیدا ہوتی ہیں اور کبھی روح اس تصور باطل سے گمراہ ہو کر بھٹک جاتی ہے اور انسان بلا مقصد زندگی گزار دیتا ہے اور اس کی زندگی غیر نتیجہ خیز ہو کر عذاب اور بدبختی سے بھر جاتی ہے اور کبھی روح اس باطل تصور سے گمراہ ہوتی ہے تو انسان شہوتوں میں غرق ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی زندگی عذاب بن جاتی ہے اور کبھی اس باطل تصور سے روح گمراہ ہوتی ہے تو انسان زمین میں فساد برپا کرتا اور مخلوق خدا کو ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے۔

اسی لیے اسلام نے کائنات انسان اور زندگی میں موجود حق کی جانب انسانی احساس کو متوجہ کرنے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے اور اس امر میں تدبر کو عقیدہ کا جز بنا دیا اور انسان کی شعوری قوت کو قوت مقومہ بنا دیتا ہے اور اس کو روح کی روشنی فراہم کرتا ہے تاکہ وہ تاریکیوں میں بلاوجہ بھٹک کر نہ رہ جائے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ ال عمران 190,191:3

زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

فکر اور یاد الٰہی

اہل دانش فکر کرتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں اور کائنات میں تامل کے لیے اپنی شعوری قوتوں کو استعمال کرتے ہیں مگر ان کی یہ فکر دنیائے محسوس کے ماوراء بے مقصد تفکیر نہیں ہوتی اور نہ ان کی تفکیر اللہ سے بے فکر ہو کر ہوتی ہے بلکہ وہ فکر و تامل بھی کرتے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے یاد الٰہی میں بھی مصروف رہتے ہیں اور اس طرح ان کا فکر و تامل اللہ سے وابستہ ہوتا ہے اور ان کا علم بھی علم الٰہی ہوتا ہے اور انہیں اس فکر و تامل سے فوراً اصل مقصد یعنی حق کی جانب رسائی ہو جاتی ہے اور وہ پکار اٹھتے ہیں:

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ ال عمران 191:3

پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں پر غور و تامل اور اس کے نتیجے کے درمیان کوئی فصل اور وقفہ نہیں ہے یہاں تک اہل فکر کے بارے میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں کہ ''وہ کہتے ہیں'' بلکہ یتفکرون فی خلق السموات والارض کے فوراً بعد اس کا نتیجہ یعنی ربنا ما خلقت ھذا باطلاً لایا گیا ہے گویا فکر اور نتیجۂ فکر ایک متصل اور پیوست امر ہے اور فکر کے بعد عرفانِ حق کا حصول لازمی ہے۔

یہ اہل دانش اور ارباب فکر محض ''عرفان حق'' پر بھی نہیں رکھتے کیونکہ معرفت اور عرفان جب تک کسی مقصد حیات کی جانب راہنمائی نہ کرے تو اس عرفان کا عدم اور وجود برابر ہے ورنہ کائنات میں کئی حقیقتیں ایسی بھی ہیں جو انسان کے لحاظ سے غیر موجود ہیں کیونکہ یہ حقیقتیں انسان کی واقعی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتی ہیں اس لیے یہ ارباب دانش اس عرفان حق پر ٹھہر نہیں جاتے بلکہ فوراً ہی ان کے قلوب اور روح تسبیح کرنے لگتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ ال عمران 191:3

پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔

بعدازاں یہ اربابِ فکر محض اللہ کے اعتقاد اور اس کی تسبیح ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس سے ان کو اس ایمان کامل کی جانب رسائی حاصل ہوتی ہے جو ان کے تمام اعمال، مشاعر، اور افکار پر مشتمل ہوتی ہے اور انہیں وہ ایمانی منہاج حاصل ہو جاتا ہے جس کے مطابق وہ زندگی گزارتے اسے واقعی اور عملی زندگی میں نافذ کرتے اور اس راستے میں جہاد کرتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ ال عمران 191-195:3

پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے، پس اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے

درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ مالک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو، ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی، پس اے ہمارے آقا جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو برائیاں ہم میں ہیں انہیں دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ساتھ کئے ہیں ان کو ہمارے ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال، بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے جواب میں ان کے رب نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور مَیں معاف کردوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزاء ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

یہ آیات کائنات اور ملکوت میں غور و فکر کا ایک مکمل اسلامی منہاج پیش کرتی ہیں اور عقلِ انسانی کو کائنات میں تدبر اور اس سے صحیح نتائج تک رسائی حاصل کرنے کا ایک جامع منہاج عطا کرتی ہیں۔

یہ منہاج فکر حیرت انگیز طور پر کامل اور مکمل ہے اور اس کا آغاز تفکر سے ہوتا ہے اور اس کی انتہا عمل پر ہوتی ہے یعنی اس ''حق'' پر عمل جس حق کو لے کر قرآن نازل ہوا ہے اور جس حق کو عملاً نافذ کرنے کا طریقہ جہاد ہے تا کہ ساری زندگی اس منہاج اور اس شریعت کے مطابق استوار ہو سکے اور غایت قصویٰ اور جزا آخرت کا مقصد حاصل ہو جائے اور انسانیت کا رشتہ اللہ سبحانہٗ سے قائم ہو جائے اور قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ یہ سارا منہاج صرف مذکورہ بالا چھ آیات میں بیان کر دیا گیا ہے۔

پھر اگر انسان حکمت الٰہی اور تدبیر الٰہی میں غور و تأمل کے لیے قوت عقلیہ کی اس ربانی راہنمائی کا قدیم و جدید فلسفہ کے گورکھ دھندوں سے کرے تو فرق یکلخت صاف اور واضح ہو کر نمایاں ہو جائے گا اور عقل انسانی کی تربیت سے متعلق منہاج الٰہی کی عظمت ظاہر ہو جائے گی اور انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ سبحانہٗ نے ہر شے حق کے ساتھ پیدا فرمائی

ہے اور اسی حق کو زندگی کا منہاج بنایا ہے۔

مغربی عقل تو کائنات کی نشانیوں کے بارے میں حد درجہ غلط اور گمراہ تصورات کا شکار رہی ہے چنانچہ کبھی دعویٰ کیا گیا کہ کائنات بغیر کسی خالق ہی کے وجود میں آگئی ہے اور کبھی کہا گیا کہ کائنات کا وجود محض ایک اتفاق اور حادثاتی امر ہے اور اس کا کوئی مقرر ضابطہ اور قانون موجود نہیں ہے۔

لیکن بالآخر مغرب کو کس قدر حقیقت کی جانب رجوع کرنا پڑا اور یہ تسلیم کرنا پڑا کہ فی الواقع وہ گمراہ اور غلط تصورات کا شکار رہے ہیں چنانچہ کریسی موریسن اپنی کتاب ''سائنس بحیثیت داعی ایمان'' میں لکھتا ہے۔

''لاتعداد ایسے نظام جن کے بغیر زندگی محال ہے اس امر پر دال ہیں کہ اس کائنات کا خالق موجود ہے اور بلکہ اس زمین پر انسان کا وجود اور اس کی ذکاوت کے کھلے کھلے مظاہر اسی پروگرام کا ایک حصہ ہیں جس کو خالق کائنات نے نافذ کیا ہے۔

انسان ابھی سائنس کے ہر میدان میں مزید ریاضیاتی ترقیاں حاصل کرے گا علاوہ بریں کائنات کے حقیر ترین ذرّے ایٹم کو پھاڑ دینے نے کائنات کے بارے میں ہمارے تصورات میں بڑی حقیقی اور جوہری تبدیلی پیدا کی ہے صرف یہی نہیں کہ بے جان ذرات کی ہم آہنگی نے مادی اشیاء کے بارے میں ہمارے تصورات میں ربط پیدا کر دیا ہے بلکہ جدید سائنسی تحقیقات نے مظاہر طبیعت کے پس پردہ بڑے بالا دست اور مدبر (خدا کے) وجود کے امکانات بھی روشن کر دیئے ہیں۔''

مگر اسلامی فکر کو ان واہی اور بے وزن تصورات میں الجھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی بلکہ فکر اسلامی تو اسی وقت مختلف نظریاتی اور تجرباتی علوم کی تحقیق اور مطالعہ کائنات میں مصروف تھی جب یورپ وتاریکیوں میں گھرا ہوا تھا اس لیے اسلامی فکر ہدایت یافتہ تھی اور اس کی عقل اللہ کے نور اور روح کی روشنی سے منور تھی۔ (۱)

حکمت تشریع میں غور وفکر

اسلام نے قوت عقلی کو اس جانب بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ حکمت تشریع پر غور کرے

---

(۱) دیکھیے قبسات من الرسول (سیرت رسولؐ کی جھلکیاں) کا باب ''حصول علم کی فرضیت''

چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٩﴾ البقرہ 179:2

عقل و خرد رکھنے والو، تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١٩﴾ البقرہ 219:2

پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے کہو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے پوچھتے ہیں ہم راہِ خدا میں کیا خرچ کریں، کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو اس طرح اللہ تمہارے لیے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے شاید کہ تم دنیا اور آخرت دونوں کی فکر کرو۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ص فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ لا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ج وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٢٩﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ البقرہ 229,230:2

طلاق دوبار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے ہوئے ایسا کرنا تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو، ایسی صورت میں اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوت کریں وہی ظالم ہیں۔ پھر اگر (دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو

تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے۔ تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لینے میں مضائقہ نہیں، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے واضح کر رہا ہے جو (اس کی حدوں کو توڑنے کا انجام) جانتے ہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ البقرہ 241,242:2

اسی طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے، یہ حق ہے متقی لوگوں پر اس طرح اللہ تمہیں اپنے احکام صاف صاف بتاتا ہے امید ہے کہ تم سمجھ بوجھ کر کام کرو گے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ البقرہ 282:2

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہئے وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس

پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو یا املا نہ کرا سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تا کہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہئیں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔ گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے۔ معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں مگر تجارتی معاملہ کرتے وقت گواہ کر لیا کرو۔ کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کرو گے تو گناہ کا ارتکاب کرو گے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ
الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ
وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ
بِهِنَّ ز فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ
الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۲۳ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج كِتٰبَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ج وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ
مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۲۴ وَمَنْ
لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ
اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ط بَعْضُكُمْ مِّنْ
بَعْضٍ ج فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ج فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ

نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ
تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ
سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

النساء 4:26-23

تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشوہر ہو چکا ہو ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو) تعلق زن وشوہر نہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور تمہارے ان بیٹیوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ ایک نکاح میں دو بہنیں جمع کرو مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں (مُحصنات) البتہ ایسی عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں۔ یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم کر دی گئی ہے ان کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعے سے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے بشرطیکہ حصارِ نکاح میں ان کو محفوظ کرو، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بعد ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو، البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اللہ علیم اور دانا ہے اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندان مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کر سکے اسے چاہیے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور مومنہ ہوں، اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کر دو تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں۔ آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کرے۔ پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ ہو جائیں اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لیے مقرر ہے۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لیے

پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر ان طریقوں کو واضح کرے اور انہی طریقوں پر تمہیں چلائے جن کی پیروی تم سے پہلے گزرے ہوئے صلحاء کرتے تھے۔ وہ اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ علیم بھی ہے اور دانا بھی۔

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ المائدہ 89:5

یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا کر توڑ دو اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اس طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لیے واضح کرتا ہے شاید کہ تم شکر ادا کرو۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ الانعام 119:6

حالانکہ جن چیزوں کا استعمال حالت اضطرار کے سوا دوسری تمام حالتوں میں اللہ نے حرام کر دیا ہے ان کی تفصیل وہ تمہیں بتا چکا ہے۔ بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں ان حد سے گزرنے والوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ الجمعہ 9:62

اے ایمان لانے والو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔

حکمتِ تشریع کا شعور

بلاشبہ قانونِ شریعت اللہ سبحانہٗ کا نازل کردہ ہے لیکن یہ بھی ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ عملی زندگی میں اسے برپا کرنے والے انسان ہیں اس لیے لازمی ہے کہ انسانوں کو اس شریعت کی حکمت کا مکمل اور گہرا شعور حاصل ہو ورنہ وہ اسے مکمل طریقے پر اور اس کی صحیح صورت میں نافذ نہیں کر سکیں گے۔

انسانی زندگی کوئی مشین نہیں ہے کہ اس پر قانون شریعت کا کوئی اصول اس طرح منطبق ہو جائے جیسے مشینوں کے ضابطے مشینوں پر منطبق ہوتے ہیں بلکہ انسانی زندگی لحظہ بلحظہ گوناگوں اور متعدد حالات سے گزرتی رہتی ہے اس لیے جب تک انسان قانون شریعت میں موجود حکمت کو نہ سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ شریعت الٰہیہ کے مختلف قوانین میں باہمی ارتباط کیا ہے اس وقت تک وہ اپنی عملی زندگی میں پیش آنے والے واقعات پر احکام شریعت کو بخوبی منطبق نہیں کرسکتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے عقل انسانی کو ان آیات میں غور و فکر کی جانب متوجہ کیا ہے اور اس جانب متوجہ کیا ہے کہ وہ ان آیات و احکام کو سمجھ کر ان کو صحیح طور پر اپنی عملی زندگی پر منطبق کرے۔ ہر چند کہ قرآن کریم میں ایسے بھی شرعی احکام وارد ہیں جہاں غور و فکر اور تدبر کی دعوت نہیں دی گئی مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دعوت عام ہے اور تمام احکام کی اصل روح یہی ہے کہ ان کو نافذ کرنے اور منطبق کرنے سے پہلے خوب فکر اور غور کے بعد اپنی زندگیوں میں برپا کیا جائے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ فقہ (قانون) کے میدان میں مسلمان فقہاء نے کس قدر کاوشیں کر کے کس قدر عظیم قانونی سرمایہ فراہم کیا ہے اور یہ فقہی سرمایہ ابھی تک اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے اور اس فن کا مطالعہ کرنے سے آپ کو معلوم ہوسکتا ہے کہ اس میں کس قدر گہرائی اور کس قدر استدلال موجود ہے ظاہر ہے کہ فقہ اسلامی میں مسلمانوں کی یہ کدو کاوش انہی آیات قرآنی کے نتیجے میں تھی جن میں ضروری علم کے ساتھ غور و فکر اور تدبر کی دعوت دی گئی ہے۔

دورِ اول ہی میں ثابت محکم اور مفصل اسلامی قانون کے ضابطوں میں غور و تأمل کرنے اور اس حکم کی اصل حکمت معلوم کرنے کی ضرورت پیش آچکی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان غلاموں پر حد سرقہ جاری نہیں فرمائی تھی جنہوں نے بھوک سے تنگ آکر حاطب بن ابی بلتعہ کی اونٹنی چرالی تھی بلکہ حضرت عمرؓ نے بھوک کی شدت کو حد کے ساقط کردینے والا شبہ قرار دے دیا تھا اور فرمایا تھا کہ

''قسم بخدا اگر مجھے یہ علم نہ ہو جاتا کہ ان لوگوں سے تم کام بھی لیتے ہو اور انہیں بھوکا بھی

رکھتے ہو اور یہ بھوک کی شدت سے حرام کام کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو میں ان کے ہاتھ کاٹ چکا ہوتا۔"

حضرت عمرؓ نے یہ اقدام قانون الٰہی کی حکمت کو سمجھتے ہوئے کیا تھا کیونکہ اسلام نے ولی امر (حاکم وقت) کو فقراء کی کفایت اور ان کو باعزت زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری سپرد فرمائی ہے اور ولی امر پر لازم ہے کہ وہ کفایت اور باعزت زندگی کی فراہمی کے بعد ہی لوگوں سے اخلاق کا مطالبہ کرے اور ان کی غلط روش پر سزا دے۔

دوسری طرف نظام حکومت اور نظام مال کے بارے میں اسلام نے اصول اور بنیادی مبادی بیان کر کے ان کی تفصیلات کو چھوڑ دیا ہے اس لیے کہ تفصیلات بیان کر دینے اور اس کی کوئی خاص صورت اور شکل متعین کر دینے سے یہ نظام وقتی اور محدود مدت کے لیے ہو جائے گا جب کہ اصول اور بنیادی مبادی سے وہ ڈھانچہ فراہم کر دیتا ہے جس میں جملہ امور ان حدود کے اندر رہتے ہوئے جاری رہتے ہیں اور ہر زمانے اور ہر دَور کی تبدیلیوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور مادی حالات اور معاشرے کی ساخت کے مطابق شکل اختیار کرتے رہتے ہیں لیکن بہرحال اصول و مبادی کے فراہم کردہ حدود اربعہ سے نہیں نکلتے۔

دو اہم اصول، عدل اور شوریٰ

چنانچہ نظام حکومت کے بارے میں دو اہم اصول بیان کر دیئے گئے یعنی عدل اور شوریٰ۔

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ؕ النساء4:58

اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۠ الشوریٰ42:38

وہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

لیکن اسلام نے شوریٰ کا طریقہ نہیں بیان فرمایا کہ شوریٰ قبیلوں اور خاندانوں کے سربراہوں کے مابین ہو، یا پارلیمان کی حدود میں ہو، پھر یہ پارلیمان منتخب ہو یا نامزد کردہ

ہو ایک ایوانی ہو یا دو ایوانی کیونکہ یہ تمام صورتیں معاشرے کے تعزیرات کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔

مالی نظام کے بارے میں قرآن نے یہ اصول بیان فرمایا:

كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡۚ الحشر 59:7

تاکہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

اس اصول کے ذریعے اسلام نے اس صورت کو ناپسندیدہ قرار دے دیا ہے کہ ایک مختصر سی جماعت کے ہاتھوں میں دولت گردش کرتی رہے اور باقی لوگ اس سے محروم رہیں، اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ تمام امت اس خیر مشترک میں کس طرح شریک ہو تو اس کو اسلام نے معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات اور ایک دَور کی علمی حالت اور اس کی امکانی کیفیت پر چھوڑ دیا ہے۔ بایں شرط کہ نظام مال جو بھی تفصیلی صورت اختیار کرے بنیادی اصولوں سے بہر حال منحرف نہ ہو اور نہ جاگیرداری یا سرمایہ داری میں تبدیل ہو جائے اور نہ اشتراکیت کی طرح ملکیت کے سلب کرنے کی طرف مائل ہو جائے۔(۱)

ان وجوہات کی بنا پر اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان قانون الٰہی کی حکمت پر غور و فکر کریں اور اسے بخوبی سمجھ کر اس پر عمل کریں تاکہ تمام امور اللہ کے بتائے ہوئے نظام کے مطابق اور حق و انصاف کے مطابق انجام پا سکیں۔

اس مقام پر یہ حقیقت بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم نے جملہ ہدایات و احکامات کے ساتھ ذکر الٰہی خشیت اور تقویٰ کی جانب بھی انسانیت کو متوجہ کیا ہے اور ثواب اور رضائے الٰہی کی بھی رغبت دلائی ہے۔

بہر حال عقیدہ اسلامی کی یہ امتیازی خصوصیات ہیں کہ اس نے عقل انسانی کو وسیع دائرے میں کارکردگی کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور عقل پر بندشیں اور حدود و قیود نہیں لگائی ہیں نیز اسلام نے ایمان باللہ کی دعوت کے لیے عقل انسانی کو زبردست، خارق عادت واقعات سے بوجھل نہیں بنایا اور نہ انسانی عقل کو پر اسرار امور سے مسخر کیا ہے بلکہ اسلام نے

---

(۱) مصنف کی کتاب "قبسات من الرسول" کا باب انتم اعلم مر دینا کم دیکھئے۔

انسانی عقل کو براہِ راست مخاطب کر کے اسے بیدار کیا، شعور بخشاء اور جلا عطاء کیا ہے اور انسانی عقل کو ایمان کے شعوری عمل میں شریک کیا اور انسان کو قلب وبصیرت عطا فرما کر اسے مکرم اور معزز بنایا۔

صرف یہی نہیں کہ یہ سارا وزن انسان کی عقل پر ڈال دیا ہو بلکہ ساتھ ہی راستے کو منور کر دینے والی روح کی روشنی بھی فراہم فرمائی اور نورِ ایمان عطا فرمایا اور یہ سب کچھ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسانی وجود کی اصل حقیقت کے مطابق ہے۔

قوت عقلیہ کی راہنمائی

غرض جس طرح اسلام نے انسانی عقل کو یہ مواقع فراہم کئے کہ وہ آیاتِ کائنات میں غور وفکر کر کے اس حق کی جانب رسائی حاصل کر کے جس حق کے ساتھ زمین اور آسمانوں کی اور زندگی اور انسان کی تخلیق ہوئی ہے اور انسان اس حق کے مطابق عمل کرے اور اس حق کو بروئے کار لانے کے لیے جہاد کرے اسی طرح اسلام نے انسانی عقل کو یہ موقعہ عنایت فرمایا ہے کہ وہ قانون الٰہی کی حکمت سے آشنا ہو کر حق پر چلے اور اسے بروئے کار لائے۔

اس طرح قانون اور ہدایت اور احکام اور تقویٰ باہم ہم آہنگ ہو کر وجدان کو منور بناتے ہیں اور اس سے صرف یہی مقصد حاصل نہیں ہوتا کہ نفس کی داخلی فطرت کو سنوارا جائے بلکہ یہ مقصد بھی حاصل ہوتا ہے کہ معاشرے کے امور ظاہری بھی پر امن اور عمدہ طریقے پر انجام پاتے رہیں۔

بلاشبہ اسلام نے سزائیں بھی متعین کی ہیں تاکہ معاشرے میں قانون کی بالادستی کا کم سے کم معیار برقرار رکھا جا سکے، مگر ظاہر ہے کہ یہ سزائیں اسلام کا مقصود نہیں ہیں کیونکہ قانون کی بالادستی سے معاشرے کا تحفظ تو ہو سکتا ہے مگر اس سے معاشرے کی مسلسل پیش قدمی کی ضمانت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے لیے ضمیر کی اندرونی انگیخت ضروری ہے اور ایسی قلبی خواہش ناگزیر ہے جسے بروئے کار لانے کے لیے قانون کی بوجھل بندشوں کی ضرورت نہ ہو بلکہ وہ اپنے فطری ارتقاء کے لیے خود بخود آفاق بلند کی جانب ارتقاء کرے اور ظاہر ہے کہ اس کے لیے قانون کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہدایت کی

ضرورت ہے اوراس امر کی ضرورت ہے کہ قلب اللہ کی جانب متوجہ ہو۔ اس سے تعلق قائم رکھے اوراس کی رضامندی کا خواہاں ہو۔

چونکہ یہ دونوں امور باہم ایک دوسرے سے لازم ہیں یعنی قانون کی بالادستی کی حد ادنیٰ اور فطری آرزوئے ارتقاء کی حد اعلیٰ...... اسی لیے قرآن نے قانون اور ہدایت کو ہم آہنگ بنا کر پیش کیا ہے۔

اسلام نے انسان کی قوت عقلیہ کی اس طرح راہنمائی فرما کر اس امر کی ضمانت دی ہے کہ معاشرے کے امور صحیح منہاج کے مطابق چلتے رہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ معاشرے کو استوار کرنے کے لیے سیاست ضروری ہے جس کو حکمران اور عوام باہمی مشورے اور احساسِ ذمہ داری کی بنیاد پر استوار کریں گے۔

''تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

(بخاری و مسلم)

اگر ملک وقوم کی سیاست شعوری نہ ہو تو سیاست میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے اور اس بگاڑ کے نتیجے میں معاشرہ انتشار اور ملک تباہی سے دوچار ہو جائے۔ اس لیے امت کے ہر فرد کی یہ ذمے داری ہے کہ وہ معاشرے کے امور پر نظر رکھے اور جو معاملات براہِ راست اس کے اختیار میں ہیں ان میں وہ جواب دہ ہو اور غفلت زیادتی اور ظلم و ناانصافی سے بچے کیونکہ معاشرے کے کچھ افراد کی کوتاہی اور چند افراد کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلوتہی کی سزا تمام معاشرے کو بھگتنا ہوگی۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ الانفال 25:8

اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۞ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۞ المائدہ 78,79:5

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے

لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا، برا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔

''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے اگر یہ قدرت نہ ہو تو زبان سے اسے برا کہے اور اگر یہ بھی قدرت نہ ہو تو دل میں اسے برا سمجھے، جو کہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔'' (بخاری و مسلم)

''اللہ سبحانہ' نے تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تم اچھائیوں کی تاکید کرو اور برائیوں سے باز رکھو، اس سے قبل کہ تم مجھے پکارو اور میں تمہیں جواب نہ دوں تم مجھ سے مانگو اور میں تمہیں نہ دوں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔'' (ابن ماجہ، ابن حبان)

ظاہر ہے کہ اس سماجی کفالت، احساس ذمہ داری اور تمام امور کی نگرانی کے لیے مناسب شعور اور پختہ عقل کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان اپنی اس قوت عقل کو اس جانب لگائے اور اس طرح تمام امور کی درستگی کی ضمانت حاصل کرے۔

قرآن متعدد آیات و ہدایات کے ذریعے مسلمانوں کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کبھی مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے آگاہ کرتا ہے اور انہیں متنبہ کرتا ہے کہ وہ ہمیشہ ان کی سازشوں سے باخبر اور ان کی دسیسہ کاریوں سے ہشیار رہیں۔ کبھی بتلاتا ہے کہ افواہوں کے پھیلنے اور خبروں کے آنے کے وقت کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے کبھی مسلمانوں کو اس جانب توجہ دلاتا ہے کہ وہ جلد بازی سے فیصلہ نہ کریں بلکہ پوری احتیاط کے ساتھ لوگوں کے کردار اور حالات کو مدنظر رکھیں اور کبھی انہیں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے دائرے میں محدود رہتے ہوئے اولی الامر کی اطاعت کی تاکید کی جاتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝١١٨ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڰ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝١١٩ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا

وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ آل عمران 3:120-118

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے۔ تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے) تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، حالانکہ تم تمام کتب آسمانی کو مانتے ہو جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے بھی (تمہارے رسول اور تمہاری کتاب کو) مان لیا ہے مگر جب جدا ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف ان کے غیظ وغضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں، ان سے کہہ دو کہ اپنے غصے میں آپ جل مرو، اللہ دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے، تمہارا بھلا ہوتا ہے تو ان کو برا معلوم ہوتا ہے اور تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ خوش ہوتے ہیں مگر ان کی یہ تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ یہ کر رہے اللہ اس پر حاوی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ النساء 59:4

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

وَاِذَا جَاۗءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ النساء 83:4

یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اسے لے کر پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں

آ جائے جو ان کے درمیان اس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمہاری کمزوریاں ایسی تھیں کہ) معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ   النساء 88:4

پھر یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تمہارے درمیان دو رائیں پائی جاتی ہیں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾   المائدہ 100:5

اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہر حال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمہیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو، پس اے لوگو جو عقل رکھتے ہو اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۶﴾   الحجرات 6:59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیماں ہو۔

ان آیات مذکورہ بالا سے قرآن کریم کی دیگر متعدد آیات کی طرح معلوم ہوتا ہے ہر انتظامی ہدایت کے ساتھ اللہ کی جانب توجہ اور تقویٰ کی دعوت بھی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی متعدد آیات میں خالص ایمانیات سے متعلق ہدایات فرمائی گئی ہیں اور تمام اجتماعی قدروں کو ایمان باللہ سے وابستہ کرنے کی ہدایات بھی دی گئی ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان قدروں کو کھوٹے مادی سکوں سے نہ ناپا جائے بلکہ ان کی قدر و قیمت ایمان کے پیمانوں سے متعین ہونی چاہیے۔ خواہ ان قدروں کی مادی اور دنیاوی قیمت سرکش اقتدار ہو یا جھوٹی عزت، یا ایمان کو ضائع کرنے والا فتنہ ہو یا ارادہ کو متزلزل کر دینے والی آسائشات ہوں اور یا کسی دنیاوی طاقت کو اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہو۔ بہر حال قرآن کریم نصیحت کے تمام ذرائع استعمال کرتا ہے اور امر و نہی تمثیلی قصص اور تاریخی قصص کے ذریعے نصیحت کرتا ہے اور اس سب کا مقصد واحد یہ ہوتا ہے کہ انسانی قلب ایسی حقیقی قدروں کی جانب متوجہ کیا

جائے جن کا احترام لازم اور جو قابل اتباع ہیں اور عقل انسانی کو ان قدروں کی اصل قیمت اور ان امور کی اصل میزان سے باخبر کیا جائے تا کہ تمام سماجی امور اس نور کی روشنی میں انجام دیئے جائیں اور کوئی شخص ایسی کھوٹی قدروں سے فریب نہ کھائے جو راہِ حق سے ہٹانے والی ہوں اور نہ انہیں جھوٹی عزت، فتنے میں ڈالنے والا مال، ختم ہو جانے والی طاقت اور ابھرنے والی شہوت حقیقی اجتماعی مفاد سے نہ ہٹا دے جو اجتماعی مفاد اللہ کی ہدایت اور منہاج الٰہی میں موجود ہے۔

سنت اللہ میں غور وفکر

قرآن کریم عقلی قوت کو اس جانب بھی متوجہ کرتا ہے کہ وہ تاریخی مراحل میں قوموں کے اندر جاری اللہ کی سنت پر غور کریں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ آل عمران 137,138:3

تم سے پہلے بہت سے دور گزر چکے ہیں، زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جنہوں نے (اللہ کے احکام وہدایات کو) جھٹلایا یہ لوگوں کے لیے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں ان کے لیے ہدایت اور نصیحت۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۶﴾ الانعام 6:6

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانے میں دَور دَورہ رہا ہے ان کو زمین میں ہم نے وہ اقتدار بخشا تھا جو تمہیں نہیں بخشا ہے ان پر ہم نے آسمان سے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہادیں (مگر جب انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرے دَور کی قوموں کو اٹھایا۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ الانعام 11:6

ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو، جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
غٰفِلِيْنَ۝۱۳۶ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ
وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ
بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ۝۱۳۷

الاعراف 136,137:7

تب ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا اور ان سے بے پرواہ ہو گئے تھے اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنا دیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرا وعدہ خیر پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برباد کر دیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ
وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۹۶ الاعراف 96:7

اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے، مگر انہوں نے تو جھٹلایا لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۝۱۳ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ
فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝۱۴ یونس 13,14:10

لوگو! تم سے پہلے کی قوم کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کی روش اختیار کی اور ان کے رسول ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور انہوں نے ایمان لا کر ہی نہ دیا اس طرح ہم مجرموں کو ان کے جرائم کا بدلہ دیا کرتے ہیں اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین ان کی جگہ دی ہے تاکہ دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ۝۱۸ۙ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝۱۹ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ
لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ

السَّمۡعَ وَمَا كَانُوۡا يُبۡصِرُوۡنَ۝ ہود 18-20:11

سنو، خدا کی لعنت ہے ظالموں پر، ان ظالموں پر جو خدا کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ زمین میں اللہ کو بے بس کرنے والے نہ تھے اور نہ اللہ کے مقابلے میں کوئی ان کا حامی تھا انہیں اب دہرا عذاب دیا جائے گا وہ نہ کسی کی سن ہی سکتے تھے اور نہ خود ہی انہیں کچھ سوجھتا تھا۔

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ۝ یوسف 109:12

پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان قوموں کا انجام انہیں نظر نہ آیا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں۔ یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنہوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقویٰ کی روش اختیار کی، کیا اب بھی تم لوگ نہ سمجھو گے؟

وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ۝ اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ۝ الحج 40,41:22

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِيۡنَهُمُ الَّذِى ارۡتَضٰى لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ اَمۡنًا ؕ يَعۡبُدُوۡنَنِىۡ لَا يُشۡرِكُوۡنَ بِىۡ شَيۡئًـا ؕ وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰ لِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۝ النور 55:24

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ

فاسق ہیں۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ النمل 69:27

کہوذراز مین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا کیاانجام ہو چکا ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

القصص 4-6:28

واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے باشندوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا ان میں سے ایک گروہ کو وہ ذلیل کرتا تھا اس کے لڑکوں کو قتل کرتا اور اس کی لڑکیوں کو جیتا رہنے دیتا تھا۔ فی الواقع وہ مفسد لوگوں میں سے تھا اور ہم یہ ارادہ رکھتے تھے کہ مہربانی کریں ان لوگوں پر جو زمین میں ذلیل کر کے رکھے گئے تھے اور انہیں پیشوا بنا دیں اور انہی کو وارث بنائیں اور زمین میں ان کو اقتدار بخشیں اور ان سے فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہی کچھ دکھلا دیں جس کا انہیں ڈر تھا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

الروم 9:30

اور کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے انہوں نے زمین کو خوب ادھیڑا اور اسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے نہیں کیا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ غافر 21:40

کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھر نہیں ہیں کہ انہیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر

چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ زبردست آثار زمین میں چھوڑ گئے ہیں مگر اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

قرآن کریم کی یہ بار بار دعوت فکر اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ انسان اپنی پچھلی تاریخ کا مطالعہ کریں اور مختلف قوموں اور معاشروں کی تباہی اور بربادی کے اسباب وعوامل کا بصیرت کے ساتھ بغور مطالعہ کریں اور انسانیت کے گزشتہ تجربات سے استفادہ کریں اور اس مطالعہ کا مقصد عبرت وموعظت ہو، اور محض چٹخارے کے لیے یا علمی شان دکھانے کے لیے تاریخ کا مطالعہ نہ ہو۔

اسلام کی نظر میں امتوں اور معاشروں کی تاریخ محض کچھ پے در پے پیش آنے والے بے ترتیب بے مقصد اور بے انجام واقعات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تمام واقعات ایک متعین طریقہ کار کے ماتحت وجود میں آتے ہیں۔ (۱)

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ الاحزاب 62:33

یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آرہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

اللہ کی یہ سنت ان تمام اعمال میں کارفرما ہوتی ہے جو انسان اپنی قوتوں اور صلاحیتوں سے انجام دیتا ہے اور یہی سنت اس کو عطا کردہ قدرت اختیار میں بھی موجود ہے۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۙ﴿۷﴾ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۙ﴿۸﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۙ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿۱۰﴾ الشمس 91:10-7

اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کردی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

صرف یہی دو راستے ہیں تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہدایت اور گمراہی، اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو منہاج زندگی نازل کیا ہے اس کی اتباع یا اللہ کے واضح راستے سے انحراف اور روگردانی، راہ ہدایت جس کے نتیجے میں خیر وبرکت اور زمین پر غلبہ اور تمکن

---

(۱) ملاحظہ کیجئے معرکۃ التقالید کا باب حقائق و اباطیل

حاصل ہوتا ہے اور گمراہی جس کے نتیجے میں فساد، ناتوانی، انتشار اور بربادی ظاہر ہوتی ہے، ہر چند کہ باطل اس تباہی کا کتنا ہی مقابلہ کیوں نہ کرے اور خواہ وقتی طور پر باطل کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ ہی کر دے .... لیکن بہر حال تاریخ انسانیت کے یہی دو حالات ہوتے ہیں اور ان دو تغیرات کے سوا کوئی اور تغیر پیش نہیں آتا خواہ بظاہر کتنے ہی تغیرات نظر آئیں لیکن ان کی تہ میں اصل اور بنیادی تغیرات یہی دو ہوتے ہیں۔

ان دونوں تغیرات میں مادی قوت کا بھی کوئی دخل نہیں ہے۔

كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ غافر 21:40

وہ ان سے زیادہ طاقتور تھے اور ان سے زیادہ زبردست آثار زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔

ان تغیرات میں زمین کو آباد کر لینے اس کے خزانے حاصل کر لینے اور مادی قوت حاصل کر لینے کو بھی دخل نہیں ہے۔

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا الروم 9:30

وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے انہوں نے خوب زمین کو ادھیڑا تھا اور اسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے نہیں کیا ہے۔

بہر حال ان تغیرات میں ذرائع پیداوار کو یا نفس سے خارج کسی بھی امر کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ ان تغیرات میں اصل اعتبار اس امر کا ہے کہ نفس انسانی ہدایت یافتہ ہے یا غیر ہدایت یافتہ اور یہ کہ وہ ان مادی قوتوں کو خیر کے راستے میں استعمال کرتا ہے یا شر کے راستے میں۔

اسلامی نقطہ نظر سے تاریخ کی مادی تعبیر (Materialistic Interprotation of History) کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اس تعبیر نے تاریخ کی بڑی اور اہم حقیقتوں کو نظر انداز کر دیا اور معمولی اور غیر اہم امور پر ساری توجہ مرکوز کر دی ہے اور اس تعبیر کے ماننے والے یہ تصور کر بیٹھے ہیں کہ انہیں تاریخ کی اصل حقیقت تک رسائی حاصل ہو گئی ہے اور سب سے اولین حقیقت جو اس تعبیر میں فراموش کر دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مادی پیداوار کے ذرائع تاریخی واقعات کو وجود میں نہیں لاتے بلکہ تاریخی واقعات ان ذرائع کے طریقہ

استعمال اور اس طریقہ میں کار فرما روح سے وجود میں آتے ہیں۔

دور زراعت میں یورپ میں جاگیرداری وجود میں آگئی مگر اسلام میں جاگیرداری وجود میں نہیں آئی اس لیے کہ یورپ کے پاس مال کی تقسیم کا کوئی راہنما عقیدہ اور اصول موجود نہیں تھا جبکہ اسلام کے پاس تقسیم مال کے بارے میں راہنما عقیدہ موجود تھا۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ؕ الحشر 7:59

تا کہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

تاریخ اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کاشتکار زمین سے بندھا ہوا غلام رہا ہو جسے زمین ہی کے ساتھ فروخت کر دیا جائے اور خرید لیا جائے مگر زمین سے اس کا ناطہ نہ ٹوٹ سکے اور اگر وہ فرار ہو جائے تو قانون اسے پکڑ کر دوبارہ مالک کے حوالے کر دے اور پھر مالک اس کا جو جی چاہے حشر کرے۔

صنعتی دور (Industrial Age) میں روئے زمین پر سرمایہ داری اور اشتراکیت نے علیحدہ علیحدہ طریقہ تقسیم اختیار کیا، کیونکہ ہر دور کے لوگ کسی بھی شے کو یا تو حق سمجھتے ہوئے یا اپنی خواہشوں کے تقاضوں کی تکمیل کی خاطر اسے مختلف انداز میں اختیار کر سکتے ہیں۔

تاریخ کی مادی تعبیر

تاریخ کی مادی تعبیر (Meterialistic Interprotation of History) نے تاریخی مراحل (Historical Stages) کی جو توضیح پیش کی ہے وہ دراصل انسان کی تاریخ کی یا اس کے تاریخی مراحل کی تعبیر نہیں ہے بلکہ دراصل یہ مادی تہذیب کے مراحل کی تشریح ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان تاریخ کے ہر دور میں ہدایت یافتہ بھی رہا ہے اور گمراہ بھی رہا ہے اور کسی مادی روش نے حتمی طریقے پر اس کی راہ متعین نہیں کی ہے کہ اس مادی جبریت کے زیر اثر وہ ہدایت یافتہ یا گمراہ ہوا ہو اور نہ ہی ایسا ہوا ہے کہ مادی ارتقاء نے انسانیت کے لیے کوئی متعین راہ مقرر کر دی ہو۔ اور اس بات کی واضح مثال خود ہمارا دور ہے جس میں ہم زندہ ہیں اور جس میں سائنسی اور مادی ترقی اپنے اوج کمال تک پہنچ چکی ہے، مگر خود انسانیت پستی کی گہری تہ تک گر گئی ہے اور وحشیانہ جنگوں اور عداوتوں نے رشتہ اخوت

انسانی کا گلا گھونٹ دیا ہے اور انسانیت کو ایک مسلسل خوف اور پیہم تباہی سے ہمکنار کر دیا ہے اور زندگی کے بارے میں انسانی نقطہ نظر اور انسان کے مقصد وجود کو ملیامیٹ کر کے ''لذتوں'' اور مادی سہولتوں کو اس کا مقصد وجود بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں انسان اخلاقی بے راہ روی اور جنسی انارکی کے اس ادنیٰ ترین درجے پر پہنچ گیا ہے جس سے جانور بھی پناہ مانگتے ہیں۔ (۱)

سنت اللہ کے نتائج

اسلام انسانی قلب کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کہ وہ معاشروں میں رونما ہونے والی حقیقی تبدیلیوں کے عوامل کا بچشم بصیرت جائزہ لے اور اپنی شعوری صلاحیتوں سے ان کے اسباب ونتائج پر غور کرے اور ان تاریخی مثالوں کا جائزہ لے جن میں اللہ کی سنت پوری ہوئی ہے اور اللہ نے مومنین کو تمکن عطا فرمایا ہے اور کافروں، سرکشوں اور مفسدین کو تباہ فرمادیا ہے بلاشبہ یہ اللہ کی دائمی اور ناقابل تغیر سنت ہے کہ وہ اہل ایمان کی نصرت فرماتا اور کافروں کو ذلیل کر دیتا ہے جب کہ بظاہر حالات اس کے برعکس نظر آرہے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم بتلاتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی ہمیشہ جاری رہنے والی سنت کے نتائج ضرور ظاہر ہو کر رہتے ہیں مگر ان نتائج کے اظہار میں افراد انسانی کی عمریں مقیاس نہیں ہیں اور نہ تاریخ کا کوئی عارضی مرحلہ پیمانہ ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت باطل وقتی طور پر کامیاب و کامران ہو کر روئے زمین کی غالب وکارفرما قوت بن جائے، لیکن یہ مرحلہ دائمی نہیں ہوتا بلکہ یہ دراصل ہمہ پہلو سنت اللہ کے اجرا کا ایک حصہ ہوتا ہے اور باطل کی کارفرمائی کا یہ مرحلہ یا تو اس لیے آجاتا ہے کہ اس مرحلے میں لوگوں کی باطل کے خلاف مزاحمت کی قوتیں ٹھٹھری ہوئی ہوتی ہیں اور ان میں باطل کے خلاف جہاد کر کے اسے ختم کر دینے کا بوتا نہیں ہوتا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ الرعد 11:13

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کو لوگ باطل کے ظلم کو انگیز کرنے کے عادی ہو جاتے

---

(۱) مصنف کی کتاب ''معرکۃ التقالید'' ملاحظہ کیجئے۔

ہیں بلکہ اسے خوشگوار محسوس کرنے لگتے ہیں چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے:

''جیسے تم خود ہو گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے۔'' (حاکم)

اور کبھی ظلم و باطل خود ظالموں کی آزمائش کے لیے ہوتا ہے۔

لِيَحْمِلُوٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ النحل 25:27

کہ قیامت کے روز اپنے پورے بوجھ اٹھائیں۔

اور کبھی یہ مرحلہ باطل و ظلم اس لیے آتا ہے کہ اللہ سبحانہ' چاہتا ہے کہ مومنین کی جماعت کو چھانٹ کر علیحدہ فرمالے تاکہ وہ سلامتی استعداد اور قوت کے ساتھ حق کی ذمے داری کو سنبھال سکیں۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ آل عمران 3:141-139

دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہے ہیں۔ تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں اور وہ اس آزمائش کے ذریعے سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا تھا۔

بہر حال ان مختلف اسباب کے تحت وقتی طور پر باطل غلبہ پالیتا ہے مگر اصل سنت اللہ تبدیل نہیں ہوتی اور باطل کا یہ وقتی غلبہ سنت اللہ ہی کے ماتحت اور اسی کا ایک حصہ ہوتا ہے اسی لیے قرآن کریم نے مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ تاریخ انسانی کا مطالعہ کریں اور اس پر غور کر کے عبرت حاصل کریں اور اپنے منہاج کو درست کر کے سیدھا راستہ اختیار کریں۔

یہی وہ حد فاصل ہے جہاں سے اسلام کا منہاج تاریخ اور اسلام کا علم اجتماع مغرب

کے منہاج تاریخ اور مغرب کے علم اجتماع سے اساسی طور پر مختلف ہو جاتا ہے اور انسانی زندگی کی راہِ حق کی اتباع اور صراط مستقیم سے انحراف کی روشنی میں منہاج تاریخ اور علم اجتماع کا مطالعہ کیا جانا چاہئے اور اس کی باقاعدہ تدوین ہونی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ راہ حق کی اتباع اور صراط مستقیم سے انحراف کے انسان کی واقعی اور عملی زندگی میں کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں کیونکہ یہ وہ امر ہے جس سے یورپ نے ہمیشہ اغماض برتا ہے اور اس نے ہمیشہ اشیاء کے ظواہر کو سنت اللہ سے منقطع کر کے اور تاریخ کی واقعیت سے جدا کر کے مطالعہ کیا ہے۔

مادی قوتوں کا استعمال

قرآن کریم نے عقل انسانی کو اس جانب متوجہ فرمایا ہے کہ وہ زمین کی مادی قوتوں کو بروئے کار لا کر انہیں انسانیت کی خدمت میں لگائے۔

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ط الاعراف 160:7

کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو بخشی ہیں۔

فَامْشُوا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِّزْقِهٖ ط الملک 15:67

چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ اس کا رزق۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ط الاعراف 10:7

ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ج الانبیاء 80:21

اور ہم نے اس کو تمہارے فائدے کے لیے زرہ بنانے کی صنعت سکھا دی تھی تاکہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے۔

قرآن کریم نے جہاں انسان کو اس جانب متوجہ کیا ہے کہ وہ مخلوقات میں اور زمین و آسمان میں کارفرما تخلیق میں غور وفکر کرے وہاں اس کو اس جانب بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ حکمت تشریع (قانون سازی) اور زمین میں قائم عدل وحق پر بھی غور و تامل کرے اور اللہ

اور رسول کی اطاعت اور ہدایت یافتہ اولوالامر کی فرمانبرداری کر کے ایک صالح معاشرہ برپا کرے۔ ادوار تاریخ میں جاری اس اللہ کی سنت کا مشاہدہ کرے کہ اللہ سبحانہٗ ان مومنین کو غلبہ اور قوت عطا فرماتا ہے جو اللہ سبحانہٗ کے عطا کردہ مواہب کو اور اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو راہِ خیر میں استعمال کرتے ہیں۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ

الحج 40,41:22

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔

اور ان کافروں اور نافرمانوں کو ذلیل کر دیتا ہے جو اللہ کی نعمتوں کے بل بوتے پر دنیا میں فساد پھیلاتے ہیں اور آیات الٰہی کی تکذیب کرنے والوں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

الروم 9:30

اور کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے انہوں نے زمین کو خوب ادھیڑا تھا اور اسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے کیا ہے ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے پھر اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

قرآن کریم نے عقل انسانی کو مادی قوتوں کے استعمال کی جانب متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسے تعلق باللہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور انسان میں خشیت الٰہی اور تقویٰ پیدا کیا ہے تاکہ انسان مادی قوتوں کے استعمال میں راہِ حق سے نہ بھٹک جائے اور سب کچھ مادی

قوتوں کو نہ سمجھ بیٹھے اور یہ خیال نہ کرے کہ خلاصۂ حیات اور زندگی کا جوہر اصلی یہی مادیت اور مادی آسائشات ہیں اور یہی وہ نقطہ امتیاز ہے جس سے اسلام میں اور غیر اسلامی افکار و تصورات اور نظریات میں فرق واضح ہوجاتا ہے۔

اسلام یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی اساس ہے

حقیت یہ ہے کہ اسلام نے مادی دنیا کے ترک کا حکم نہیں دیا ہے اور اس بات کی گواہی خود تاریخ سے ملتی ہے آفتاب اسلام جب صحرائے عرب کے ریگزاروں پر جلوہ فگن ہوا تو اہل عرب مادی تہذیب سے اسی قدر روشناس تھے جتنے کہ آتے جاتے قافلے ان کے لیے بیرونی دنیا سے تہذیب وتمدن لے آتے تھے ان کی دلچسپیوں کا تمام تر محور شعر گوئی اور قبائلی جنگیں تھیں انہوں نے کبھی نہ کسی علم کے بارے میں سوچا اور نہ کسی ایجاد کے بارے میں غور کیا ان کے یہاں نہ تجرباتی تحقیق کا رواج تھا اور نہ نظری فکر مقبول تھی۔ لیکن جب اسلام نے ان منتشر اور پراگندہ حضارت سے دور اور بداوت سے قریب قبائل کو اٹھایا تو انہیں اقوام عالم میں سربلند کردیا اور انہوں نے علم وعمل کے ہر میدان میں اپنی بالادستی قائم کردی اور جب مسلمانوں کو مصریوں، یونانیوں اور ہنود کے علوم، طب، فلکیات، طبیعات، کیمیا اور ریاضیات ہاتھ آئے تو انہوں نے ان سرچشموں سے خوب استفادہ کیا اور علم میں اضافے کرکے اور تحقیقات کرکے اسے کہیں سے کہیں پہنچادیا اور پھر ان کے اس علمی ارتقاء سے ساری دنیا نے فائدہ اٹھایا اور بالخصوص اہل یورپ نے فائدہ اٹھایا کیونکہ درحقیقت ان کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) انہی اسلامی علوم وتہذیب پر استوار ہوئی تھی، مگر اہل یورپ کی تنگ نظری اس کا اعتراف نہیں کیا، بلکہ جن مسلمانوں کی شاگردی کرکے انہوں نے تہذیب کے مبادی سیکھے ان ہی مسلمانوں سے اندلس میں برسرپیکار ہوئے اور حتیٰ کہ پورے روئے زمین کے مسلمانوں کو اپنے سامراجی ہتھکنڈوں سے غلام بنا چھوڑا۔

جس جدید تجربی طریقے (Modern Experimental Method) پر ہر مغربی سائنسی علم کی بنیاد استوار ہے وہ خود اہل مغرب کے اعتراف کے مطابق مسلمانوں کی میراث ہے چنانچہ گب (H R Gibb) اپنی کتاب (Modern Trends in

Islam) میں لکھتا ہے:

''میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان محققین کی جزرس اور مفصل تحقیقات نے ہی ٹھوس اور محسوس طریقے پر سائنسی علم کی پیش رفت کی راہ متعین کی ہے اور انہی تحقیقات کے سہارے یورپ نے تجربی منہاج تک رسائی حاصل کی۔''

یہ اعتراف مسلمانوں کی محسوس اور ٹھوس علمی ترقیات کا منہ بولتا ثبوت ہے مگر مسلمانوں نے یہ ترقیات اس وقت کی تھیں جب وہ ''مسلمان'' تھے اور ایسے پکے سچے مسلمان تھے کہ وہ ان مادی ترقیات کے باوجود اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر قائم رہے اور انہوں نے انسانیت کو نظر انداز کر کے مادیت ہی پر تکیہ نہیں کیا بلکہ عالم روح سے ان کا تعلق برقرار رہا۔ انہوں نے اپنے علوم اور اپنی مادی ترقیات سے انسانوں کو اپنا غلام نہیں بنایا اور ان پر مادیت اس طرح مسلط نہیں ہوئی جس طرح آج یورپ پر مسلط ہے اور انہوں نے مغرب کی طرح اپنے آپ کو ''ترقی پسند'' کہہ کر اخلاق سے پہلو تہی نہیں کی بلکہ مسلمانوں کے یہاں علوم سائنس نے نظریہ اسلامی کے زیر سایہ ترقی کی اور انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کی راہیں تلاش کیں۔ (۱)

اہل مغرب کی خدا بیزاری کی اصل وجہ

اسلام میں کبھی خدا اور انسان کے درمیان آویزش نہیں رہی اور نہ کبھی مذہب و سائنس کی کشمکش برپا ہوئی اور مغرب میں خدا بیزاری اور مذہب و سائنس کی کشمکش کی اصل وجہ یہ ہے کہ لاشعوری طور پر مقدس آگ چرانے کی پرومیتھیس کی مکروہ یونانی دیومالا ان کے ذہنوں میں راسخ ہو چکی تھی اور اللہ کے بارے میں ان کے تصورات کی اساس یہی کہانی بنی ہوئی تھی۔

''اور اس کہانی نے انسان اور خداؤں کے درمیان پیہم کشمکش اور حسد و عناد کا رشتہ قائم کیا ہوا تھا اور اس دشمنی میں نہ صرف یہ کہ کبھی کوئی مودت و محبت کی لہر نہیں آتی تھی بلکہ اس کی آگ کا الاؤ مزید روشن ہوتا جاتا تھا کیونکہ اسرار کائنات کا علم حاصل کرنے کی دُھن میں اور

(۱) مصنف کی کتاب قبسات من الرسول میں باب ''طلب علم فرض ہے'' ملاحظہ کیجئے۔

خود خدا بَن جانے کی لگن میں انسان ''مقدس آگ'' حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دیوتاؤں نے اپنے اقتدار اور قوت کے تحفظ کی خاطر اس مقدس آگ کی بڑی تندہی اور سختی سے حفاظت کی اور انسان کو اس آگ کے پاس پھٹکنے نہ دیا۔

یہ ہے خدا اور بندوں کا رشتہ جو مغربی ذہنوں میں لاشعوری طور پر سرایت کیا ہوا ہے اور وہ اپنے آپ کو غیر شعوری طور پر خدا کے سامنے عاجز تصور کئے ہوئے ہیں اور اپنی اس عاجزی اور بے کسی پر راضی نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ قوت اور معرفت حاصل کر کے اس عجز کو ختم کر دیں اور ''طبعی قوتوں'' پر غلبہ حاصل کر لیں اور ''کائنات کو مسخر کر لیں'' اور ''اسرار کائنات کا علم بزور قوت'' حاصل کر لیں۔ جس طرح پرومیتھیس نے قدیم دیوتا سے مقدس آگ چھیننے کی کوشش کی تھی۔

مغرب کے لوگوں کے نفس میں چھپا ہوا یہی وہ جذبہ ہے جس کی بنا پر اہل مغرب یہ سمجھتے ہیں کہ انسان جو بھی سائنسی ترقی حاصل کرتا ہے اس سے اس کے ارتقاء میں جہاں ایک مرحلے کا اضافہ ہوتا ہے وہاں اس کا خدا بھی ایک درجہ نیچے اتر جاتا ہے اور یہ کشاکش اسی طرح جاری رہتی ہے کہ ہر سائنسی ترقی انسان کو اٹھاتی اور خدا کو گراتی رہتی ہے یہاں تک کہ ایک نہ ایک دن وہ وقت بھی آ جائے گی جس کے لیے انسان ہمیشہ سے بے تاب ہے کہ وہ اپنا خدا آپ بَن بیٹھے گا اور اپنی زندگی کا خود ہی خالق و مالک بن جائے گا۔''(۱)

خدا بیزار سائنسی ترقیات کا انسانی نفسیات پر اثر

یورپ کی خدا بیزار سائنسی ترقیات اور روح سے بے گانہ مادی ارتقاء کا ایک مہلک نتیجہ یہ بھی برآمد ہوا ہے کہ انسان مشین کا ایک پرزہ اور ایک حیوان بن کر رہ گیا ہے۔ مشین تاریخ کے ایک طریل عرصے تک انسان کی نفسیاتی قوت کا ایک سرچشمہ بنی رہی ہے، اس لیے کہ اولاً انسان خود مشین کو چلاتا رہا اور یہ سمجھتا رہا کہ اصل کارفرما قوت وہ خود ہی ہے اور مشین محض اس کی محتاج ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشین میں ارتقاء ہوتا گیا اور اب مشین محض ہاتھ سے چلانے والی ایک کل نہیں رہی کہ انسان کو اس پر بالادستی کا احساس

---

(۱) مصنف کی کتاب قبسات من الرسول میں باب ''طلب علم فرض ہے'' ملاحظہ کیجئے۔

رہے اور اسے یہ خیال ہو کہ وہ جب چاہے اس مشین کو چلا سکتا ہے اور جب چاہے اسے روک سکتا ہے بلکہ مشین بڑھتے بڑھتے دیو پیکر بنتی گئی اور انسان اس کے سامنے ایک ذرہ حقیر بن گیا اور مشین اپنی اندرونی قوت سے چلنے لگی اور انسان کو یہ قوت نہیں رہی کہ وہ براہ راست اسے روک دے اور اس طرح ایک کارخانے کے اندر مشین کے بالمقابل انسان کی حیثیت بدل گئی۔ یعنی پہلے کارکن اور مزدور اپنے ہاتھوں سے مشین کو چالو رکھتا تھا اور اب وہ خود اس دیو پیکر مشین کا ایک حصہ بن گیا اور مزدور اور کارکن کا کام صرف یہ رہ گیا کہ وہ مشین کا بٹن دبا دے اور کھول دے یا مشین میں خام مواد بھر دے، جسے مشین پلک جھپکنے میں نگل جائے اور مزید کا مطالبہ کر دے۔

اس نئی تبدیلی نے انسانی نفسیات پر ایک نیا اثر مرتب کیا اور اس سے انسان کی اپنے نفس پر قدرت درجہ بدرجہ کم ہونے لگی اور اس کی انسانیت میں بھی کمی واقع ہونے لگی۔ اب اس کے ذہن پر دیو پیکر مشین چھا گئی اور مشین ہی قوت قاہرہ بن گئی کہ انسان اسی کے لحاظ سے سوچے اور اسی کے اعتبار سے زندگی گزارے۔ اس دیو پیکر مشین کے سامنے انسان کے جاندار جذبات مرجھا گئے اس کے روشن افکار دھندلا گئے اور اس کے نازک احساسات مکھلا گئے اور مشین کی طرح اس کے اعصاب بھی تن کر سخت ہو گئے اور اس کی زندگی مشین کے ایک پرزے کی طرح بے حس و بے جان صبح سے شام تک ایک ہی محور پر گردش کرنے لگی جس طرح مشین کا بٹن دبا دیجئے۔ وہ حرکت میں آ جاتی ہے اسی طرح انسان کی قوتوں کا استعمال ہونے لگا کہ صبح کو بٹن دبا دیا اور انسان نے کام شروع کر دیا اور کرتا رہا کرتا...... یہاں تک کہ شام کو گھنٹی بج گئی اور انسان کے ہاتھ اس طرح رک گئے جیسے بٹن بند کر دینے سے مشین رک جاتی ہے۔

اس کے بعد انسانی مشین کا دوسرا حصہ حرکت میں آ جاتا ہے کیونکہ حیوانی قوت کا جو ذخیرہ صبح سے اس کے جسم میں بے کار پڑا ہے وہ اس بے حس مشین پر کام کرنے کے دوران پوری طرح بروئے کار نہیں آیا ہے اور اب جوں ہی اس پر پابندیاں اٹھتی ہیں تو بھڑکتی ہوئی شوریدہ سر حیوانی قوت ایسی ہی شوریدہ حیوانی قوت کی تلاش میں نکل جاتی ہے اور جب اس

گھٹی ہوئی قوت حیوانی کا اخراج ہو جاتا ہے تو اعصاب اس وقت تک کے لیے پر سکون ہو جاتے ہیں جب تک کہ یہ توانائی جسم میں دوبارہ نہ بھر جائے۔

غرض اس طرح انسانی زندگی ایک ایسی خشک اور بے روح مشین بن کر رہ گئی ہے جو پر جوش جذبات نازک احساسات اور روشن افکار سے یکسر خالی اور تہی داماں ہے بس ایک پست حیوانیت ہے جو ساری انسانی صلاحیتوں اور جسمانی قوتوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اور یہی وہ مرحلہ ہے جس پر پہنچ کر ''انسانیت'' نے منہ چھپا لیا ہے اور اس کی جگہ ''مشینی حیوان'' نے لے لی ہے۔''(۱)

سائنس کا مذہب سے اور انسان کا اللہ سے رشتہ منقطع ہو جانے کا ایک نتیجہ یہ رونما ہوا ہے کہ انسانوں کے درمیان زبردست مادی کشمکش اور شدید ہوس زر پیدا ہو گئی ہے اور آج پورا مغرب اس کی لپیٹ میں آیا ہوا ہے۔

یہ وہ بدترین نتائج ہیں جو خدا بندے کا تعلق منقطع ہو جانے سے ظاہر ہوتے ہیں اور اسی لیے اسلام بڑی شدت سے اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ قلب انسانی ہمیشہ اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ رہے اور عقل انسانی زمین کی مادی قوتوں کے استعمال میں مخلوقات اور کائنات میں کارفرما حکمت الٰہی کو مدنظر رکھے اور انسان ہمیشہ اپنے رب کے ساتھ محبت و مودت اور امید ورجا کا تعلق قائم رکھے۔

علم عطیہ الٰہی ہے

اسلام کی نظر میں انسان اس پر مجبور نہیں ہے کہ وہ اللہ سے نبرد آزما ہو کر (نعوذ باللہ) علم و معرفت حاصل کرے جس طرح کہ مغرب کے ذہن میں لاشعوری طور پر یہ تصور جاگزیں ہے بلکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے فضل و کرم سے اور از خود احسان فرما کر انسان کو علم عطا کیا ہے اور علم کے اصل ذرائع یعنی ''فہم رسا کی حامل عقل'' اور ''باریک بیں بصیرت'' عنایت فرمائی ہے اسی نے تو حصول رزق کے لیے زمین کی راہوں کو انسان کے لیے پامال بنا دیا ہے اسی نے تو انسان کو بہتر سے بہتر کھانے کی اشیاء عطا فرمائی ہے۔''اسی نے آسمانوں

---

(۱) النفس والمجتمع کی فصل الانسان والآلۃ ملاحظہ کیجئے۔

اور زمین کی تمام اشیاء کو انسان کے تابع فرمان بنا دیا ہے'' اور ''اسی نے تو انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا ہے اور اس کو وہ کچھ سکھا دیا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا'' اور ان جملہ نعمتوں اور احسانات کا صلہ یہ ہے کہ انسان اللہ سبحانہٗ کا شکر ادا کرے، اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اس کی محبت اور تعلق کا سبب بنے۔

اسلام میں عقل انسانی اور روح کا رشتہ غیر منقطع اور دائمی طور پر قائم رہتا ہے اور اس تعلق کی بنا پر عقل گم کردہ راہ اور حق کی ڈگر سے منحرف نہیں ہوتی اور نہ علم کو شر کے راستے میں استعمال کرتی ہے۔

اسی طرح نظام اسلام میں روح اور مادہ میں تعلق برقرار رہتا ہے اور انسان مشین کا غلام نہیں بنتا ہے بلکہ وہ اپنے پورے وجود کا محافظ بنا رہتا ہے اور اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کے اظہار میں اللہ سبحانہٗ کی مدد کا خواستگار ہوتا ہے اور ایک فعال ایجابی قوت کی حیثیت میں عنصر مادہ پر غالب رہتا ہے۔ غرض اس طرح اسلام عقل انسانی کی تربیت کرتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً البقرہ 138:2

''اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا۔''

باب ششم

جسم کی تربیت

تربیت کے موضوع پر گفتگو کے دوران جسم سے صرف اس کے حواس (Senses) اور عضلات (Muscles) ہی مراد نہیں ہوتے بلکہ اس سے جسم سے پیدا ہونے والی ساری کی ساری جسمانی قوتیں اور صلاحیتیں اور تمام فطری میلانات محرکات اور جذبات (Natural urges and Emotions) مراد ہوتے ہیں۔

ہمیں اس وقت تجربی نفسیات (experimental psychology) سے سروکار نہیں ہے جو انسان کے افکار اور مشاعر کو بھی جسم کے کیمیاوی اور کہربائی انعکاس قرار دیتی ہے اور نہ ہمیں اس وقت ان فلسفیانہ نظریات سے دلچسپی ہے جو جسم کو محض نفس کی فرودگاہ بتاتے ہیں۔ بلکہ ہم ان افکار سے ہٹ کر یہ کہتے ہیں کہ نفس اور جسم میں ایک گہرا ربط و تعلق موجود ہے اور اس ارتباط و تعلق کی نوعیت یہ ہے کہ نفس جسم پر اثر انداز ہوتا ہے اور جسم نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اور ان دونوں میں کبھی انفصال اور عدم تعلق رونما نہیں ہوتا۔

ہم گزشتہ ابواب میں بیان کر چکے ہیں کہ انسانی وجود ایک پیوست اور مربوط وجود ہے اور اس وجود کے علیحدہ علیحدہ اجزاء نہیں کیے جاسکتے او جب کبھی علیحدہ جز پر گفتگو کی جاتی ہے، تو یہ تجزی برائے تفہیم ہوتی ہے اور فی الحقیقت نہیں ہوتی۔ گویا ہم نفس اور جسم کو فی الواقع جدا جدا نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہم کسی ایسے جسمانی عمل کی نشان دہی کر سکتے ہیں جو نفس کے دائرہ میں نہ آتا ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شنوائی ہو یا گویائی لمس ہو یا شامّہ اور دیکھنے کی قوت ہو یا چکھنے کی صلاحیت سب کے سب ہر چند کہ جسمانی حواس میں ہیں لیکن یہ انسان کے نفسیاتی وجود سے جدا ہو کر اپنا عمل سرانجام نہیں دے سکتے۔ یعنی ہم جب ان حواس کے مجموعی حیاتی

تاثر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو ہم ان کے بارے میں ایک ایسے حاسّہ کی حیثیت میں گفتگو کرتے ہیں جو کسی غایت تک پہنچنے والا ہو اور جو ایک مخصوص نفسیاتی تاثر تک پہنچتا ہو، کیونکہ غیر شعوری نظر، بلافہم شنوائی اور ایسا شامّہ، لمس اور ذائقہ جس کا نفس پر کوئی انعکاس نہ ہو، اس کی انسانی زندگی میں کوئی قیمت نہیں ہوتی اور نہ ایسے احساس کی تربیت مقصود ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ایسے حواس ہر چند کہ حواس ہی کہلائیں گے مگر چونکہ یہ اپنی نفسیاتی تاثیر مرتب نہیں کر رہے ہیں اس لیے بے اثر اور غیر مقصود ہیں۔

وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۝ الاعراف 179:7

ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے۔

اعضائے جسمانی اور اعصاب اور گوشت پوست سب مل کر جسم قرار پاتے ہیں، لیکن بالآخر یہ مرکب جسم ایک جاندار قوت (قوت حیوانی) ہوتا ہے جو مجموعی طور پر نہایت پیوستگی کے ساتھ کسی نفسیاتی مقصد کے لیے حرکت کرتا ہے۔

دو امور کا بطور خاص لحاظ

اور اسلام جسم کی تربیت اور قوت حیوانی کی تربیت میں دو امور بطور خاص ملحوظ رکھتا ہے، یعنی جسم کو جسم ہونے کی حیثیت سے مدنظر رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے وجود سے پیوست نفسیاتی انجام تک پہنچ سکے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کہ

"تمہارے جسم کا تمہارے اوپر حق ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ انسان پورے جسم کی جانب توجہ کرے اور اسے جائز حلال اور طیب غذا فراہم کرے، اسے آرام کا موقعہ دے اور اس کو صاف ستھرا رکھے۔ اسی طرح اللہ سبحانہٗ نے جسم کے متعلق جو ہدایات دی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ جسم کو لازمی قوت حیوانی فراہم کی جائے تاکہ وہ انسان کے پورے وجود کے مقاصد کی تکمیل میں اس قوت کو صرف

کر سکے اور جسمانی وجود پر قائم نفسیاتی مقصد کو حاصل کر سکے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا القصص 77:28

اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط الاعراف 32:7

اے نبی ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں۔

غرض اسلام نے جا بجا جسمانی دیکھ بھال اور عام بدنی ورزشوں کی ہدایات دی ہیں اور تیراندازی اور شاہسواری جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے اس منہاج تربیت کا ایک حصہ ہیں اور ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ جسم کو تقویت پہنچے اور جسم محنت کرنے اور سہنے کا عادی ہو سکے۔ جیسا کہ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسانی جسم کو اس قدر توانائی حاصل ہو جائے کہ وہ زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے، اس لیے کہ کمزور و ناتواں جسم نہ تو زندگی کے کیف و سرور سے پوری طرح لطف اٹھا سکتا ہے اور نہ پوری طرح نفس کو اتنی وافر مقدار میں زندگی کا ایندھن فراہم کر سکتا ہے جو اس کے لازمی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی ہو مزید برآں یہ کہ ''کشاکش حیات'' کے لیے لامحالہ ایک مضبوط اور توانا جسم کی ضرورت ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ساتھ مسابقت (دوڑ لگاتے) فرماتے اور کبھی عائشہؓ آگے نکل جاتیں اور کبھی آپؐ آگے نکل جاتے اور آپؐ اپنی اونٹنی قصواء پر بھی دوڑ لگاتے تھے اور حج کے فرائض میں بھی اسلام نے جھپٹ کر چلنا اور دوڑنا مقرر فرمایا ہے اور یہ سب امور جسم کے اعضاء کو توانائی بخشنے اور مضبوط بنانے کے تربیتی اقدامات ہیں۔

قوت حیات کی تربیت

اگرچہ اسلام نے عضویاتی جسم کی تربیت کی جانب بھی توجہ کی ہے لیکن ہم صرف اسی پر گفتگو نہیں کریں گے بلکہ ہم اس کے بارے میں گفتگو کریں گے جو جسمانی وجود کے چشمے سے پھوٹتی ہے اور تمام مشاعر نفس کو سیراب کر جاتی ہے۔ اسلام نے اس قوت حیات کی تربیت اور اس کو صحیح رخ پر لگا دینے کا بہت زیادہ اہتمام کیا ہے۔

اسلام نے قوت حیات کو ناپاک و نجس نہیں بتایا ہے اور نہ ہی اسے قابل نفرت و حقارت تصور کیا ہے (جیسا کہ عیسائی رہبانیت میں کیا گیا ہے) بلکہ اسلام نے اس قوت کا برملا اور کھلم کھلا اعتراف کر کے اس کی تربیت کرنے اسے پاکیزہ رکھنے اور اسے مہذب بنانے کے اقدامات کیے ہیں بلکہ اسلام نے تو انسان کو اس قوت حیات (Vital Power) سے لطف اندوز ہونے کی ہدایت فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ الاعراف 32:7

اے نبیؐ، ان سے کہو، کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں۔ کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز خالصتہً انہی کے لیے ہوں گی۔

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ السبا 15:34

کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ الکہف 7:18

واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الاعراف 31:7

اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ البقرہ 223:2

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو بیوی سے فطری تعلق استوار کرنے پر اجر بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''تمہارے اس تعلق پر بھی ثواب ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرے تو اس پر بھی ثواب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر وہ یہ تعلق حرام طریقے پر قائم کرتا تو کیا سزا نہ ہوتی؟ صحابہؓ نے عرض کی، جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس

اسی طرح تعلق حلال پر بھی ثواب ہے۔" (مسلم)

اسلام نے جہاں جسمانی معاملات پر توجہ دی ہے اور وضو اور غسل کے احکام بیان فرمائے ہیں وہاں جنسی مسائل پر بھی توجہ دی ہے اور اس طرح "قوت حیات" کا برملا اعتراف کیا اور اس کی پاکیزگی اور نظافت کے اصول بیان فرمائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ

البقرہ 222:2

پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے، کہو وہ ایک گندگی کی حالت ہے اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ البقرہ 187:2

تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔

جنسی امور کے مدنظر اسلام جسمانی اور نفسیاتی مظاہر کے بارے میں بھی ہدایات دیتا ہے کہ مرد پوری طرح (مظاہر کے لحاظ سے بھی) مرد ظاہر ہو اور عورت کے بھی جملہ مظاہر ایک عورت کی طرح ہوں، اور مردوں میں زنانہ خصلتیں، عادتیں اور مظاہر نہ پائے جائیں اور اسی طرح عورتوں میں مردوں کی مشابہت نہ پائی جائے تاکہ جنسی قوت فطرت سلیمہ کے مطابق برقرار رہے اور انسان جنس کو بے حیائی اور فحاشی کا ذریعہ بنا کر نہیں بلکہ فطری اصولوں کے مطابق ایک جسمانی اور نفسیاتی ضرورت کے طور پر برتے۔

جسم انسانی کی حقارت کا تصور

اسلام نے جسم انسانی کو حقیر، برا اور گندہ تصور نہیں کیا ہے (جیسا کہ عیسائی رہبانیت میں ہے) بلکہ اسلام نے انسانی جسم کو پاکیزہ قرار دیا ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسلام کی جملہ عبادات میں (روح کے ساتھ) جسم بھی شریک عبادت ہوتا ہے اور بوقت عبادت جسم کو نظر انداز نہیں کر دیا جاتا۔ اس بات کی ایک واضح مثال نماز ہے جس سے

پہلے جسم کو پاک وصاف کرنے کے لیے وضو کیا جاتا ہے جو کہ ایک جسمانی عمل ہے (ہر چند کہ اس کے روحانی فوائد اور مقاصد بھی ہیں) خود نماز جہاں فکر اور روح کی بیداری کرتی ہے وہاں اس میں جسمانی حرکات بھی موجود ہیں اور اس طرح دورانِ نماز انسان کا جسم اس کی عقل اور اس کی روح کا شریک کار ہوتا ہے، اور خشیت وخشوع کی حرکات میں شریک ہوتا ہے کہ اگر جسمانی طہارت نہ ہو تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ روزہ بھی بیک وقت نفسیاتی اور جسمانی عبادت ہے غرض اسلام میں ہر عبادت، عملی عبادت ہے اور اس میں توجہ الی اللہ میں جسم بھی شریک ہوتا ہے۔

اسلام جسمانی قوت کا مکمل لحاظ تو رکھتا ہے لیکن اس کے حال پر نہیں چھوڑتا بلکہ اس کی تنظیم کرتا ہے اور اس کے اظہار کے راستے متعین کرتا ہے کیونکہ اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود انسانی وجود کے لیے تباہ کن ہو جائے۔

تحفظ ذات اور تحفظ نوع

بات دراصل یہ ہے کہ زندگی کی بقاء کے لیے ''تحفظ ذات'' اور ''تحفظ نوع'' ایسے لازمی امور ہیں کہ ان کے بغیر زندگی باقی نہیں رہ سکتی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں امور کو انسان کی ساخت اور اس کے وجود کی گہرائیوں میں پیوست کر دیا ہے۔

فرد کی ذات کے تحفظ کے لیے غذا، لباس اور رہائش لازمی امور ہیں اور نوع کی حفاظت کے لیے جنسی قوت اور اپنے آپ اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی مدافعت کی صلاحیت لازمی امور ہیں اور ان تمام امور کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے جداگانہ مستقل وجود کو، جماعت کے ایک حصہ ہونے کے لحاظ سے اپنے وجود کو اور تمام معاشرے اور سماج کو محبوب رکھے۔

بہر حال یہ اہم فطری محرکات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں ودیعت فرما دیے ہیں تا کہ انسان اپنی ذات اور اپنی نوع کا تحفظ کر سکے اور اس کے وجود کے اندر اور اس کی ساخت میں اس امر کی ضمانت فراہم کر دی کہ وہ مقاصد حیات کو بروئے کار لاتا ہے اور زندگی کے مطالبات کی تکمیل کرتا رہے۔ چنانچہ بھوک و پیاس کا لگنا اس امر کی ضمانت ہیں

کہ جسم کو اس کی خوراک اور پانی میسر آتے رہیں گے اور گرمی و سردی سے اور موسمی تغیرات سے تکلیف کا احساس اس امر کی ضمانت ہیں کہ انسان جسم کو لباس میں ملبوس رکھے گا اور کسی پناہ گاہ میں محفوظ رکھے گا، اور جنس کی شدید محبت و خواہش اس امر کی ضمانت ہیں کہ نوع کے تحفظ کے لیے مسلسل نسل کشی ہوتی رہے گی اور اپنی جان کی حفاظت کی شدید خواہش اس امر کی ضمانت ہے کہ انسان اس جسم کی تمام ضروریات کی تکمیل کرتا رہے گا۔ غرض زندگی کے ہر مقصد کی تکمیل کی ضمانت فطری طور پر خود جسم کی ساخت میں موجود ہے، جس کے احساس کے لیے کسی تامل کی حاجت نہیں ہے۔

پھر زندگی کے تحفظ کی یہ ضمانتیں جو جسم میں ودیعت کر دی گئی ہیں، ان میں صرف الم (تکلیف ہی کا پہلو نہیں ہے (کہ بھوک پیاس سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اس تکلیف کا ازالہ کرتا ہے) بلکہ اس کا دوسرا پہلو حصول لذت بھی ہے۔ گویا مقاصد حیات میں سے ہر مقصد کی تکمیل کے لیے بیک وقت دو ضمانتیں فراہم کی گئی ہیں کہ ایک محرک اس مقصد کے حصول کی جانب پیچھے سے دھکیلے (یعنی الم) اور دوسرا محرک اس مقصد کے حصول کے لیے آگے سے کھینچے یعنی اس خواہش کی تکمیل میں پنہاں لذت (کھانے پینے میں لذت ہے جنسی عمل میں لذت ہے اور جسم کو لباس اور محفوظ جگہ میں آرام دینے میں لذت ہے یعنی جسم کی زندگی کے مطالبات میں سے ہر مطالبہ ایسا ہے کہ اگر وہ پورا نہ ہو تو جسم کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور جسم اس کی تکمیل کا مطالبہ کرتا ہے اور جب اس مطالبہ کی تکمیل کر دی جائے تو جسم کو آسودگی حاصل ہوتی ہے اور وہ لذت پاتا ہے) اور یہی احساس الم و لذت درحقیقت انسانی زندگی کے بہت بڑے محرکات ہیں۔

جسمانی محرکات کی مسرفانہ تکمیل

مندرجہ بالا حرکات جہاں حیات انسانی کے وجود کے برقرار رہنے کے لیے ناگزیر ہیں وہاں ان کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اگر ان محرکات کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور ان کے سامنے کوئی بند نہ باندھا جائے تو یہ سیل بے کراں سب کچھ تباہ کر چھوڑے، سب سے پہلے ان محرکات کی بلا بندش تکمیل جسم کو بیماریوں کی آماجگاہ بنا دے گی اور اسے بالکل تباہ کر

دے گی اور پھر دوسرے یہ کہ جسم کی راحت و آسودگی بھی برقرار نہیں رہے گی اور جس قدر جسم کو حصول لذت کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا، اسی قدر لذت کی سیرابی میں کمی آتی جائے گی بلکہ لذت الم میں تبدیلی ہوجائے گی اور آسودگی عذاب بن جائے گی۔

چنانچہ جو شخص کھانے میں اسراف برتے، اگرچہ اولاً یہی محسوس ہوگا کہ وہ سیراب ہو رہا ہے اور اس کی بھوک مٹ رہی ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ زیادہ کھانا اس کی حرص طعام کو اس قدر بڑھا دے گا کہ پھر نہ اسے تسلی ہوگی اور نہ وہ مطمئن ہوگا (اور اس کی بھوک جوع البقر بن جائے گی)

جو شخص جسم کو حد سے زیادہ آرام پہنچانا شروع کردے تو ایک مرحلہ ایسا آئے گا کہ اس کا احساسِ راحت اور شعور آسودگی ہی مٹ جائے گا، اور اس کی جگہ اس کا جسم کاہلی اور درماندگی کا شکار ہوجائے گا اور کچھ وقت گزرنے کے بعد جسم کی چستی اور پھرتی ختم ہوکر یہ کاہلی اور درماندگی عذابِ جان بن جائے گی۔

جو شخص جنس کی لذتوں کے حصول میں مسلسل منہمک ہوجائے تو وہ ایک وقت گزرنے کے بعد اس قدر شدید جنسی بھوک کا شکار ہوجائے گا کہ کبھی بھی اس کی بھوک نہ مٹے گی اور مسلسل نئی نئی لذتوں کی تلاش میں سرگرداں رہے گا۔

اور جو شخص ملکیت میں مسرفانہ روش اختیار کرے گا تو اس کی ہل من مزید کی بے پناہ خواہش سے تسکین نہ ہوسکے گی بلکہ وہ جوع الارض کا شکار ہوجائے گا اور ہمیشہ ہی یہ سمجھتا رہے گا کہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ انتہائی قلیل اور حقیر ہے۔

حیاتیاتی مطالبات اور جمالِ فطرت

بہر حال مقصد حیات یہ نہیں ہے کہ انسان جسم کے حیاتیاتی مطالبات کی تکمیل میں لگا رہے۔ بلکہ اس ضرورت سے زیادہ زندگی اور حیات کی فطرت میں ایک جمال اور حسن بھی ہے اور یہ حسن و جمال ان امور کے اور ان ضروریات کے بطریق احسن ادا کرنے میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

اس امر کی وضاحت کے لیے اس وسیع و عریض کائنات پر ذرا ایک نظر ڈالنا ضروری

ہے تاکہ کائنات کے حسن و جمال کے بارے میں انسان کے علم بصیرت میں اضافہ ہو، ذرا آپ رنگا رنگ، خوش رنگ و خوش بو مہکتے ہوئے پھولوں کو دیکھیے کیا یہ ساری نیرنگی، سارا حسن اور سارا جمال محض ایک ضرورت کی تکمیل ہے یا یہ حسن و جمال ضرورت سے ماورا کسی مقصد کا حامل ہے۔

سائنس دان کہتے ہیں کہ پھولوں کا مقصد وجود یہ ہے کہ شہد کی مکھیاں اس سے شہد حاصل کریں جو انسان کے لیے غذا اور شفا ہے اور یہ کہ یہ پھول نباتات کو بار آور (Pollination) کرنے کا وظیفہ بھی انجام دیتے ہیں۔

لیکن جہاں تک شہد کی مکھی کا تعلق ہے اس کے لیے پھولوں میں اس قدر حسن و جمال کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شہد کی مکھی ایک سیدھی سادھی مخلوق ہے اور وہ جہاں ایک بے حد حسین اور خوبصورت پھول پر بیٹھتی ہے وہاں وہ ایک عام سے پھول پر بھی بیٹھتی ہے اس لیے محض شہد کی مکھی کے حوالے سے اور محض ضرورت کے تحت پھولوں میں اس قدر حسن و جمال کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حیاتیاتی مقاصد تو ایک سادہ پھول سے بھی اسی قدر عمدہ طریقے پر پورے ہو جاتے ہیں جس طرح کہ ایک خوبصورت ترین پھول سے پورے ہوتے ہیں۔

جمال طبیعت (Nature) کا بہ نظر غائر مطالعہ کیجیے۔ کیا جمال شفق، حسن طلوع صبح، لرزہ فگن پر ہیبت پہاڑ، موج دَر موج اتھاہ پھیلے ہوئے سمندر، چاندنی رات، صبح کی چمکیلی دھوپ، شام کے ملگجے سائے اور سرگوشی کرتی ہوئی کائنات، سب محض حیاتیاتی ضرورت کی تکمیل ہے اور کیا اس سارے حسن و جمال کے بغیر زندگی وجود میں نہیں آسکتی تھی؟

کیا یہ فتنہ پرور چہرے، یہ حسن و خوبصورتی کے ترشے ہوئے چہرے، یہ ہنستی بولتی حسین آنکھیں اور یہ چہرے کے نقوش سے پھوٹتی ہوئی روح کے جمال کی روشنی محض حیاتیاتی ضرورت (Biological Noeessity) ہے؟ اور کیا کھانے پینے اور سانس لینے کی ضرورتیں برے بھلے ہر طریقے پر پوری نہیں ہو جاتیں؟ اور کیا خود جنس ہر نر و مادہ میں خوبصورتی سے قطع نظر کر کے پوری نہیں ہو جاتی؟ یقیناً یہ حسن و جمال ہے اور محض حیاتیاتی

ضرورت نہیں ہے بلکہ اللہ نے فطرت کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ حیاتیاتی اعمال محض ضرورت کے تحت نہ کرے بلکہ وہ ان کو عمدگی اور حسن اور خوبصورتی سے انجام دے۔ (۱)

ارتقائے حیات کا تسلسل

مزید برآں ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ زندگی کا تحفظ ہی واحد مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصد زندگی کو محفوظ رکھنا اور اسے مسلسل ترقی دیتے رہنا ہے۔ انسان ہر چند کہ اس کارگاہ حیات میں افضل ترین مخلوق ہے اور اس کی زندگی بہترین زندگی ہے مگر اس کے باوجود اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرم رہے اور ارتقاء کی جدوجہد کرتا رہے اور اپنے آپ کو زوال و انحطاط سے بچانے کے لیے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو مجتمع رکھے۔ اگر انسان شہوتوں کے راستے پر چلے گا تو اس کی قوتوں اور صلاحیتوں کا یہ ذخیرہ جو ارتقاء میں اور انحطاط سے بچانے میں صرف ہونا چاہیے تھا رفتہ رفتہ ضائع ہو جائے گا اور انسان کا لذتوں کے حصول کا حد سے بڑھا ہوا یہ اشتیاق انسانی شعور، فکر اور عمل کو ارتقاء کے قابل نہیں چھوڑے گا اور انسان یہ محسوس کرنے لگے گا کہ ارتقاء اس کی پست لذتوں اور غلط آسودگیوں کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

انسان روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا گیا ہے اور اس خلافت کے فریضے کی انجام دہی کے لیے اسے بھرپور ایجابی قوت، قوتِ ارادی اور قوت کار بخشی گئی ہے تاکہ وہ اپنے رب کے حکم سے اس سرزمین کو نشوونما دے۔ تو اگر انسان اپنی ان قوتوں کو ضائع کر دے اور اپنی ان صلاحیتوں کو حیوانی مطالبات اور حیوانی محرکات میں کھپا دے تو انسان کا وجود کس طرح برقرار رہ سکے گا؟ منصب خلافت کیوں کر سرانجام پائے گا؟ تہذیبیں اور افکار کس طرح پیدا ہوں گے؟ زمین کی تعمیر و ترقی کیونکر ہوگی؟ اور ذاتِ الٰہی سے مستفاد اور اس سنت اللہ سے ماخوذ جس کے مطابق اللہ نے آسمانوں زمین اور زندگی کو تخلیق کیا ہے، ازلی حق اور عدل کیونکر قائم ہو سکیں گے؟

انسان تو مٹی اور روح دونوں ہی سے تخلیق ہوا ہے تو اگر انسان روح سے بالکلیہ تعلق

---

(۱) منصف کی کتاب قبسات من الرسول کا باب ولیرح ذبیحتہ ملاحظہ کیجیے۔

منقطع کر لے اور مٹی اور مادہ ہی سے چمٹ کر رہ جائے اور مادی خواہشوں کا بندہ بن کر رہ جائے تو اس کا مکمل اور اصل وجود کیونکر بروئے کار آسکتا ہے؟

لاشعوری اخفاء اور شعوری انضباط

یہی وجہ ہے کہ اسلام انسان کو محض مادی خواہشوں کا بندہ بن کر نہیں رہنے دیتا بلکہ اس پر کچھ پابندیاں اور کچھ حدود عائد کرتا ہے اور اس کی ان خواہشوں کی تکمیل کا شائستہ اور مہذب طریقہ مقرر فرماتا ہے۔

مگر اسلام انسان کی مادی خواہشوں کو کچلنے اور لاشعوری اخفاء (Repression) کا طریقہ کار اختیار نہیں کرتا، کیونکہ جذبات کو کچل دینے کا طریقہ (Repression) اسلام کے منافی ہے بلکہ اسلام کا طریقہ کار یہ ہے کہ اسلام انسانی وجود کو اس کی جملہ خصوصیات اور اس کی تمام قوتوں کے ساتھ مقاصد وجود (Object of Life) کی تکمیل میں لگا دیتا ہے اور جب تک انسان ان مقاصد کی تکمیل میں لگا رہے وہ اس کی ہر قوت وصلاحیت کا اعتراف کرتا اور اسے بروئے کار لاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اسلام انسان کی مادی ضرورتوں، خواہشوں اور میلانات وجذبات کو کیونکر کچل سکتا ہے اور مثلاً اسلام کھانے پینے کی خواہش کو کیونکر دبا سکتا ہے جب کہ اسلام کو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے بہادر اور مضبوط جسم کے مالک مجاہدین درکار رہیں اسلام جنسی قوت کو کس طرح کچل سکتا ہے، جب کہ اسلام چاہتا ہے کہ صالح اور نیکوکار آبادی پھیلے اور بڑھے تاکہ روئے زمین پر اس نظریہ کی اشاعت ہو سکے۔ اسلام کس طرح انسان کے حب ذات کے جذبے کو کچل سکتا ہے حالانکہ یہی حب ذات کا جذبہ عمل اور پیداوار کا ضامن ہے اور اسی کے ذریعے انسان منصب خلافت کی انجام دہی کر سکتا ہے اور زمین کو آباد کر سکتا ہے۔ اسلام قتال کی قوت کو کس طرح کچل سکتا ہے حالانکہ اسلام کو تو شر کی قوتوں سے مسلسل برسر پیکار رہنا ہے۔ غرض اسلام انسان کی کسی بھی قوت اور صلاحیت کو نہیں کچل سکتا، اس لیے کہ اسلام کو انسان کی ان تمام صلاحیتوں اور قوتوں کی ضرورت ہے، بلکہ اسلام تو چاہتا ہے کہ انسان کی یہ قوتیں اور صلاحیتیں بروئے کار آئیں، اسی لیے اسلام ان قوتوں کو کچلنے کے بجائے انہیں غذا فراہم کرتا، نشوونما دیتا اور

انہیں صحیح مصرف میں لگا تا ہے کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اس میں رہبانیت اور ترکِ دنیا کی تعلیم نہیں ہے۔

اسلام انسانی قوتوں اور صلاحیتوں پر کچھ شعوری ضوابط (Suppression) اور پابندیاں عائد کرتا ہے جو نظر ظاہر بین کو لاشعوری اخفاء (Repession) محسوس ہوتی ہیں مگر درحقیقت یہ شعوری ضوابط اور محسوس پابندیاں، لاشعوری اخفاء (Repression) نہیں ہیں۔ (۱)

فرائڈ (Freud) جو ہمیشہ لاشعوری اخفاء (Repression) اور نفسیاتی الجھنوں کی توضیح کرتا رہا اور جس کے بارے میں یہ خیال کیا جانے لگا کہ اس کے نزدیک ہر خواہش فطری سے باز رہنا نفسیاتی اضطراب پیدا کر دینے والا اخفاء (Repression) ہے، خود

---

(۱) لاشعوری اخفاء (Repression) وہ نفسیاتی عمل جس کے زیر اثر خواہشات، جذبات اور میلانات شعور سے لاشعور کی تہ میں اتر جائیں، کیونکہ ان کا شعور میں رہنا معاشرے میں برا سمجھا جاتا ہے اور انہیں غیر سماجی (Anti Social) خیال کیا جاتا ہے، یہ خواہشیں لاشعور میں چھپ کر الجھن بن جاتی ہیں اور وقتاً فوقتاً شعور میں آ کر گڑ بڑ مچاتی رہتی ہیں۔ جس سے جھنجلاہٹ (Frustration) پیدا ہوتی ہے۔

جب کہ شعوری انضباط (Suppression) میں انسان بعض جبلی میلانات کی تکمیل سے کسی مقصد کے تحت وقتی طور پر باز رہتا ہے، جو رفعت (Sublimation) کا سبب بنتا ہے اور انسانیت کی تمام تر تہذیبی پیش رفت اسی شعوری انضباط (Suppression) کی مرہونِ منت ہے۔

اسلام کہیں بھی اور کسی مرحلے پر بھی انسانی نفس میں لاشعوری اخفاء (Repession) پیدا نہیں کرتا، اس لیے کہ اسلام نے کسی بھی فطری میلان کے شعوری احساس کو برا اور نجس نہیں قرار دیا ہے بلکہ اسلام نے انسان کے تمام فطری میلانات کو تسلیم کیا ہے، انہیں خوشگوار اور دلکش بتایا ہے اور ان کی تکمیل پر ثواب واجر کی خوشخبری سنائی ہے۔ البتہ اسلام نے اس امر کی اجازت نہیں دی ہے کہ انسان اپنے جبلی میلانات کی تکمیل جانوروں کے طریقے پر کرے بلکہ اسلام نے ہدایت کی ہے کہ انسان ان میلانات کی تکمیل انسانی طریقے پر کرے۔ اس مقصد کے لیے اسلام نے ان میلانات کی تکمیل پر کچھ حدود اور پابندیاں عائد کی ہیں اور شعوری انضباط (Suppression) کے ذریعے رفعت (Sublimation) کی شاہراہ متعین کی ہے۔

اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے مصنف کی کتاب ''اسلام اور جدید مادی افکار'' ترجمہ راقم الحروف ملاحظہ کیجیے۔ (س۔صدیقی)]

اپنی کتاب ''نظریہ جنس پر تین مضامین'' (Three Contributions to the Sexual Theory) میں صفحہ 82 پر لکھتا ہے۔

''لاشعوری اخفاء (R e p r e s s i o n) اور کسی جبلی عمل سے ازخود باز رہنے (Suppression) میں فرق ہے کہ ازخود امتناع دراصل اس کی انجام دہی کو معلق کر دینا ہے۔''

یعنی شعوری طور اور ایک مقصد کے تحت کسی جبلی عمل (Instinetive Action) سے امتناع اختیار کرنا دراصل شعوری انضباط (Suppression) ہے اور لاشعوری اخفاء (Repression) نہیں ہے، کیونکہ لاشعوری اخفاء (Repression) تو یہ ہے کہ کسی جبلی میلان (Urge) کو برا اور گندہ سمجھ کر اسے عالم شعور میں آنے کی اجازت نہ دی جائے، جب کہ اسلام میں ایسی کوئی صورت موجود نہیں ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اسلام نے تو انسان کے فطری میلانات کو دلکش بنا کر ان کی تکمیل کی دعوت دی ہے اور اس پر اجر بھی بیان کیا ہے۔

اس کے برعکس شعوری انضباط (Suppression) ایک جداگانہ عمل ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان انفرادی وجود یا اجتماعی ڈھانچے کے تحفظ کی خاطر کسی جبلت کی تکمیل پر ایک متعین مقدار کی پابندی عائد کر لے یا اس پر کسی مخصوص وقت میں تکمیل پر پابندی عائد کرے مگر اس جبلی میلان کو مکروہ اور برا نہ سمجھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بھوکا ہو تو اسے ضرور کھانا کھلانا چاہئے اور کھانے کی خواہش میں کوئی برائی بھی نہیں ہے لیکن انسان کو بھوک کے وقت اور پیٹ بھرتے وقت آدمیت سے فروتر نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنے نفس کا اور انسانیت کا کوئی احترام ملحوظ نہ رکھے۔ نہ ہی یہ ہو کہ جب انسان کھانا کھائے تو اس قدر کھائے کہ بدہضمی ہو جائے اور بسیار خوری کی عادت جوع البقر بن جائے۔ پھر جب انسان کھانا کھائے وہ اپنے ہاتھ کھانے میں بھرے اور اس قدر حرص سے کھائے جیسے حیوان کھا رہا ہو۔

حیوانات جبلی میلانات کی تکمیل جبلی طریقے پر ہی کرتے ہیں، جب کہ انسان اس جبلت کی تکمیل کے مختلف طریقے اختیار کر سکتا ہے اور کچھ وقت کے لئے کھانا کھانے کو مؤخر

کرسکتا ہے اس میں تنوع اختیار کرسکتا ہے اور کھانے کی پیشکش اور اس کے آداب میں تہذیب اور نزاکت پیدا کرسکتا ہے۔

مزید یہ کہ انسان کھانے کے لئے چوری نہ کرے بلکہ اپنی ملکیت میں جو کھانا ہو وہ کھائے اور دوسروں کا کھانا چھین کر اور جھپٹ کر اور دھوکہ اور فریب سے حاصل کر کے نہ کھائے اور وہ چیزیں نہ کھائے جن کو اللہ نے انسان کے لئے حرام کر دیا ہے۔

انسان محض کھانے کے لئے زندہ نہیں رہتا بلکہ زندگی کے اور بھی مقاصد ہیں جو وجود میں آنے چاہئیں، اس لئے کہ کھانا بذات خود مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد یعنی تحفظ ذات کا ایک ذریعہ ہے اور ذریعہ کو ذریعہ ہی رہنا چاہئے اور یہ نہ ہو کہ ذریعہ مقصد بن جائے اور انسان کو زندگی میں انواع واقسام کے کھانے، کھانے کے سوا کوئی اور مشغلہ ہی نہ رہے۔

پھر یہ کہ انسان تنہا نہ کھائے بلکہ انسانی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوسرے محروم لوگوں کو بھی کھلائے، انہیں اپنی خوشی اور غمی میں شریک رکھے اور خواہ اس نے یہ کھانا اپنے جائز مال سے فراہم کیا ہو پھر بھی اس کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ خود کھالے اور اس کے گرد محروم اور بھوکے لوگ موجود ہوں اور وہ اس کھانے میں سے انہیں نہ دے۔

بہر حال انسان بر بنائے عادت یا بر بنائے شعور ان تمام امور کی پابندی کرتا ہے اور یہ سب خواہش طعام پر عائد ہونے والی پابندیاں اور ضوابط ہیں، مگر یہ اخفاء (Repression) نہیں ہیں۔ اور انسان خواہ یہ پابندیاں بر بنائے عادت قبول کرے یا بر بنائے شعور کرے ان میں سے کوئی بھی پابندی لذت طعام کو ضائع نہیں کرتی بلکہ کھانے پر عائد شدہ ان پابندیوں سے اسے اصل مادی اعصابی اور کیمیاوی لذت کے سوا نفسیاتی اور روحانی لذتیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور انسان کو آدمیت کی رفعت کا احساس ہوتا ہے، اسے اپنے آزادانہ اختیار کا شعور حاصل ہوتا ہے اور اسے جبلی میلان پر اختیار سے اپنے وجود کا احساس ہوتا ہے، دیگر بنی نوع انسان کے ساتھ شرکت اور کھانے کی پاکیزگی اور اس میں خدا کا اور محروم انسانوں کا حق ادا کرنے سے اس کی طہارت کا روحانی احساس ہوتا ہے۔

غرض کھانے پر مذکورہ پابندیاں قبول کرنے سے حسی لذتوں میں کمی واقع نہیں ہوتی

بلکہ اس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ جنس

ایسا ہی معاملہ جنس کے مسئلے میں ہے کہ انسان صنفِ مخالف کی خواہش محسوس کرتا ہے اور اس کے ساتھ ملاپ کی اور ایک ہو جانے کی شدید رغبت محسوس کرتا ہے تو فی الحقیقت اسلام کی نظر میں یہ خواہش غیر پسندیدہ اور یہ رغبت بری نہیں ہے، بلکہ یہ تو تقاضائے فطرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں یہی فطرت ودیعت کی ہے کہ تمام انسان مخالف صنف کی رغبت اور خواہش رکھتے ہیں اور مقصد حیات اور تحفظ نوع کے لئے یہ رغبت و خواہش ناگزیر بھی ہے اور انسان کی جسمانی ساخت اور اس کا عضویاتی (Physiological) حیاتیاتی (Biological) اور کیمیاوی (Chemical) وجود اس وظیفہ کی تکمیل کے لئے انتہائی موزوں تخلیق ہوا، تاکہ دو انسانوں کے باہمی ملاپ سے زندگی آگے بڑھے اور نئی نسل وجود میں آئے۔ گویا اس میلان اور اس رغبت کا احساس بالکلیہ فطرت کے مطابق ہے۔ لیکن جذبہ جنس کے فطری ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں مبتلا رہے اور اس کے سوا اسے اور کوئی کام نہ رہے، اس لئے کہ زندگی محض جنس نہیں ہے اور یہی ایک زندگی کا مقصد نہیں ہے بلکہ انسان پر اپنی ذات کی اور دوسرے لوگوں کی بہت سی ذمے داریاں ہیں۔

سب سے پہلے ایک نوجوان ضروری علم سے آراستہ ہو کر معاشرے پر نظر ڈالے کہ معاشرہ میں کیا انحرافات ہیں اور ان کے اسباب کیا ہیں اور پھر ان انحرافات (Diversions) کے دور کرنے کی سعی کرے اور بھلائیوں کی تبلیغ اور برائیوں کی روک تھام کا فرض ادا کرے اور اس فرض کی ادائیگی میں جو دشواریاں پیش آئیں اور جو تکلیفیں پہنچیں اپنے آپ کو ان کے لئے تیار کرے اور سماجی رہنمائی اور لوگوں کی ہدایت کے لئے اپنے آپ کو بہترین نمونہ بنا کر پیش کرے کیونکہ جب تک انسان جو کچھ کہہ رہا ہے اس پر خود عمل نہ کرے اس کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور جب معاشرے کے لوگوں کو شہوتوں کے سیل بے کراں میں بہہ جانے سے روکے تو خود بھی دامنِ خشک لئے ساحل پر موجود ہو۔

رغبتِ جنسی کے فطری ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان سرراہ کسی دوشیزہ کو اچک لے اور اسے اپنے قبضہ تصرف میں لے آئے، اس لئے کہ اس دوشیزہ کی عزت بھی اس شخص جیسی ہے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی اپنی عزت داغدار نہ ہو تو اسے اس کی عزت کی بھی حفاظت کرنی چاہئے اور جب یہ شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی پاکباز ہو تو اسے دوسری لڑکیوں کی پاکبازی کی حفاظت بھی کرنی چاہئے کیونکہ اس کا بھی کسی وقت ایک شوہر جس کی خود یہی خواہش ہوگی کہ اس کی بیوی پاکباز ہو۔ بلکہ اگر وہ دوشیزہ خود اس کے ساتھ جذبہ جنسی کی تسکین پر آمادہ ہو اور خود دعوت گناہ دے تب بھی یہ دوشیزہ اس کیلئے جائز نہیں ہوسکتی، کیونکہ اگر کوئی چوکیدار کسی کو کہے کہ جس مال کی میں حفاظت کر رہا ہوں اس کو تم چرالو، تو اس کی اس اجازت سے چوری تو جائز نہ ہو جائے گی کیونکہ یہ چوکیدار اس مال کا محافظ ہے مالک نہیں ہے۔ اسی طرح یہ دوشیزہ اپنی عزت کی محافظ ہے مگر مالک نہیں ہے اور اس لئے اسے یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی عزت لوٹنے کی اجازت دے، کیونکہ یہ عزت صرف اس کی عزت نہیں ہے بلکہ اس کے والدین کی عزت ہے، اس کے خاندان کی عزت ہے، اس کے معاشرے کی عزت ہے اور پوری انسانیت کی عزت ہے۔ اور درحقیقت اس امانت کی عزت ہے جو اللہ نے انسان کے سپرد کی ہے اور تقاضائے امانت یہی ہے کہ اس میں خیانت نہ کی جائے۔

انسان کے ذہن پر جنس اس طرح نہیں چھا جانی چاہئے کہ وہ بھڑکا ہوا از خود رفتہ رفتہ حیوان بن جائے، اس لئے کہ انسان خالص مادی اور جسمانی وجود نہیں ہے کیونکہ انسان پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جب عقل اور روح ساتھ چھوڑ چکی ہو اور وہ بالکل حیوان بن گیا ہو، چونکہ جنسی احساس بھی اس کے مکمل وجود کا ایک حصہ ہے اس لئے اس احساس کو بھی فطرت سلیمہ کے مطابق ہونا چاہئے یعنی جسم کی خواہش کے ساتھ دل کی دھڑکن اور روح کی سبک سازی بھی ہو اور اس کے ساتھ ہی صنفین میں محبت دمودت ہو نرمی اور مفاہمت ہو اور روح کا پورا امتزاج ہو۔ اور چوری چھپے رات کی تاریکی میں حصول جنس سے یہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے، خواہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ جنسی لذت کے اس طرح اچک لینے سے اس کا وجود متحقق ہو جائے گا کیونکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وقتی خواہش کے تحت ابھرنے والے

خیالات انسان کو اس طرح کا تاثر دیتے ہیں مگر جوں ہی یہ لمحہ گزرتا ہے حقیقت سامنے آجاتی ہے اسلام کی نظر میں انسان اپنی فطری رغبت کی تکمیل انسانی طریقے پر کرتا ہے کیونکہ انسان کو اختیار اور ارادہ کی قدرت حاصل ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ اس کے عضویاتی، حیاتیاتی اور کیمیائی تقاضے کیا ہیں، چنانچہ انسان جب کسی عورت کو اس کے اخلاق اور عادات اور شکل و صورت کی بناء پر پسند کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی اس عورت کی ساتھ عمدگی اور خوش اسلوبی سے گزر سکے گی تو وہ سب سے پہلے اللہ سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اللہ اپنی رضا کے مطابق اسے اس کے لئے مقدر فرمادے پھر اس کے والدین اور سرپرستوں سے اس کا ہاتھ طلب کرتا ہے اور اپنی روش اور اپنے عمل کو اس قابل بناتا ہے کہ مخطوبہ اور اس کے خاندان کے لوگ اس پر اعتماد کرسکیں اور اس سے مطمئن ہوسکیں اور اگر یہ بات نہ بنے تو وہ اس معاملے میں کوئی سہولت پیدا ہونے تک صبر کرے اور حقیقی عمل اور مقاصد زندگی کے حصول کی جدوجہد میں لگا رہے۔(۱)

جب یہ انسان اس مخطوبہ سے شادی کرلے تو اب اس سے آسودگی حاصل کرنا اس کے لئے حلال ہے اور پوری طہارت قلب اور نظافت روح کے ساتھ اور مودت و محبت اور الفت کے ساتھ اس سے جسمانی وابستگی درست ہے، اور اس طرح جہاں اس کے ضمیر کو سکون اور اس کی روح کو اطمینان نصیب ہوگا وہاں وہ لذت و سرور سے بھی پوری طرح ہمکنار ہوگا۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

---

(۱) اسلامی معاشرے میں اقتصادی، اجتماعی، سیاسی اور تعلیمی نظام روحانی قواعد سے ہم آہنگ اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں اور زندگی کی جملہ تنظیمات کا مجموعی مقصد وحید یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر چلے۔ مزید برآں اسلامی معاشرے میں جذبات کو برانگیختہ کرنے والے ایسے ہیجانات نہیں ہوتے کہ جن کی وجہ سے آدمی کی صبر اور ضبط کی قوت مفقود ہوجائے۔ (جیسا کہ ایک جاہلی اور غیر اسلامی معاشرے میں ہوتے ہیں اور جیسا کہ آج کے مغربی اور جاہلی معاشرے میں ہیجانات کی شدت ہے کہ انسان نہ صرف یہ کہ ان ہیجانات پر کنٹرول قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ ہر شخص ان کی تکمیل کیلئے بغیر سوچے سمجھے اس طرح دوڑ رہا ہے جیسے جانوروں کے گلے میں اگر ایک جانور دوڑ پڑے تو سب دوڑ پڑتے ہیں۔ (س۔ صدیقی)]

حٰفِظُوْنَ ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ﴿۶﴾

المومنون 23:6-1

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے لئے جو ان کے ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ البقرہ 223:2

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں، تمہیں اختیار ہے جس طرح چاہو اپنی کھیتی میں جاؤ۔

غرض اسلام کی نظر میں مسئلہ جنس کی صورت یہ ہے کہ جس میں نہ تو اخفاء (Repression) ہے اور نہ کوئی نجاست اور برائی بلکہ فطرت کے جملہ پہلوؤں کی آسودگی کے ساتھ ایسی آسودگی بھی ہے جس سے حیوان متعارف نہیں ہے، اور جو صرف انسان ہی کی قدرت میں ہے۔

اسلام جملہ انسانی قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے

اسلام کسی بھی جذبہ فطری کو نہیں کچلتا (Repress) اور نہ ہی اسے ختم کرتا ہے کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ انسانی وجود کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں بروئے کار آئیں اور انسان کا وجود مضبوط، طاقتور اور زندگی کی بھرپور قوت کا حامل ہوتا کہ یہ انسان اسلام کے پیغام کی قوت اور حق کی قوت سہار سکے، حق کو قائم کر سکے اور بار امانت اٹھا سکے، اس کے مقتضیات کو پورا کر سکے اور اس کو عملاً برپا کرنے کے لئے جہاد کر سکے۔

یہ حقیقت عملاً ثابت ہو چکی ہے کہ جس شخص کی زندگی کی رغبت کم ہو وہ راہ حق میں جہاد نہیں کر سکتا، اگرچہ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ سچے مجاہدین زندگی کی دلچسپیوں کا کم ہی اشتیاق رکھتے ہیں اس لئے کہ جس شخص پر زندگی کی محبت اور اس کی لذتوں کی خواہش اور اس کی آسودگیوں کی رغبت غالب آجائے وہ اعلیٰ ترین مثالیوں (Ideals) کے لئے جہاد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جہاد کی خاطر ان آسودگیوں کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن اس

کے ساتھ ہی یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جو شخص ان آسودگیوں کے کمزور میلانات کا حامل ہو وہ باطل کی اصلاح، حق کے اثبات اور اس کے راستے میں جہاد کا خواہشمند نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کے نزدیک تمام امور یکساں ہو جاتے ہیں اور اس کی ہر شئے کی خواہش کمزور ہو جاتی ہے اور وہ ہر مسئلے میں بے توجہی برتتا ہے۔

دراصل مجاہدین (حق کی خاطر جدوجہد کرنے والوں) میں جو زُہد (ترک رغائب) پایا جاتا ہے وہ رہبانیت نہیں ہے بلکہ ایک بالکل جداگانہ نفسیاتی عمل ہے حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین میں زبردست رغبت اور بھرپور زندگی موجود ہوتی ہے اور اس کے باوجود اپنے آپ کو لذتوں میں زیادہ الجھنے سے بچاتے ہیں اور جس عظیم نفسیاتی قوت سے وہ اپنی پرجوش رغبتوں کو اور زندگی کے جوش فراواں کو منضبط کرتے ہیں اسی وقت کو وہ باطل کے خلاف جہاد میں صرف کرتے ہیں، یعنی ان کا رغبتوں کا ترک کرنا لاپرواہی اور بے اعتنائی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ نفسیاتی قوت کے زیر اثر ہوتا ہے۔

غرض اصل شئے قوت اور غالب آجانے کی قدرت ہے اور ہر شئے کی شدید رغبت ہے اور ان قوتوں میں ایک شعور انضباط (Suppression) کی قوت ہے جس کے ذریعے زاہد اپنی رغبتوں کو بالارادہ ترک کر کے اس قوت کے بل بوتے پر انسانی قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔

اس تعبیر (Interpretation) کے تحت ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر نظر ڈالتے ہیں۔ آپؐ زندگی کی رغبت رکھتے تھے طاقتور اور غالب تھے اور ہر رغبت کو دلجمعی کے ساتھ انجام دیتے تھے جب آپؐ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے آپؐ زمین سے اٹھے جا رہے ہیں، جب آپؐ کھانا تناول فرماتے تو پورے شوق و ذوق سے تناول فرماتے، اور آپؐ ازواج مطہرات کے پاس پابندی سے تشریف لے جاتے۔ یعنی آپؐ کا نفس مبارک جذبہ زندگی سے بھرپور، وجود مبارک جذبات سے لبریز اور جسم مبارک قوت و طاقت کا سرچشمہ تھا، اور اسی لئے آپ طاقتور جنگجو اور مجاہد اور جہاد کے راستے میں رکاوٹ بننے والی ہر لذت سے منہ موڑنے والے تھے۔

یعنی ایک کامل اور طاقتور انسانی وجود جس سمت متوجہ ہوتا ہے پوری توجہ غلبہ اور قوت سے متوجہ ہوتا ہے اور جس لذت سے کنارہ کش ہوتا ہے پوری قوت سے علیحدہ ہو جاتا ہے، یہی درحقیقت آزادی ہے جو لذت کے حصول اور اس سے رک جانے میں جلوہ گر ہوتی ہے، اس طرح یہ نہیں ہوتا کہ رغائب (خواہشیں) ہی انسان کی مالک بن جائیں اور وہی اسے کشاں کشاں لئے پھریں اور اس کے لئے ان رغبتوں کے حصول سے باز رہنا بے اعتنائی گراوٹ اور جذبات کی موت کا نتیجہ ہوتا ہے۔

اسلام کا منہاج تربیت

نفس کی تربیت کا اسلامی منہاج (Method) یہ ہے کہ اسلام نفس کی رغبتوں کو مار کر دبا کر اور کچل کر انہیں تہ خانے میں مخفی (Repressed) نہیں کر دیتا اور نہ ہی اسلام ان جذبات اور رغبتوں کو بے لگام اور بغیر ''ضوابط'' کے چھوڑتا ہے۔ اس لئے جس طرح جذبات اور میلانات کا اخفاء (Repression) انسانیت کے لئے مہلک ہے اسی طرح جذبات کو بے لگام چھوڑ دینے سے بھی انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے اس لئے اسلام تربیت نفس کے لئے شعوری انضباط کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔

اسلام انسان کے بچپن ہی سے اس میں موجود قوت انضباط (Self Control) کو تربیت دینا اور اس صلاحیت کو نشوونما دے کر ابھارنا شروع کر دیتا ہے اور انہیں ان کی بعض ''عادتوں'' پر کنٹرول کرنا سکھاتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ وہ ان عادتوں میں حد سے نہ بڑھ جائیں، مگر اسلام تربیت کے اس عمل کو شدت اور سختی کے ساتھ انجام نہیں دیتا بلکہ محبت اور نرمی سے بروئے کار لاتا ہے اور ایک ایسا خاندانی نظام (Family System) تشکیل دیتا ہے جس میں ہر طرف محبتوں کے زمزمے ابھر رہے ہوں اور الفتوں کے نغمے بلند ہو رہے ہوں اور محبت کی سنہری ڈوری میں ماں باپ اور بچہ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔

محبت، مودت، الفت اور نرمی کے اس ماحول میں بچے کی رہنمائی کی جاتی ہے اور اسے اس طرح دلنشین طریقے پر صحیح بات بتائی جاتی ہے کہ وہ اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ اور جب عملی نمونہ پیش کرنے اور محبت و نرمی سے نصیحت کرنے سے متوقع نتیجہ

برآمد نہ ہوتو ایک مناسب حد تک سرزنش بھی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ فرمان نبوتؐ ہے۔

''جب تمہارے بچے سات سال کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر سرزنش کرو۔'' (ابوداؤد)

نماز کی عادتِ حمیدہ کو بچے کے نفس میں راسخ کرنے کے لئے محبت مودت کا ایک وسیع میدان فراہم کیا گیا اور اس کے لئے اقتداء اور نصیحت کی بہترین مثال اور کلمات طیبہ کی فضا تیار کی گئی ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کامیابی نہ ہو تو وجود انسانی کی تقویم کے لئے قدرے سختی بھی روا رکھی گئی ہے مگر ایسی سختی نہیں جس سے وجود میں نقص پیدا ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں اور صاحبزادیوں کی اولاد کی تربیت فرمائی لیکن آپؐ نے انہیں کبھی نہیں مارا اور آپؐ نے ہمیشہ ان کی تربیت محبت و توجہ سے اور اسوۂ حسنہ پیش کر کے فرمائی اور آپؐ کی ذاتِ گرامی تو اولاد کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ان کے جملہ مسائل حیات میں اسوۂ حسنہ تھی۔

نماز دراصل ایک شعوری انضباط (Suppression) ہے جس سے نفس ایک متعین وقت پر ایک معین عمل کا عادی ہو جاتا ہے اور مقررہ وقت پر کسی متعین کام کو انجام دینے کا عادی ہونا ایک ذریعہ انضباط ہے نیز اس سے انسان وقت کے کچھ حصے میں سنجیدگی اختیار کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور مزید یہ کہ نماز انسان کو پاکیزگی اور طہارت کا عادی بناتی ہے جس سے نفس کو اندرونی طور پر خواہشات پر کنٹرول کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی عبادات میں خاص طور پر روزے فعال قوی انضباطی عمل ہے کیونکہ روزوں میں انسان اپنے ارادہ اور اپنے اختیار سے جائز لذتوں سے رک جاتا ہے اور اس امتناع سے اس کے وجود کو روحانی رفعت حاصل ہوتی ہے۔

غرض اسلامی عبادات میں سے ہر عبادت کسی نہ کسی خواہش پر کنٹرول قائم کرتی ہے اور نفس کو عادی بناتی ہے کہ وہ اپنے جذبات کو ضبط کرے اپنے عمل پر کچھ بندشیں قائم کرے اور حق، احسان اور اخلاص کی روش اختیار کرے۔

مگر اسلام یہ ضبط (Control) اور شعوری انضباط جبری طور پر مسلط نہیں کرتا بلکہ

انسان کے وجود کے اندر فطری طور پر ضبط نفس کی صلاحیت موجود ہے جسے اسلام بروئے کار لاتا ہے۔

ہکسلے کا بیان

جولیان ہکسلے (Julian Huxley) ایک ملحد مصنف ہے جس کی تحریروں میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ اپنی کتاب ''عصر جدید کا انسان'' (Man in Modern World) میں زیر عنوان ''انفرادیت انسان'' رقم طراز ہے۔

''انسان اور حیوان کی عقل میں بہت بڑا فرق ہے، ہر چند کہ ہمیں معلوم ہے کہ حشرات الارض کی جبلت کس قدر قوی ہوتی ہے، اور اس معاملے میں حیواناتِ لبونہ (Mammals) ان سے بہتر نہیں ہوتے...... بہرحال انسانی سوچ کی ایک زبردست حیاتیاتی اہمیت ہے بلکہ اس سوچ کی اس وقت بھی اہمیت ہے جب اس پر عادت کوشش اور خطاء کا غلبہ ہو، لازماً حیوانات کے اعمال عرفی ہیں یعنی بہت تنگ حدود میں بروئے کار آتے ہیں جب کہ انسان کا طرزِ عمل کچھ امور کو اختیار کرنے اور کچھ کو ترک کر دینے میں نسبتاً زیادہ آزادانہ ہے...... اور انسان میں موجود اس لچک کے کچھ اور نفسیاتی نتائج ہیں جنہیں فلسفہ عقلی کے لوگوں نے فراموش کر دیا ہے اور ان نتائج میں کچھ نتائج تو محض انسان کی انفرادیت ہیں۔ مثلاً انسان میں لچک موجود ہونے کا ایک نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ انسان واحد زندہ وجود بن گیا ہے جس کا نفسیاتی کشمکش سے گزرنا ضروری ہو گیا ہے...... اس کے باوجود جدید آراء کے مطابق اس کشمکش کو کافی حد تک کم کر دینے کے آلات موجود ہیں، جنہیں ماہرین نفسیات نے لاشعوری اخفاء (Repression) اور شعوری انضباط (Suppression) کہا ہے۔''

ہکسلے کے بقول انسان میں ایسے حیاتیاتی آلات موجود ہیں جن کی بناء پر انسان حیوان سے ممتاز ہے اور جو اس کے انفعالات پر ضبط میں آزادانہ طور پر موثر ہوتے ہیں اور اسلام ضبط کی اس صلاحیت کو نفس کی تربیت اور اس کے ارتفاع (Sublimation) میں لگا دیتا ہے اور اس کے لئے کئی ذرائع اختیار کرتا ہے۔

خشیت الٰہی

مثلاً اسلام قلب انسانی کا اللہ سے تعلق پیدا کرتا ہے، اس میں خشیت وتقویٰ پیدا کرتا ہے، اور ہر عمل اور شعور اور ہر فکر میں مراقبہ اور اللہ کی رضا کے حصول کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور یہ شعور و تعلق اور خشیتِ الٰہی نفس کی سرکشی کو کنٹرول (Control) کرتا ہے مگر اس کو دبا کر لاشعور کی تہوں میں نہیں اتار دیتا (Repressed) کیونکہ جس ذات سے انسان کا یہ تعلق قائم ہوتا ہے اس نے خود لذتوں کو جائز قرار دیا ہے، اور انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ طہارت اور پاکیزگی کے ساتھ ان لذتوں کو حاصل کرے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ الاعراف 32:7

اے نبیؐ ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں، ممنوع کر دیں۔ کہو یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصۃً انہی کے لئے ہوں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾ البقرہ:222

اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

اسی طرح اسلام قلبِ انسانی میں تصورِ آخرت جاگزیں کر دیتا ہے جس سے نفس انسانی میں بڑے عجیب مظاہر (Phenomena) پیدا ہوتے ہیں اور انسان لذتوں، کو جائز سمجھنے کے باوجود ان پر حیوان کی طرح نہیں ٹوٹ پڑتا کیونکہ اگر انسان آخرت کے تصور پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ اس دنیا ہی کو زندگانی کا ماحصل سمجھ کر اس دنیا کی لذتوں کے حصول پر ٹوٹ پڑتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس محدود اور فانی عمر کے لمحات میں جس قدر لذتیں اور آسائشیں سمیٹ سکتا ہے سمیٹ لے جب کہ مومن حقیقی کے سامنے زندگی کا ایک اور مرحلہ ہوتا ہے اور اس دنیا کی زندگی ہی کو حاصل حیات نہیں سمجھتا بلکہ دنیا کی لذتیں اور آسودگیاں اس کی نظر میں کم تر اور کہتر ہو جاتی ہیں، اس لئے وہ ان لذتوں کو اطمینان اور سکون سے برتتا ہے اور ان کے حصول میں جلد بازی اضطراب اور پریشانی سے دوچار نہیں ہوتا، اور اس کی اس روش کے دو

فوائد رونما ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اسے ارضی لذتوں کا پورا سرور حاصل ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اسے پورا اطمینان قلب، مکمل، اعصابی سکون اور راحت ضمیر حاصل ہوتی ہے۔

بعد ازاں اسلام مسلسل انسان کو متنبہ کرتا رہتا ہے کہ یہ لذتیں اور مادی آسائشات زندگی کا اصل مقصود نہیں ہیں کہ انسان ان کی طلب میں ہمہ تن متوجہ رہے اور ان ہی کے حصول میں لگا رہے بلکہ دراصل یہ لذتیں اور یہ آسودگیاں دوسرے مقاصد کے رسائل و ذرائع ہیں۔

طعام بجائے خود مقصود نہیں ہے بلکہ ایک مقصود یعنی تحفظ حیات کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

''کوئی برتن پیٹ سے برا برتن نہیں ہے جسے آدمی بھرتا رہے، ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی کمر سیدھی رہ سکے۔'' (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

جنس کا مقصد تحفظ نوع ہے۔

یَاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ النساء 1:4

لوگو، اپنے رب سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔

اور اس کا مقصد یہ بھی کہ اللہ کے ممتاز اور مومن مسلمان بندوں کی کثرت ہو۔

''نکاح کرو اور کثرت سے اولاد پیدا کرو کیونکہ میں روز قیامت تم تمام امتوں کے مقابلے میں تمہارے اوپر فخر کروں گا۔'' (روایت مرسل از سعید بن ہلال)

نیز جنس حصول سکون و راحت کا ذریعہ ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ الروم 21:30

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

مال و دولت بذات خود مقصود نہیں ہیں بلکہ اقامت جماعت کے مقصود کا ذریعہ ہیں۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا النساء 5:4

اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیامِ زندگی کا ذریعہ بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو۔

قوت قتال انسان کو اس لئے دی گئی ہے کہ وہ روئے زمین سے شر اور فساد مٹائے۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ التوبہ 73:9

اے نبیؐ! کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے۔

اور تا کہ ظلم و ستم کے خلاف زندگی کے تحفظ کی ضمانت حاصل ہو۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ البقرہ 179:2

عقل و خرد رکھنے والو، تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

لیکن قصاص کے حکم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قتل ناحق کیا جائے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ البقرہ 190:2

اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

غرض اسلام انسان کے مکمل وجود کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر پہلو سے اس کے زندگی کے عمل کو ابھارتا ہے تا کہ اس کی تمام صلاحیتیں کسی ایک ہی پہلو، طعام یا جنس، یا حصول مال پر مرکوز ہو کر نہ رہ جائیں، اور اس ایک پہلو میں انسان مقررہ حد سے خارج ہو جائے بلکہ اسلام انسان کی سرگرمی حیات کو علم و عمل، تجارت و صنعت، جنگ و جہاد، تعمیر و ترقی، حکومت و سیاست، معاشرتی امور کی دیکھ بھال اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں لگا کر انسان کی صلاحیتوں کو تمام پہلوؤں پر محیط کر دیتا ہے تا کہ کسی ایک پہلو پہ صلاحیتیں مرتکز ہو کر نقصان دہ ثابت نہ ہوں۔

نفسیاتی قوت اور اعلیٰ ترین امور

اسی طرح نفسیاتی قوت کو بھی اعلیٰ ترین امور کی جانب متوجہ کرتا ہے تا کہ یہ قوت ساری کی ساری حسی اور مادی لذتوں میں ضائع ہو کر نہ رہ جائے۔ اسلام انسان کو اس نفسیاتی

قوت کو جہاد فی سبیل اللہ کی جانب متوجہ کرتا ہے اور نفس کے ہر گوشے میں روحِ عقیدہ سمو دیتا ہے جس سے اس کی تمام زندگی کا ایک رخ متعین ہو جاتا ہے اور زندگی پاکیزہ و پاکباز ہو جاتی ہے اور اس میں آفاقیت اور ہمہ گیری پیدا ہو جاتی ہے اور انسان واقعی زندگی میں ان مثالیوں (Ideals) کو بروئے کار لانے اور اس کی خاطر جدوجہد کرنے میں لگا رہتا ہے...... اور یہ مرد و عورت دونوں کا مشترک مقصد ہے کیونکہ اپنے وجود اور خارجی واقعی زندگی میں اس عقیدے کے بروئے کار لانے اور اس کے برپا کرنے کا مطالبہ دونوں سے ہے۔(۱)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ ال عمران 195:3

جواب میں ان کے رب نے فرمایا، تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا، اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

اسلام جسمانی صلاحیتوں کو نہ تو کچل کر نفس کی گہرائیوں میں اتار دیتا ہے (Repressed) اور نہ ان کو ضائع ہونے دیتا ہے بلکہ عملی جدوجہد سے زائد صلاحیتوں کو دوسری دلچسپیوں کی جانب متوجہ کرتا ہے مثلاً جسمانی ریاضت اور شاہسواری، جس سے جسم بھی مضبوط ہو اور جہاد کی تیاری بھی ہو اور اس طرح اسلام جسمانی قوت کو حسی اور مادی لذتوں سے بلند کر کے اسے ایک اعلیٰ بلند ترین مقصد جہاد...... کی جانب متوجہ کر دیتا ہے اور لڑکیوں اور عورتوں کو تدبیر منزل (گھریلو انتظام) کی طرف متوجہ کرتا ہے جو بجائے خود ایک مکمل اور عمدہ ریاضت ہے، جس سے عورتوں کے نسوانی فنون اجاگر ہوتے ہیں اور

(۱) دیکھئے مصنف کی کتاب "معرکۃ التقالید" کا باب "حین نکون مسلمین۔"

پاکیزہ اور ستھرے طریقے پر نسوانی وجود مصروف رہتا ہے اور اس کی فاضل جسمانی قوت مفید اور پاکیزہ عمل میں صرف ہو جاتی ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلام جس قسم کا معاشرہ برپا کرتا ہے اس میں فطری میلانات کو ضرورت سے زائد نہیں ابھارا جاتا، یہی وجہ ہے کہ اسلام مطلقاً ہر قسم کے اسراف سے منع کرتا ہے۔

وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ الانعام 141:6

اور حد سے نہ گزرو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام انسان کو کھانے پینے کے اسراف سے منع کرتا ہے۔

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا الاعراف 31:7

اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو۔

اور اسلام لذتوں، آسائشوں اور آسودگیوں میں اسراف سے منع کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ المؤمنون 33:23

جنہوں نے ماننے سے انکار کیا اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا، جن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ الفرقان 17-18:25

اور وہی دن ہوگا جب کہ تمہارا رب ان لوگوں کو بھی گھیر لائے گا اور ان کے ان معبودوں کو بھی بلالے گا جنہیں یہ آج اللہ کو چھوڑ کر پوج رہے ہیں، وہ ان سے پوچھے گا، کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے، وہ عرض کریں گے پاک ہے آپ کی ذات ہماری تو یہ بھی مجال نہ تھی کہ آپ کے سوا کسی کو اپنا مولیٰ بنائیں مگر آپ نے ان کو اور ان کے باپ دادا کو خوب سامانِ زندگی دیا، حتیٰ کہ یہ سبق بھول گئے اور شامت زدہ ہو کر رہ گئے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

السباء 34:34

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے

لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے۔

اسلام ملکیت کے اسراف سے بھی منع کرتا ہے اور حصول مال کی حدود متعین کر دیتا ہے کہ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے حاصل کیا جانے والا مال حلال ہے اور اس کے سوا حلال نہیں ہے، چنانچہ غصب سے اور چوری سے حاصل ہونے والا مال ممنوع ہے، دوسروں کا مال کھالینا ممنوع ہے اور لوگوں کے حقوق دبالینا ممنوع ہے اور سود اور ذخیرہ اندوزی حرام ہے کہ یہی ہر دور میں مال و دولت کے ایک جگہ اکٹھا ہو جانے کا سبب بنے رہے ہیں۔ مال و دولت کے حصول کے طریقوں پر پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ اسلام نے اس کے خرچ کرنے کے مصارف پر بھی پابندیاں عائد کی ہیں اور مال کو حلال وطیب بنانے کے لئے زکوٰۃ اور انفاق کے طریقے لازم کئے ہیں اور والدین اور رشتہ داروں پر مال کا خرچ کرنا لازم قرار دیا ہے اور یہ تمام وسائل ملکیت میں اسراف کو روکنے کے لئے اور بخل نفس کو دور کرنے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔

اسلام نے قتل میں اسراف سے منع کیا ہے۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ الاسراء 33:17

اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہئے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائیگی۔

اسلام نے جنس کے معاملے میں بھی اسراف سے منع کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں جنس کو برانگیختہ کرنے والے عوامل نہیں ہوتے اور اسلامی معاشرے میں جنسی اختلاط صنف نازک کا بناؤ سنوار اور عریانی، رقص و موسیقی راگ رنگ، فحش لٹریچر اور بے حیائی اور بے راہ روی کو پھیلانے والے دیگر امور نہیں پائے جاتے۔[1]

اسلام ایک ایسے معاشرے کو تشکیل دیتا ہے جو متوازن اور معتدل ہو اور جس میں ایسے توازن اور اعتدال کے حامل افراد رہتے ہوں جن کی روح، عقل اور جسم پوری طرح بروئے کار آئیں اور جو صاف ستھرا پاکیزہ اور حق وسچائی اور خیر وفلاح پر مبنی معاشرہ ہو۔

(۱) بحوالہ سابق

باب ہفتم

انسانی وجود کے متوازی خطوط

گزشتہ صفحات میں ہم نے بیان کیا ہے کہ اسلام روح، عقل اور جسم کی تربیت کے لئے کیا طریقے اختیار کرتا ہے اور کس طرح اسلامی منہاج اور انسانی وجود کے مختلف پہلوؤں میں ارتباط پیدا کرتا ہے اور کس طرح اسلام انسانی وجود کے ان تینوں پہلوؤں، روح، عقل اور جسم۔ میں توازن قائم کرتا ہے اور ان میں ہم آہنگی پیدا کر کے انسان کو احکام الٰہی کی تعمیل کی جانب متوجہ کر دیتا ہے، اس باب میں ہم نفس انسانی کی مزید خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

روح، عقل اور جسم تو نفس انسانی کی ایسی وسیع اور عریض خصوصیات ہیں جو زیادہ وسیع دائرے میں اور زیادہ گہرائی کے ساتھ مؤثر ہیں۔ مگر انسانی نفس میں ان کے علاوہ کچھ ایسی خصوصیات (Characteristics) بھی موجود ہیں، جو اس طرح ہیں جیسے کسی ساز میں موٹے تاروں کے ساتھ باریک تار بندھے ہوئے ہوں اور اسلام بیک وقت مضراب نفس کے ان تمام تاروں کو چھیڑ کر ''انسانیت کاملہ، کا ایک متوازن ہم آہنگ اور خوش آواز نغمہ پیدا کر دیتا ہے!

یہ مہین اور باریک تار جو نفس کے مضراب میں برابر برابر بندھے ہوئے ہیں۔ متوازی اور مقابل ہونے کے باوجود مختلف نغمہ بلند کرتے ہیں...... بیم درجاء، محبت و نفرت، واقعیت و تخیل پسندی، حسیت و معنویت، محسوسات و غیرہ محسوسات، انفرادیت و اجتماعیت، سلبیت و ایجابیت، فرائض پسندی اور نفلی امور کی تکمیل...... انسانی نفس میں اس قسم کے متوازی اور مقابل تار موجود ہیں، جو انسانی وجود کا سررشتہ زندگی سے قائم رکھتے ہیں اور اس

کے پورے وجود کو مضبوطی سے باندھے رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ان متوازی اور مقابل خطوط سے اس کے آفاق میں وسعت پیدا ہوتی ہے اس کے پہلوؤں میں تنوع پیدا ہوتا ہے اور اس کا میدانِ حیات وسیع تر ہو جاتا ہے اور انسان کا کائنات کی تمام مخلوق سے جداگانہ اور منفرد وجود تشکیل پاجاتا ہے اور اس کا عجیب اور معجزانہ سرچشمہ ذرۂ خاک اور نفحہ روح ہوتا ہے۔

اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام فطرت سے ہم آہنگ رہتے ہوئے اس کے مضراب نفس کے تمام تاروں کو بیک وقت اور یکسانیت کے ساتھ چھوتا ہے۔ جس سے انسان میں حد درجہ توازن اور اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا ہر پہلو اور اس کے وجود کا ہر گوشہ بروئے کار آجاتا ہے۔

ہم درج ذیل باب میں بیان کریں گے کہ اسلام کس طرح نفس کی مختلف دوگانہ خصوصیات کو بروئے کار لاکر ان کو مقاصد کی تکمیل میں لگاتا ہے۔

باب ہشتم

بیم ورجاء

بیم ورجاءنفس انسانی کی دو متضاد خصوصیات ہیں جو انسان کے نفس میں بیک وقت موجود ہیں۔یہی وجہ ہے کہ فطرتاً نفس انسانی کبھی خوف زدہ ہوجاتا ہے اور کبھی پر امید ہوجاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدائش کے ساتھ ہی اس میں یہ دونوں متضاد کیفیات پہلو بہ پہلو جنم لے لیتی ہیں، چنانچہ وہ تاریکی سے ڈرتا ہے، تنہائی سے خوف زدہ ہوتا ہے، گر جانے اور چوٹ لگ جانے کا خوف ہوتا ہے، ان مناظر اور ان لوگوں سے ڈرتا ہے جن سے وہ مانوس نہیں ہے اور امان وراحت کی امید رکھتا ہے، گرمائی کی آرزو رکھتا ہے، دودھ پیتے ہوئے ماں کی گود میں چھپ جانا چاہتا ہے اور بعد ازاں ماں کی گود باپ کے پہلو کے لئے اور جن لوگوں سے اسے آرام ملتا ہو ان کے پاس جانے کے لئے مچلتا ہے۔

جوں جوں بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے بیم ورجاء کی ان کیفیات کا دائرہ بھی پھیلتا جاتا ہے اور ان میں تنوع پیدا ہوتا جاتا ہے، اور ان کے تنوع اور وسعت سے اس کے جذباتِ حیات اور جذبات کے بارے میں اس کی روش متعین ہوتی جاتی ہے۔

بچپن کی حدود سے گزرنے کے بعد انسان موت سے ڈرنے لگتا ہے اور تنگ دستی سے ڈرتا ہے لاچارگی اور ناکامی سے خوف کھاتا ہے، رسوائی اور ذلت سے خوفزدہ ہوتا ہے، حسی اور معنوی تکلیفوں سے ڈرتا ہے اور معلوم اور نامعلوم سے خائف رہتا ہے۔

انسان ان سب مخاوف (Phobiss) سے ڈرتا ہے اور انسان کی یہ خوف کی کیفیت زیادہ قوی اور زیادہ وسیع ہوتی ہے۔

انسان رجاء کی کیفیت کا بھی حامل ہوتا ہے انسان راحت امن اور استقرار کا اسی طرح

متمنی ہوتا ہے جیسا کہ وہ بچپن میں تھا لیکن قدرے بلند سطح پر...... انسان قوت کی امید رکھتا ہے، اور عزت اور نعمت کی خواہش رکھتا ہے اور ایسی ایسی تمنائیں اور آرزوئیں رکھتا ہے جن کا سلسلہ کہیں منقطع نہیں ہوتا اور ایک تمنا تکمیل سے ہمکنار ہوتی ہے تو فوراً ہی دوسری آرزو کا شگوفہ کھل اٹھتا ہے۔

بیم ورجاء کی باہم پیوست اور نفس کی گہرائیوں میں جاگزیں یہ کیفیات انسانی زندگی کا رخ متعین کرتیں اس کے مقاصد واعمال کا تعین کرتیں اور اس کے افکار ومشاعر پر اثر انداز ہوتی ہیں اور انسان اپنی بیم ورجاء کی کیفیات کی وسعت اور ان کی نوعیت کے لحاظ سے اپنا منہاجِ حیات مقرر کرتا ہے اور اپنے طرزِ عمل کو اپنی بیم ورجاء کی کیفیات سے ہم آہنگ کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موت سے ڈرنے والا کارزار جنگ وجدل سے پیچھے رہتا ہے، تنگدستی سے ڈرنے والا طلب مال ودولت میں لگا رہتا ہے۔ قوت واقتدار سے ڈرنے والا ٹکراؤ اور آویزش سے دور رہتا ہے اور تکلیفوں سے اور شکست ونا کامی سے ڈرنے والا کشمکش حیات سے دور رہتا ہے اور زندگی کے میدان میں مقابلے اور آگے بڑھ کر جدوجہد کرنے سے گریز کرتا ہے، اور جس شخص کو ان میں سے کوئی بھی مخاوف نہ ہوں وہ دباؤ سے آزاد ہوتا ہے اور کارزارِ حیات میں غلبہ اور قوت کے ساتھ حصہ لیتا ہے۔

اور جو شخص عزت، اقتدار مرتبہ اور مال ودولت کا خواہاں ہوتا ہے وہ اس کے حصول کے راستے اختیار کرتا اور اس کی اساس پر اپنے مقاصد کا تعین کرتا ہے۔ اور جس شخص پر ان آرزوں اور تمناؤں کے حصول کا غلبہ نہ ہو وہ ان کے دباؤ سے آزاد اور اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے اور اسے خواہشوں کی تکمیل کے لئے اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرنا پڑتا۔

غرض بیم ورجاء کی یہ دونوں کیفیات انسانی نفس کے اندر موجود ہوتی ہیں اور انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور ایک کامیاب اور مؤثر نظامِ تربیت ان دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی نہ صرف یہ کہ صحیح رخ پر راہنمائی کرتا ہے بلکہ اس امر کو بھی ملحوظ رکھتا ہے کہ ان کیفیات میں کوئی انحراف (Diversion) یا بگاڑ پیدا نہ ہونے پائے اور یہ کیفیات صحیح طریقے پر کام کرتی رہیں اور انسان کے لئے نقصان دہ ہونے کے بجائے مفید ثابت

ہوں۔

جب ایک ماہر فنکار مضراب سنبھالتا ہے تو پہلے اس کے ڈھیلے تاروں کو کستا ہے اور تمام تاروں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد اور یہ دیکھنے کے بعد کہ وہ اپنی جگہ پر بالکل موزوں ہیں پھر ان سے وجد آفریں نغمے کی لے بلند کرتا ہے۔

اسلام بھی انسان کے مضراب نفس کی دیکھ بھال کر کے اور اس کے ڈھیلے تاروں کو کسنے اور تمام تاروں کو موزوں کیفیت میں لانے کے بعد اس مضراب کے تاروں کو چھیڑتا ہے چنانچہ اسلام بیم ورجاء کی کیفیات کی بھی اصلاح کر کے نفس سے ہر ''غلط خوف'' اور ہر ''منحرف رجاء'' کو ختم کر دیتا ہے اور انسانی نفس کو مستقیم بنا دیتا ہے کہ نفس انہی باتوں سے ڈرے جو فی الحقیقت ڈرنے کی ہیں اور انہی آرزوؤں کو پنپنے دے جن کی فی الواقع رجاء اور امید کی جا سکتی ہے۔

موت کا خوف اور اسلام

اسلام سب سے پہلے انسان کے سر سے ان تمام مخاوف کا بوجھ اتار دیتا ہے جو انسان کے شانوں کو زخمی کئے رکھتے ہیں، مگر فی الواقع ان مخاوف کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی اور انسان نہ تو انہیں دور کر سکتا ہے اور نہ ان میں کوئی تغیر کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسلام انسان کے نفس سے موت کے خوف (Thanatophobia) کو دور کرتا ہے کیونکہ یہ خوف بے فائدہ اور لایعنی ہے کیونکہ انسان نہ تو موت کو ٹال سکتا ہے اور نہ اس کے لئے اس شدنی سے مفر ممکن ہے۔ سوائے اس کے کہ اس اعصاب شکن خوف کو وہ اپنے وجود پر لاد کر اپنی صلاحیتوں کو بے سود برباد کر بیٹھے۔

اسلام نے موت کے حق الیقین اور اٹل ہونے کو بار بار اور مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور موت کے خوف کو انسان کے نفس سے دور کیا ہے، کیونکہ اندیشہ موت تو موت کو نہیں ٹال سکتا۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ﴿٤٣﴾ ق 43:50

ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی اس دن سب کو پلٹنا ہے۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ المنافقون 11:63

جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ ال عمران 185:3

آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ النساء 78:4

رہی موت، تو جہاں بھی تم ہو وہ بہر حال تمہیں آ کر رہے گی خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

ال عمران 154:3

ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔

تنگدستی کا خوف

غرض اسلام نے انسان کے نفس سے موت کے غیر ضروری خوف کو دور کیا ہے تا کہ اس غیر ضروری خوف میں انسان کی صلاحیتیں رائگاں نہ ہوں اور اسی طرح رزق نہ ملنے کے خوف اور اندیشے کو بھی اسلام نے دور کیا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ یونس 31:10

ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں، کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے۔ کون اس تعلیم عالم کی تدبیر کر رہا ہے وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ لا السباء 24:34

(اے نبیؐ) ان سے پوچھو کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے، کہو، اللہ۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ فاطر 3:35

کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو۔

اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَهٗ ۚ الملک 21:67

کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمن اپنا رزق روک لے۔

اَللّٰهُ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ الرعد 26:13

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّ اللّٰهَ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ الروم 37:30

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔

اِفۡکًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡهُ وَاشۡکُرُوۡا لَهٗ ؕ العنکبوت 17:29

درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۲﴾ الذاریات 22:51

آسمان ہی میں ہے تمہارا رزق بھی اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

وَکَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا ٭ۖ اَللّٰهُ یَرۡزُقُهَا وَاِیَّاکُمۡ ۫ العنکبوت 60:29

کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ان کو رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی وہی رزق دیتا ہے۔

وَجَعَلۡنَا لَکُمۡ فِیۡهَا مَعَایِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِیۡنَ ﴿۲۰﴾ الحجر 20:15

اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کئے۔ تمہارے لئے بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لئے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِیۡنُ ﴿۵۸﴾ الذاریات 58:51

اللہ تو خود ہی رازق ہے۔ بڑی قوت والا اور زبردست۔

نقصان پہنچنے کا خوف

اسی طرح اسلام نے انسان کے اس خوف کو دور کیا ہے کہ دوسرے انسان اسے کوئی ضرر اور تکلیف پہنچائیں گے یا زمین کی کسی قوت و طاقت سے اسے نقصان پہنچے گا۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ الاعراف 188:7

اے نبیؐ، ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ التوبہ 51:9

ان سے کہو، ہمیں ہرگز کوئی (برائی یا بھلائی) نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے، اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ النساء 78:4

اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے نبیؐ یہ آپ کی بدولت ہے۔ کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ المائدہ 76:5

ان سے کہو، کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہارے لئے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ الانعام 46:6

ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کون سا خدا ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہو۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ الانعام 63-64:6

اے نبیؐ، ان سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکرگزار ہوں گے۔ کہو اللہ تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے، پھر تم دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْــٴًـا وَّلَا
یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ یٰسین 23:36

کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں، حالانکہ اگر خدائے رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ
بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲﴾ فاطر 2:35

اللہ جس رحمت کا بھی دروازہ لوگوں کے لئے کھول دے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں وہ زبردست اور حکیم ہے۔

اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ
بَعْدِهٖ ؕ ال عمران 160:3

اللہ تمہاری مدد پر ہوتو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرسکتا ہو۔

اَن دیکھے نتائج کا خوف

اسلام نے انسان کے ان مخاوف کو بھی دور کیا ہے جو موجودہ معلوم کے نتائج کے بارے میں اسے درپیش ہوں۔

وَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ البقرہ 216:2

ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہو۔

فَعَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّیَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ النساء 19:4

ہوسکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ لقمان 34:31

اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے۔

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ﴿۱﴾ الطلاق 1:65

تم نہیں جانتے، شاید اس کے بعد اللہ کوئی صورت پیدا کردے۔

غرض اسلام ایک ایک کر کے نفس انسانی سے لایعنی اور غیر مفید مخاوف کو دور کرتا ہے

اور اس کو اس بوجھ سے آزاد کرتا ہے تا کہ انسان آزادی اور قوت کے ساتھ اور اللہ کی تقدیر پر مطمئن ہو کر اپنی صلاحیتیں تعمیری کاموں میں صرف کر سکے۔

حقیقی خوف

بعد ازاں اسلام انسانی نفس میں حقیقی خوف کو ابھارتا ہے کہ اصل خوف وخشیت اللہ سبحانہ سے ہونی چاہئے، اور اسی سے ڈرتے رہنا چاہئے، اس لئے کہ روئے زمین کی تمام قوتیں اور طاقتیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں، وہی ہر نفع اور نقصان کا مالک ہے، وہی دینے والا اور وہی لے لینے والا ہے۔ اس لئے انسان کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہئے اور ان چیزوں سے ڈرنا چاہئے جن سے اللہ ڈرائے۔

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾ ال عمران 175:3

یہ دراصل شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا ہے لہٰذا آئندہ تم انسانوں سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا، اگر حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٦﴾ الزمر 36:39

اے نبیؐ، کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے، یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں، حالانکہ اللہ جسے گمراہی میں ڈال دے اسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے۔

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ الانعام 15:6

کہو، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ڈرتا ہوں کہ ایک بڑے (خوفناک) دن مجھے سزا بھگتنی پڑے گی۔

لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ المائدہ 94:5

تا کہ اللہ جان لے کہ تم میں سے کون اس سے غائبانہ ڈرتا ہے۔

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ الانعام 51:6

اور اے نبیؐ، تم اس (علم وحی) کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو جو اس کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ النور 37:24

وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹنے اور دیدے پتھرا جانے کی نوبت آ جائے گی۔

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿٧﴾ الدھر 7:76

نذروں کو پورا بھی کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ﴿١٠﴾ الدھر 10:76

ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے۔

یہ ہولناک دن جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی، یہی قلب مومن کا اصل خوف ہے اور یہی قرآن کے تخویف کا وسیع باب ہے۔ ہر چند کہ عذاب کا بیان کرنے والی آیات بہت سی ہیں لیکن ہم یہاں ان آیات کو بیان کرتے ہیں جو زیادہ نمایاں اور جو تمام مراحل کے جملہ مخاوف پر مشتمل ہیں۔ اور قرآن کریم جہاں حسی عذاب کو تخویف کے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کیا ہے وہاں متعدد ذرائع اور بھی اختیار کئے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ النساء 56:4

جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ښ البقرہ 24:2

تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر۔

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَا۟اِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ الصافات 62-68:37

بولو، یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے فتنہ بنا دیا ہے، وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ سے نکلتا ہے، اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر جہنم کے

لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر اس پر پینے کے لئے انہیں کھولتا ہوا پانی ملے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی اس آتش دوزخ کی طرف ہوگی۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ الحاقہ 69:37-30

پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا لہٰذا آج نہ یہاں اس کا کوئی یار غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لئے کوئی کھانا جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔

قرآن کریم نے تخویف کا ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے کہ عذاب حسی اور عذاب معنوی کو اس طرح ملا کر بیان کیا ہے کہ اس میں عذاب حسی کا پہلو غالب ہے۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿۱۹﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾

الحج 22:22-19

ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے لئے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے اور ان کی خبر لینے کے لئے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب کبھی وہ گھبرا کر جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزہ۔

اس آیت میں شدید اور ہولناک عذاب حسی بیان کیا گیا ہے اور "غم" کے لفظ کے استعمال سے اس محسوس عذاب پر نفسیاتی اور غیر حسی عذاب کی جھلک بھی دکھائی گئی ہے۔

اور کہیں کہیں قرآن کریم میں حسی اور معنوی عذاب برابر بیان ہوئے ہیں۔

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ البقرہ 85:2

پھر تم سے جو لوگ ایسا کریں گے، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔

دنیا کی رسوائی اور ذلت عذاب قیمت کی فوری تمہیدی قسط ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس دنیا کی رسوائی اور ذلت بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اس ذات کے حکم سے ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر عزت اور ذلت ہے اور یہ ایسی ذلت ہے جس کو انسان دور کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اس لئے انسان کو اس ذلت ورسوائی سے ڈرنا چاہیئے۔

اور کہیں کہیں، قرآن کریم میں عذاب معنوی کو عذاب حسی پر غالب کر کے بیان کیا گیا ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ﴿۷﴾ الھمزہ 6-7:104

اللہ کی آگ خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک پہنچے گی۔

جی ہاں صرف یہی نہیں کہ آگ جو کہ ایک حسی عذاب ہے لپک رہی ہوگی بلکہ وہ لپک کر دلوں تک پہنچ کر ان کو خاکستر کر دے گی اور گناہگاروں کے دلوں کے راز اور ان کے گناہوں کی کیفیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے گی۔

کہیں قرآن نے خالص معنوی عذاب بیان کیا ہے۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ الانفطار 19:82

یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا، فیصلہ اس دن بالکل اللہ کے اختیار میں ہوگا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ﴿۳۷﴾ عبس 34-37:80

اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿۱﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ الحج 1,2:22

حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

عذاب کی یہ تمام ہولناکیاں خالص نفسیاتی ہیں اور اس قدر شدید ہیں کہ نفس پگھل کر رہ جائے اور سکڑ کر رہ جائے۔ اسی طرح یہ آیات بھی ملاحظہ کیجئے۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

المعارج 70:44-43

جب یہ اپنی قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑے جا رہے ہوں گے جیسے اپنے بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑ رہے ہوں ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ المرسلات 77:37-35

یہ وہ دن ہے جس میں وہ نہ کچھ بولیں گے اور نہ انہیں موقعہ دیا جائیگا کہ کوئی عذر پیش کریں، تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

ان آیات میں معنوی ذلت و رسوائی کو عذاب کی صورت میں بیان کیا گیا ہے اور اس معنوی تعذیب کی ان آیات میں اس طرح بیان کی جاتی ہے۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ البقرہ 2:174

قیامت کے روز اللہ ان سے ہرگز بات نہ کرے گا نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا۔

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ال عمران 3:77

اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔

عذاب کی مندرجہ بالا آیات تمام درجات اور جملہ انواع پر مشتمل ہیں، کیونکہ

انسانوں کی نفسیاتی ساخت باہم ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، زیادہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو محسوس اور مادی اشیاء ہی کو مدنظر رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس معیار سے بلند ہوتے ہیں اور ان کی نظر میں معنوی حالات اور نفسیاتِ کیفیات کی بھی اہمیت ہوتی ہے اور یہ حالات و کیفیات ان پر اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ شخص واحد مختلف حالات میں مختلف کیفیات سے گزرتا ہے اور اس پر بعض ظروف و احوال میں محسوس امور اثر انداز ہوتے ہیں اور بعض دوسرے ظروف و حالات میں دوسرے امور اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے ہر درجے اور ہر مرحلے کے خوف کو مؤثر طریقے پر پیدا کیا ہے تاکہ تمام انسانوں کو اور انسانوں کے جملہ حالات کو جامع ہو جائے (اور جس حد تک خوف اور خشیت الٰہی انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے وہ پیدا ہو جائے)۔

اسلام نے رجاء و امید کی کیفیت کو ابھارا ہے

انسان کو ''منہاج حق'' پر قائم رکھنے کے لئے اسلام نے جس طرح خوف و خشیت کو ابھارا ہے اسی طرح اس نے فطرتِ انسانی میں موجود رجاء و امید کی کیفیت کو اس مقصد کے لئے ابھارا ہے اور جھوٹی اور بے قیمت آرزوؤں اور تمناؤں کو ختم کر کے ایسی امیدوں کو جلا بخشی ہے جن کی فی الواقع حقیقی قدر (Value) ہو اور جن کی تکمیل کے لئے صحیح ذرائع اختیار کئے جائیں۔

انسان کی دنیا کی زندگی میں بے شمار آرزوئیں، تمنائیں اور امیدیں ہوتی ہیں، چنانچہ انسان دنیا کی ان گنت نعمتوں کا خواہش مند ہوتا ہے، مال و دولت کا آرزومند ہوتا ہے، اولاد کی تمنا ہوتی ہے، اولاد نرینہ کی کسک ہوتی ہے، عزت و قوت، شوکت اور اقتدار کا خواہاں ہوتا ہے اور ہر نعیم ارضی اور نفسیاتی اور جسمانی آسودگی اپنے دامن میں سمیٹ لینا چاہتا ہے۔

اسلام بھی پاکیزہ آسودگیوں کے حصول سے منع نہیں کرتا، اور نہ ہی اسلام ترک دنیا اور رہبانیت کی دعوت دیتا ہے بلکہ اسلام بڑی وضاحت سے انسان کو ''طیبات رزق'' اور ارضی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دیتا ہے لیکن اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ خواہشات کی تکمیل میں اس طرح الجھ کر رہ جائیں کہ دارِ آخرت کی حقیقی اور ہمیشہ رہنے والی

قدروں (Values) کو فراموش کر بیٹھیں، اسی لئے قرآن نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ طیباتِ ارض ممنوع نہیں ہیں لیکن آخرت کی باقی رہنے والی نعمتیں زیادہ بہتر ہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ الاعراف 32:7

اے نبیؐ، ان سے کہو کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں، کہو، یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لئے ہونگی۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿١٥﴾ ال عمران 14,15:3

لوگوں کے لئے مرغوباتِ نفس..... عورتیں، اولاد، سونے، چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں...... بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے کہو، میں تمہیں بتاؤں کہ ان سے زیادہ اچھی چیز کیا ہے جو لوگ تقویٰ کی روش اختیار کریں ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی، پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾ الکہف 46:18

یہ مال اور یہ اولاد محض دنیاوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ الکھف 28:18

اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح وشام اسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ النساء 77:4

ان سے کہو کہ دنیا کا سرمایہ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت ایک خداترس انسان کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ العنکبوت 64:29

اصل زندگی کا گھر تو دار آخرت ہے، کاش کہ یہ لوگ جانتے۔

وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

الزخرف 35:43

یہ تو محض حیات دنیا کی متاع ہے اور آخرت تیرے رب کے ہاں صرف متقین کے لئے ہے۔

اسلام قلب انسانی کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کہ وہ طیباتِ ارض سے استفادہ اور حصول رزق کی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف بھی متوجہ رہے اور زندگی کے ہر معاملے اور وقت کے ہر لمحے میں رضائے الٰہی کو مدنظر رکھے۔

قرآن کریم اور رجاء

اس سے قبل عذاب آخرت کا بیان ہوا جو تخویف (ڈرانے) کا ایک وسیع باب ہے اب اس مقام آخرت کی نعمتوں کا بیان ہوتا ہے جو رجاء وامید کی وسیع جولانگاہ ہے۔

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ الواقعہ 56:24-15

مرصع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے ان کی مجلسوں میں ابدی لڑکے شراب چشمہ جاری سے لبریز پیالے اور کنٹر اور ساغر لئے دوڑتے پھرتے ہوں گے۔ جسے پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا

نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا اور وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل پیش کریں گے کہ جسے چاہیں چن لیں اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں اور ان کے لئے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب کچھ ان اعمال کی جزا کے طور پر انہیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔

قرآن کریم میں جہاں محسوس نعمتیں بیان کی گئی ہیں وہاں ہر منظر میں معنوی نعمتوں کا بھی بیان ہوا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں بھی متعدد محسوس نعمتوں کا بیان کرنے کے بعد معنوی نعمتوں کا بیان ہوتا ہے اور محسوس نعمتوں کے منظر کا بیان ایک دلکش اور پاکیزہ فضا میں ہوتا ہے جس میں نہ کوئی لغزش و خطا ہے اور نہ کوئی ناروا اور ناشائستہ بات بلکہ ہر جانب سلامتی چھائی ہوئی ہے اور سلامتی کی صدائیں جنت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک چلی جاتی ہیں۔

غرض قرآن کریم میں کہیں تو خالص معنوی نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے اور کسی مقام پر معنوی نعمتیں محسوس نعمتوں کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٢٣﴾ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿٢٤﴾ الحج 22:24-23

اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہاں وہ سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کئے جائیں گے اور ان کے لباس ریشم کے ہوں گے۔ ان کو پاکیزہ بات قبول کرنے کی ہدایت بخشی گئی اور انہیں خدائے ستودہ صفات کا راستہ دکھایا گیا۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ المطففین 83:24-22

بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے اور اونچے مسندوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے، ان کے چہروں پر تم خوشحالی کی رونق محسوس کرو گے۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَا تَسْمَعُ فِيهَا

لَّا غِيَةً ⑪ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ⑫ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ⑬ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ⑭
وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ⑮ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ⑯ الغاشیہ 88:16-8

کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے، عالی مقام جنت میں ہوں گے، اس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی ساغر رکھے ہوئے ہوں گے گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ⑱ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ⑲ عبس 38,39:80

کچھ چہرے اس روز دمک رہے ہوں گے، ہشاش بشاش اور خوش وخرم ہوں گے۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۞ ارْجِعِىۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۞ فَادْخُلِىْ فِىْ
عِبٰدِىْ ۞ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ۞ الفجر 89:30-27

اے نفس مطمئن۔ چل اپنے رب کی طرف، اس حال میں کہ تو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے شامل ہوجا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔

اس آخری آیت میں پہلے خالص روحانی نعمتوں سے آغاز کیا گیا۔ اور نفس انسانی کو اللہ کی رضا اور اطمینان کی وسعتوں کی جانب بلایا گیا اور خود اللہ نے اس نفس پاکباز کو اپنی جانب دعوت دی اور اس پر اپنی اعلیٰ ترین رحمتیں نچھاور فرمائیں اور اپنی جانب انتساب فرما کر اس کی عزت افزائی فرمائی اور پھر فرمایا کہ اے نفس مطمئنہ میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری لافانی نعمتوں کی جنتوں میں داخل ہوجا۔

اسی طرح سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۞ مریم 96:19

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمان ان کے لئے دلوں میں محبت پیدا کردے گا۔

اس آیت میں یہ بیان ہوا کہ اللہ سبحانہ کی اپنے مومن اور پاکباز بندوں پر جب نعمتوں کی انتہاء ہوجاتی ہے تو اللہ سبحانہٗ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ اور یہ ان مومن بندوں کی سب سے قیمتی اور سب سے اعلیٰ متاع ہوتی ہے۔

لوگوں کی متعدد اقسام اور مختلف درجات ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ زندگی کے محسوس پہلو کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور کچھ لوگ اس کے معنوی پہلو کو ترجیح دیتے ہیں اور متعدد لوگ ان دونوں حالت کے درمیان میں رہتے ہیں اور بسا اوقات ایک ہی لمحہ میں ان دونوں حالتوں سے گزرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے نعمتوں کے بیان میں حسی اور معنوی دونوں نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور محسوس نعمتوں کو اس قدر خوبصورت اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو عالم محسوسات کو ترجیح نہیں دیتے وہ بھی ان نعمتوں کے تذکرے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

ترغیب وترہیب کی افادیت

غرض خوف ورجاء دوایسے متوازی خطوط ہیں جن کے ذریعے اسلام نے نفس انسانی کو کنٹرول کیا ہے اور نفس میں امیدیں پیدا کی ہیں اور اسے ڈرایا ہے اور اس سے وعدے کئے ہیں اور اس کو دھمکایا ہے اور ان سب امور کا مقصد یہ ہے کہ انسان میں صلاح وتقویٰ کے بیج افزائش پاسکیں اور پروان چڑھ سکیں۔

قرآن کریم کی جملہ ہدایات، تمام فرامین اور سارے احکام اور ہر قسم کی ممانعتیں (Prohibitions) انہی دو امور۔ ترغیب اور ترہیب سے وابستہ ہیں، اور قرآن کریم بار بار ترغیبات اور ترہیبات کو بیان کر کے ان امور کو نفس انسانی کی گہرائیوں میں اجاگر کرتا اور ان کے ذریعے ایسی شعوری اور لاشعوری قوت کو ابھار دیتا ہے جو ہر وقت خیر کی جانب متوجہ رکھتی اور برائیوں سے دور لے جاتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ الکھف 107,108:18

البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کی میزبانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط

یونس 63,64:10

جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا دنیا اور آخرت کی زندگی میں ان کے لئے بشارت ہی بشارت ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ غافر 40:9-7

عرش الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گرد پیش حاضر رہتے ہیں سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب، تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذاب دوزخ سے بچالے ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اے ہمارے رب اور داخل کر ان کو ہمیشہ رہنے والی ان جنتوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں (ان کو بھی وہاں ان کے ساتھ ہی پہنچا دے) تو بلاشبہ قادر مطلق اور حکیم ہے اور بچا دے ان کو برائیوں سے جن کو تو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچا دیا اس پر تو نے بڑا رحم کیا یہی بڑی کامیابی ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں ''ایمان'' اور ''عمل صالح'' کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

الصف 61:12-10

اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الٰہی سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے

لئے بہتر ہے اگر تم جانو اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا یہ ہے بڑی کامیابی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ ال عمران 195:3

جواب میں ان کے رب نے فرمایا، میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو لہٰذا جن لوگوں نے میری خاطر اپنے وطن چھوڑے اور جو میری راہ میں اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لئے لڑے اور مارے گئے ان کے سب قصور میں معاف کر دوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی یہ ان کی جزا ہے اللہ کے ہاں اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ ال عمران 169-171:3

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، اس پر خوش و خرم ہیں اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لئے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ التوبہ 24:9

اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ التوبہ 68:9

ان منافق مردوں اور عورتوں اور کافروں کے لئے اللہ نے آتش دوزخ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کے لئے موزوں ہے ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ الفرقان 68-70:25

جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اسے مکرر عذاب دیا جائے گا، اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو، ایسے لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾

البقرہ 262:2

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دکھ دیتے ہیں، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقعہ نہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ البقرہ 275:2

جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلاء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کہتے ہیں، تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خواری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اعادہ کرے وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ الہمزہ 104:1-9

تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے، جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا، وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا، ہرگز نہیں وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ، اللہ کی آگ خوب بھڑکائی ہوئی جو دلوں تک پہنچے گی، وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی (اس حالت میں کہ وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ ال عمران 3:134-133

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بدحال ہوں یا خوش حال جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور

معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

غرض اس طرح اسلام خوف و رجاء کے ان دونوں متوازی تاروں پر حیات انسانی میں پیدا ہونے والے ہم پہلو نغمات چھیڑتا ہے اور اس طرح نفس انسانی کو دنیاوی زندگی کے مخاوف سے آزاد کرتا اور اسے آسائشات حیات سے چمٹے رہنے کی خواہش سے بلند کرتا اور اسے زندگی کی ہر ایک جولان گاہ میں حقیقی اور واقعی آزادی عطا کرتا ہے اور اسے اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ سیاست و اقتصاد اور اجتماعی تعمیر و ترقی کے جملہ امور کو پاکیزہ اخلاق، پاکیزگی، ضمیر اور رضائے الٰہی کی بنیادوں پر استوار کرے۔ انسانی ضمیر تہذیب یافتہ ہو کر اس میں ایسی خشیت الٰہی اور تقویٰ خداوندی پیدا ہو جائے کہ معمولی سی توجہ اور رہنمائی اس کو رضائے الٰہی کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کر دے اور اس کے قلب میں یہ احساس جاگزیں ہو جائے کہ یہ عمل اللہ کی رضا کے مطابق ہے اس لئے اسے ضرور انجام دینا ہے اور یہ امر رضائے الٰہی کے خلاف ہے اس لئے اس سے بچنا اس پر لازم ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی اولین جماعت جو قرآنی تربیت کے زیر سایہ پروان چڑھی تھی اس کی فزوں تر حساسیت اور اللہ پر اعتماد و یقین کامل کا یہی حال تھا کہ وہ اپنے شب و روز احکام الٰہی کی تعمیل میں لگے رہتے تھے اور ان کی اسی روش کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ ال عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

باب نہم

محبت ونفرت

محبت ونفرت انسانی نفس کی دو مزید ایسی خصوصیات ہیں جو بیک وقت اور متوازی طور پر موجود ہیں اور نفس انسانی اور حیات انسانی کی بہت بڑی وسعتوں پر اثر انداز ہیں۔ جس طرح کہ خوف و رجاء متوازی طور پر اور بیک وقت موجود انسانی نفس کی ایسی پر اثر خصوصیات ہیں جو انسانی زندگی کے بیشتر پہلوؤں پر چھائی ہوئی ہیں اور اسلام نے جس طرح خوف ورجاء کی خصوصیات کو صحیح رخ عطا کیا ہے اسی طرح اس نے نفسِ انسانی میں موجود محبت ونفرت کی خصوصیات کو مستحکم کر کے انہیں ہم آہنگی توازن اور اعتدال بخشا ہے اور ان کی حقیقی کارکردگی اور عمل کا تعین کیا ہے۔

تقاضائے فطرتِ انسانی یہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے اور اپنے وجود سے محبت رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دنیا کی ہر حسی اور معنوی لذت سے لطف اندوز ہو، وہ چاہتا ہے کہ وہ نمایاں ہو، طاقتور ہو غالب ہو اور اقتدار کا حامل ہو، وہ بہت سی آسائش اور بے شمار نعمتیں اپنے دامن میں سمیٹ لینے کا خواہش مند رہتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ بڑی عمر پائے بلکہ اسے ہمیشگی حاصل ہو جائے اور تمام کائنات کا محور و مرکز بن جائے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ العادیات 8:100

اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔

ان خواہشوں، آرزوؤں اور تمناؤں کے حصول میں حائل ہونے والی ہر مادی اور معنوی رکاوٹ کو انسان ناپسند کرتا ہے اور ان انسانوں سے نفرت کرتا ہے جو اس کے در پے آزار ہو، جو اسے نقصان پہنچائے اور جو اس کے ان حقوق میں حصہ بٹائیں جنہیں وہ محض

اپنے لئے مخصوص سمجھتا ہے۔

بہرحال جذباتِ محبت ونفرت انسان کے نفس کی گہرائیوں میں موجود ہیں اور اسلام فطرت کے ان میلانات سے برسر پیکار ہونے کی بجائے ان کو مہذب اور شائستہ بناتا ہے اور ان کو منظم اور منضبط کرتا ہے کیونکہ اگر محبت ونفرت کے جذبات بغیر تنظیم انضباط کے رہ جائیں تو جذبات نفس کو تباہ کردیں اس کی قوتوں کو ضائع کردیں اور انسان کو غلام بنالیں اور نہ صرف یہ ہے کہ یہ جذبات دوسروں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں بلکہ یہ قوتیں نفس کی گہرائیوں میں باہم متصادم ہوکر خود نفسیاتی وجود کے لئے مہلک بن جائیں۔

اسی لئے اسلام نے محبت ونفرت کے جذبات پر روح اور عقل کے ضوابط قائم کئے ہیں اور ان ضوابط کو اللہ کی ذات سے پیوست کردیا ہے۔

اسلام انسان کو اس بات سے منع نہیں کرتا کہ وہ اپنی ذات سے محبت رکھے کیونکہ یہ ایک طاقتور فطری جذبہ ہے اور ایسا جذبہ ہے کہ جو انسان کو عمل وکارکردگی اور تعمیر وترقی پر ابھارتا ہے۔ جو ظاہر ہے خود اسلام کے بھی مقاصد ہیں اور اسلام بھی یہی چاہتا ہے کہ انسان بہر طور آمادۂ عمل رہے۔

مگر اسلام کی نظر میں حبّ نفس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ انسان لذتوں کے حصول کے پیچھے دوڑتا رہے بلکہ اسلام کی نظر میں ہر لحظہ لذتوں کے تعاقب میں رہنا اپنے آپ پر ظلم کرنا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر لحظہ نفس میں گزرنے والے وسوسوں کے تعاقب میں رہنا نفس کو ہلاکت میں ڈال دینا ہے۔

اسلام کی نظر میں حبِ ذات کا مفہوم

دراصل اسلام کی نظر میں حُبِّ ذات کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہے اور اس کی صحیح سمت میں رہنمائی کرے، ایسی رہنمائی جو اسے دنیا اور آخرت دونوں کی فلاح کی جانب رہنمائی کرے اور آخرت کی فلاح بطور خاص ملحوظ ہو اس لئے کہ آخرت کی زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی ہے اور اس کی نعمتیں اور نقمتیں دائمی ہیں، جب کہ دنیاوی زندگی محض لہو ولعب اور فانی زندگی ہے اور دنیا کی فانی زندگی کو آخرت کی باقی اور دائمی زندگی

پر ترجیح دینا حماقت اور نادانی ہے۔

اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ؕ الحدید 20:57

یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔

ظاہر ہے کہ زندگی کی حفاظت اسی طرح ہوسکتی ہے اور حُبّ ذات کے فطری جذبے کی تکمیل کا صحیح راستہ یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کو شہوتوں کا غلام بن جانے اور آخرت کی رسوائی اور عذاب سے بچائے!

اسلام اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کے خوف ونفرت کے جذبات کو صحیح رخ دیتا اور ان کی مناسب رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم جذبہ حُب کو بروئے کار لانے کے لئے اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے جذبات محبت بیدار کرتا ہے جو منعمِ حقیقی ہے اور جس نے انسان کو زندگی عطا کی ہے اور انسان کو تمام قوتیں، صلاحیتیں اور خصوصیات بخشی ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ التغابن 3:64

اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے اور تمہاری صورت بنائی ہے اور بڑی عمدہ بنائی ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ الرحمٰن 1-4:55

نہایت مہربان (خدا) نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۲﴾ الاعلیٰ 1-2:87

(اے نبیؐ) اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔

وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا ﴿۹﴾ مریم 9:19

اس سے پہلے میں تجھے پیدا کر چکا ہوں جب کہ تو کوئی چیز نہ تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝

الانفطار 82:7-6

اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اس رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا تجھے نِک سُک سے درست کیا، تجھے متناسب کیا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً الروم 54:30

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی پھر اس ضُعف کے بعد تمہیں قوت بخشی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ الصافات 37:96

اللہ ہی نے تم کو بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ الاسراء 17:70

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ التین 95:4

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ السجدہ 32:7

جو چیز بھی اس نے بنائی خوب ہی بنائی اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی۔

اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ البلد 90:10-8

کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (نیکی اور بدی کے) دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے۔

اللہ ہی نے انسان کے لیے روئے زمین پر زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کی ہیں اور اسے ہر قسم کی آسانیاں بخشی ہیں تا کہ زندگی دما دم رواں دواں رہے۔ اور حیات انسانی نکھرتی اور سنورتی رہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۝ البقرہ 2:29

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَن تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٥﴾

الحج 65:22

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے اور اسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا، واقعہ یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ الجاثیہ 13:45

اس نے زمین اور آسمان کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ۖ الانعام 1:6

تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں۔

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا النحل 81:16

تمہارے لئے سائے کا انتظام کیا، پہاڑوں میں تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ الروم 21:30

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾

الزخرف 12:43

وہی ہے جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کئے اور جس نے تمہارے لئے کشتیوں اور جانوروں کو سواری بنایا تا کہ تم ان کی پشت پر چڑھو۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُم مِّمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ
أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ یٰسین 35:73-71

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے مویشی پیدا کئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک ہیں، ہم نے انہیں اس طرح ان کے بس میں کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں، کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں، اور ان کے لئے طرح طرح کے فوائد اور مشروبات ہیں، پھر کیا یہ شکر گزار نہیں ہوتے؟

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ النحل 66-69:16

اور تمہارے لئے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، یعنی خالص دودھ، جو پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے (اسی طرح) کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے عقل سے کام لینے والوں کے لئے۔ اور دیکھو تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس، اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے۔

اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور بڑا رحیم ہے اور وہ اپنے بندوں کو ان کی قوت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا، اور ہر معاملے میں اس خدائے برتر نے انسانیت کی بھلائی کا پہلو پنہاں فرما دیا ہے۔

هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ الحج 78:22

اس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ البقرہ 185:2

اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا البقرہ 286:2

اللہ کسی متنفس پر اس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمے داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

مزید برآں یہ کہ اللہ سبحانہٗ اپنے خطا کار اور گناہگار بندوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ال عمران 134-136:3

ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں...... اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انہیں یاد آ جاتا ہے، اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہو...... اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیئے پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کے پاس یہ ہے کہ وہ ان کو معاف کر دے گا اور ایسے باغوں میں انہیں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے کیسا اچھا بدلہ ہے نیک اعمال کرنے والوں کے لئے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ الفرقان 70:25

الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو، ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ الزمر 53:39

(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ النساء 48:4

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط الزمر 53:39

یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اسلام اللہ کی پیدا کردہ کائنات سے محبت کا جذبہ ابھارتا ہے اور انسان اور کائنات کے درمیان صداقت اور دوستی کا تعلق قائم کرتا ہے اور باہمی یگانگت اور رشتہ اخوت استوار کرتا ہے، تعلق عبادت پیدا کرتا ہے کہ کائنات کی ہر شے اسی کی حمد اور تسبیح میں مصروف ہے اور اللہ سبحانہٗ نے تمام کائنات کو انسان کے مفادات کی تکمیل میں لگا دیا ہے۔ نیز یہ کہ ساری زندہ کائنات اس زمین پر انسان کے ساتھ شریک زندگی ہے اور خاص طور پر بنی نوع انسان تمام ایک ہی نفس سے پیدا ہوئے ہیں اس لئے تمام انسانوں کے درمیان رشتہ اخوت اور تعلق محبت استوار ہونا چاہیئے، اس لئے کہ تمام انسان بلحاظ تخلیق بھی بھائی بھائی اور بلحاظ رحم بھی آپس میں بھائی ہیں اور چونکہ ان کے مفادات مشترک اور ان کا آغاز اور ان کے انجام مشترک ہے اس لئے بھی وہ بھائی بھائی ہیں اور قرآن اسی تعلق کو انتہائی دلنشین پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور انسانی وجدان کو جلا عطا فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط

النساء 1:4

لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ ال عمران 103:3

اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط

الحشر 9:59

اور جولوگ مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ الحجرات 11:49

آپس میں ایک دوسرے پر طعن کرو۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ الحجرات 12:49

اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ البقرہ 237:2

آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث مروی ہیں۔ مثلاً فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے۔'' (البخاری)

اور فرمایا:

''تمہارا اپنے بھائی کی خاطر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔'' (ابن حبان، بیہقی)

نیز فرمایا:

''اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اگرچہ نبی نہیں ہیں مگر نبی اور شہید ان پر رشک کرتے ہیں صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نور الٰہی کی بنا پر ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ان کے رحم اور ان کے نسب سے نہیں ہیں، ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب لوگ خوفزدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ انہیں کوئی غم ہوگا۔ بعدازاں آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (نسائی، ابن حبان)

غرض یہ تمام ہدایات انسان کی اس جانب راہنمائی کرتی ہیں کہ انسان باہم پاکیزہ: صاف اور شفاف محبت رکھیں اور اپنی ذات سے محبت میں توازن اور اعتدال قائم رکھیں اور اس کا صحیح مقام پر اظہار کریں اور اپنی ذات کی خاطر دوسرے برادر انسانوں پر ظلم وزیادتی نہ کریں اور دوسروں کے حقوق غصب نہ کریں۔

نفرت کا رخ شر کی قوتوں کی جانب

جب کہ اسلام نے نفرت کی خصوصیت کو شر کی قوتوں کی جانب متوجہ کیا ہے اور انسان کو ہدایت کی ہے کہ وہ شر اور برائی کو ہر رنگ اور ہر صورت میں ناپسند کرے اور انہیں برا سمجھے۔ اور اسلام نے حکم دیا ہے کہ ظلم خواہ کسی بھی صورت میں ہو اور کسی بھی نوعیت میں ہو یہ بہر حال ایک برائی ہے جسے برا سمجھنا چاہئے اور جس کو روکنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمان الٰہی مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا ہے اس لئے اب تم باہم ظلم نہ کرو۔'' (مسلم)

اسی طرح کسی پر زیادتی کرنا بھی برائی ہے اور اس برائی اور شر کی مزاحمت کرنی چاہئے۔

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۔ البقرہ 194:2

لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ البقرہ 179:2

عقل وخرد رکھنے والو، تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

معاشرے کے کمزور لوگوں سے ناانصافی روا رکھنا بھی شر ہے، اس کو بھی برا سمجھنا چاہئے اور اس کی مزاحمت کرنی چاہئے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ
وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ النساء4:75

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو، جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

بلکہ خود اپنی ذات سے ناانصافی بھی ظلم ہے اور قرآن نے اس کی مزاحمت کا بھی حکم دیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۖ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۖ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ النساء4:99-97

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

لوگوں کو ان کے دین (حق) کے بارے میں آزمائش میں ڈال دینا بھی شر ہے اور اس شر کو بھی برا سمجھنا چاہئے اور اس کی بھی مزاحمت کرنی چاہئے۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ البقرہ2:191

مگر فتنہ قتل سے بھی زیادہ برا ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۖ البقرہ2:193

تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔

زمین میں فساد پھیلانا اور خدا اور رسول سے برسر پیکار ہونا اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا بھی ظلم ہے اور شر ہے اور اس شر کو بھی برا سمجھنا چاہیئے اور اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ

المائدہ 33:5

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ ودو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں۔

تمام کھلی اور چھپی برائیاں قابل نفرت اور قابل مزاحمت شر ہیں۔

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ النور 2:24

زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامنگیر نہ ہو۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ النور 19:24

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحش پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں۔

صراط مستقیم سے انحراف بھی قابل نفرت امر ہے

اللہ سبحانہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے ہر انحراف (Diversion) قابلِ نفرت اور قابل مزاحمت شر اور برائی ہے۔

''جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے اسے برا کہے اور جو یہ بھی نہ کرے وہ دل میں برا سمجھے۔ جو ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (بخاری، مسلم)

ہر برائی اور ہر شر کا منبع شیطان ہے۔وہی انسانوں کو بہکا کر شر اور برائی کی جانب لے جاتا ہے اس لئے اس سے مکمل نفرت کی جانی چاہئے اور اس سے پوری طرح برسر پیکار رہنا چاہئے اور اس سے کوئی سمجھوتہ اور تعاون نہیں ہونا چاہئے۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ یٰسین 60-62:36

آدم کے بچو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کر، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔اور میری ہی بندگی کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے مگر اس کے باوجود اس نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

مومن اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ ساری زندگی باطل کی قوتوں اور شیطانی برائیوں کے خلاف برسر پیکار رہتا ہے اور شر کی طاقتوں پر خیر کی قوتوں کو غالب کر دینے کے جہاد میں مصروف رہتا ہے اور اس سے اس کی زندگی میں محبت و نفرت میں توازن اور اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

باب دہم

واقعیت اور خیال

فطرت انسانی میں دو متوازی قوتیں واقعیت اور خیال کی موجود ہیں اور ان دونوں قوتوں کا بروئے کار آنا انسانی وجود کے تحقق کے لئے ناگزیر ہے۔ مگر ان دونوں قوتوں کے بارے میں دنیاوی نظام انتہا پسندی اور عدم توازن کا شکار رہے ہیں، چنانچہ آج جس طرح واقعیت کی ایک لہر آئی ہوئی ہے اسی طرح ایک زمانہ تھا کہ ہر طرف رومانویت یعنی خیال کا غلبہ تھا۔

رومانویت ایک انحراف پر مبنی تھی اور اس میں واقعیت کو کلیۃً نظرانداز کر کے صرف تصورات وخیالات ہی کو سب کچھ تصور کرلیا گیا تھا اور آج کی واقعیت بھی ایک انحراف ہے کہ اس میں محدود اور محسوس دنیا ہی کو سب کچھ تصور کرلیا گیا ہے اور انسان مادیت اور حیوانیت میں گر کر رہ گیا ہے۔ (۱)

اس مادیت کی ابتدائی حدود ڈارونیت قدیم نے قائم کی تھیں (۲) اور اس کے نتیجے میں انسان محدود اور محسوس فوری ضرورتوں کا بندہ بن گیا اور اس کے تصورات سے ایک کامل و افضل اور حسین زندگی کا تصور اوجھل ہوگیا اور انسان محض ایک جانور اور ایک مشین بن کر رہ گیا، کیونکہ اس انسان نے واقعیت پر تکیہ کرلیا اور خیال کو بالکلیہ خیرباد کہہ دیا جب کہ اسلام انسان کی جملہ صلاحیتوں اور قوتوں کو بیک وقت بروئے کار لاتا ہے اور انسان میں توازن اور اعتدال پیدا کرتا ہے تاکہ انسان میں آفاقیت اور کمال پیدا ہوسکے اور انسان ”انسانیت“

---

(۱) مصنف کی کتاب **معرکۃ التقالید** اور **فی النفس والمجتمع** ملاحظہ کیجئے۔

(۲) قدیم دارد ینیت کی اصطلاح جدید ارد ینیت سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے استعمال کی گئی ہے۔

کے لائق روش اختیار کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں قوتوں میں بھی توازن اور اعتدال پیدا کیا ہے اور واقعیت اور خیال دونوں صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار آنے کا موقعہ فراہم کیا ہے اور انسان کو موقع فراہم کیا ہے کہ وہ زمین کی تمام ضرورتوں کو پورا کرے ہر طرح کی ایجادات کرے اور ہر قسم کی تنظیم میں حصہ لے اور انسان کو اجازت دی ہے کہ وہ نظام حکومت چلائے اور معاشرے کی اقتصادی، سیاسی، تعلیمی اور مادی تنظیم کرے اور زمین کے خزانے تلاش کر کے انہیں اپنے کام میں لائے اور جنگ و صلح ہر دور میں دوسرے ممالک سے تعلقات قائم کرے۔

لیکن یہ نہیں کہ وہ دنیائے واقعیت میں اس طرح الجھ کر رہ جائے کہ اس کے جذبات ہی ٹھٹھر کر رہ جائیں اور اس کے تصورات ہی مرجھا جائیں اور اس کے افکار کے کنول کملا جائیں اور مادی دنیا کی کشمکش اور تنازع للبقاء کا پالا اس کی قوت متخیّلہ کو مار جائے اور ہر فکر بلند اور ہر وقیع تصور مادی دنیا کے کینہ اور حسد کی نظر ہو جائے۔

دراصل اسلام کا نقطہ نظر فطرتِ انسانی کے مطابق اور طبیعت کائنات کے مطابق ہے، اس لئے کہ کائنات کی ہر شے میں ایک ٹھوس واقعیت موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک حسن اور ایک تصوریت موجود ہے۔ پہاڑ ایک ٹھوس حقیقی وجود کے بھی حامل ہیں اور ان میں ایک حسن و جمال بھی ہے۔ وہ برف سے ڈھکے ہوئے بھی ہیں اور وہ سرسبز و شاداب بھی ہیں...... بادل پانی لئے ہوئے بھی ہیں اور رنگا رنگ اور حسین بھی ہیں، ان میں خوشنما منظر بھی رونما ہوتے ہیں اور قوس قزح بھی ابھرتی ہے۔ نباتات محض نباتات ہی نہیں بلکہ ان پر خوش رنگ پتے اور خوشنما پھول بھی ہوتے ہیں اور پھولوں کا حسن اور ان کی مہک نظر کو تازگی اور دماغ کو رونق بخشتی ہے۔ پرندے صرف ایک حیوانی وجود ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں رنگوں کا حسین امتزاج بھی ہوتا ہے وہ چہکتے گاتے اور اچھلتے اور کودتے بھی ہیں۔ اور ہر حیوان اچھلتا کودتا اور خوش فعلیاں کرتا اور انسان کے لئے باعثِ لطف و استعجاب بنتا ہے۔

غرض کائنات کی ہر شے کی جہاں ایک ٹھوس حقیقت اور ایک واقعی وجود ہے وہاں اس

کا ایک احساس لطیف اور پیکر جمال بھی ہے، تو کیا اس رنگارنگ مہکتی دمکتی کائنات میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو ہر لطافت اور حسن سے عاری صرف ایک مادی اور واقعی وجود ہے؟ ظاہر ہے یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جن کی فطرت میں کجی پیدا ہوگئی ہو اور جو فطرتِ انسان اور طبیعت کائنات سے برسرِ پیکار ہو چکے ہوں۔

اسلام اس تنگ اور محدود واقعیت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان واقعی اور عملی زندگی بھی گزارے اور گاہے گاہے اس عادی بندھن سے آزاد بھی ہو جائے یعنی واقعیت اور مادیت کو بھی اختیار کرے اور تصوریت اور خیال کی بھی سیر کرے۔ اور اس تصوریت اور خیال کی مدد سے کمال مطلق کے حصول کی فکر کرے اور اس کے مطابق اپنی واقعی زندگی کی اصلاح کرے تاکہ وہی خیال اور تصور ایک وقت گزرنے کے بعد واقعی صورت اختیار کرے اور اس طرح مرحلہ بمرحلہ معیارِ انسانیت ترقی کرتا رہے۔

اسلام انسان کے خیال اور تصور کو نہ صرف یہ کہ تسلیم کرتا ہے بلکہ اسے غذا بھی فراہم کرتا ہے اور اس کے سامنے مناظر، مشاہد اور صورتیں اور حالات لاتا ہے۔ مثلاً جنت کے بارے میں فرمان نبوتؐ ہے۔

''وہاں ایسی بیش قیمت نعمتیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہونگی، نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال بھی گزرا ہوگا۔''

یہ حدیث مبارک ہمیشہ کے لئے اور پوری انسانیت کے لئے جمال و کمال کے تصور کا ایک دریچہ ہے اور یہ تصور کمال و جمال اپنے دامن میں ایک حسین بلند اور رفیع مقصد لئے ہوئے ہے کیونکہ اللہ رب العزت کی کوئی بھی تخلیق بے مقصد نہیں ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ ال عمران 191:3

پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔

بلکہ تصور کمال و جمال کا مقصد یہ ہے کہ روئے زمین پر بسنے والا انسان اپنے قلب کی اصلاح کرے اور دنیا میں رہتے ہوئے بھرپور عملی زندگی اس طرح گزارے کہ اس کا قلب

آسمان کی جانب متوجہ ہو اور وہ ہر عمل میں ثواب آخرت رضائے الٰہی اور مغفرتِ خداوندی کا طلبگار رہو اور اس طرح واقعیت اور خیال دونوں باہم دگر ذات الٰہی کے تصور سے مل جائیں اور دونوں کی یک جہتی سے نفس اور زندگی کی اصلاح ہو جائے۔

باب یازدہم

حسیت اور معنویت

حسیت اور معنویت بھی انسان کی دو خصوصیات ہیں جو ایک دوسری کی تکمیل کرتی ہیں اور دونوں مل کر ''انسان'' کا رخ متعین کرتی ہیں۔ حسی قوت کا تعلق انسان کے حواس، اعصاب اور اس کے کیمیاوی، عضویاتی اور حیاتیاتی عمل سے ہے جب کہ معنوی صلاحیت کا انسان کو یہ یقینی علم حاصل نہیں ہے کہ یہ کیا ہے اور کہاں ہے؟ بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک تجریدی اور تصوری تفکیر کی صلاحیت کا نام ہے جس کی بدولت انسان کلیات اور معنویات کا ادراک کر لیتا ہے اور اسے یہ ادراک ہو جاتا ہے کہ فضیلت کیا ہے؟ اعلیٰ قدریں کیا ہیں؟ اور عدل و حق کیا ہے؟ اور جمال کیا ہے؟ وغیرہ۔

جولیان ہکسلے (Julian Huxley) اپنی کتاب ''انسان دور جدید میں''......انسان کی انفرادیت کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ

''انسان کی سب سے اولین اور واضح و منفرد خصوصیت اس کا تصوری فکر پر قادر ہونا ہے......اس بنیادی خصوصیت کے کئی اہم نتائج رونما ہوئے جن میں سب سے اہم روایات کا نشوونما ہے......ان کی یہ خصوصیات جنہیں حیاتیاتی سے زیادہ نفسیاتی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ انسان کی مندرجہ ذیل تین خصوصیات سے پیدا ہوتی ہیں:

1- انسان عام اور خاص فکر پر قدرت رکھتا ہے۔

2- انسان کے عقلی اعمال میں نسبتی وحدت ہے جب کہ حیوان کے عقل و عمل میں فرق ہے۔

3- انسانوں میں قبیلہ قوم جماعت جیسی اجتماعی وحدتیں ہیں اور انسان ان سے

متعلقہ روایات وثقافت کے پابند ہیں۔
عقل انسانی کے ماقبل انسان سے مرحلہ انسان تک کے مراحل کے بہت سے نتائج مرتب ہوئے ہیں جو حیاتیاتی لحاظ سے بالکل منفرد ہیں، ہم ان میں سے محض ریاضی علوم موسیقی کی صلاحیتیں، فنکارانہ تخلیقات، مذہب اور مثالی محبت ہیں۔''

بہرحال انسان میں حسیت اور معنویت کی دونوں قوتیں موجود ہیں اور ان دونوں قوتوں میں سے جو قوت دراصل مظہر انسانیت ہے اور جو انسان کی انفرادیت ہے اور جس کا حیوان میں وجود نہیں ہے وہ معنویت کی قوت ہے وہ معنوی قوت جو کلیات معنویات اور مجرد امور کا ادراک کرسکتی ہے۔ اور بیسویں صدی کی جاہلیت جسے ختم کرنے کے در پے ہے اور یہ چاہتی ہے کہ انسان کی معنوی قوت کا بالکلیہ انسداد ہو جائے اور اس کی جگہ وہ حسی قوت لے لے جو انسان اور حیوان میں مشترک ہے۔

جدید جاہلیت میں معنوی قوت کا استعمال صرف سائنسی نظریات اور تحقیقات ہی میں ہوتا ہے بلاشبہ دنیائے سائنس بڑی وسیع ہے اور ہر روز اس میں نئے انکشافات کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور انسانیت ارتقاء کی جانب قدم بڑھاتی رہتی ہے۔ لیکن معنویت صرف سائنس کے دائرے میں محدود نہیں ہے بلکہ علاوہ علم وسائنس کے فن، عقیدہ، فضائل، اخلاق اور اقدار عالیہ پر بھی مشتمل ہے۔

ہر چند کہ جدید دور میں شب و روز فن کے ارتقاء کی باتیں ہوتی رہتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ فن کی دنیا بھی حیوانیت اور مادیت کی نذر ہو کر گھنا گئی ہے اور فن کی روانی، سبک روی، دلکشی اور اس کے کمال اور حسن و جمال کو واقعیت نگل گئی ہے اور عقیدہ اور اس کے زیر اثر ابھرنے والے فضائل واخلاق اور اقدار عالیہ تو اس دور میں جدید جاہلیت سے بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور اب یہ حقیقیں قدیم جاہلیت کی طرح تمسخر اور مذاق کا سبب بن گئی ہیں اور انسان جوں جوں اپنے اصلی انسانی وجود سے کنارہ کش ہوتا جارہا ہے اسی قدر مادیت اور حیوانیت کے گرداب میں پھنستا جارہا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ الاعراف 7:175-176

اور اے نبیؐ، ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے نکل بھاگا، آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔

اسلام ہر معاملے میں فطرتِ انسانی کو ملحوظ رکھتا ہے اور تمام ظروف اور عوامل کے ساتھ انسانیت کو ترقی دیتا اور ارتفاع عطا کرتا ہے اور کسی بھی مرحلے پر اسلام جاہلیت سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اسلام تو جاہلیت کو مٹا کر انسانیت کو حقیقی علم و معرفت سے آشنا کرتا ہے اور اس ارتقاء میں حسیت اور معنویت دونوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔

اسلام میں حسی لذتوں کا حصول جائز ہے

اسلام کی نظر میں تمام حسی لذتیں جائز ہیں اور طعام و لباس اور مسکن و جنس کی وہ تمام لذتیں اور آسائشیں جائز ہیں جو فرد کو یا اجتماع کو نقصان نہ پہنچائیں اور جو انسان اپنے لئے وقتاً فوقتاً آسائشیں ایجاد کرتا رہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام انسان کی اصل قوت اور معنوی صلاحیت کی جانب توجہ دیتا ہے اس لئے کہ اس صلاحیت کی بنا پر ہی ایسا حیوان ممتاز ہے اور یہی انسانیت کی حقیقی اساس ہے۔

اولاً اسلام انسانیت کو ایک وسیع اور جامع عقیدہ عطا کرتا ہے اس عقیدہ کو نفس انسانی میں جاگزیں کرتا اور اسؐ کے ذریعے انسانیت کو معنوی قوت عطا کرتا ہے۔ اس عقیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی وحدانیت پر ایمان لا کر خالص اسی کی عبادت کی جائے، یہ ایمان رکھا جائے کہ اللہ سبحانہ نے تمام کائنات کو حق کیساتھ پیدا کیا ہے اور زمین پر اسی حق کو قائم کرنا، اس کے قیام کے لئے جہاد کرنا اور صلاح و تقویٰ کی اساس پر اجتماعیت کو وجود میں لانا ہی "فریضہ انسانی" ہے تاکہ اس فرض کی تکمیل سے ایک ایسا صاف ستھرا اور

پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکے جس کے تمام افراد اللہ پر اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان احکام کو اپنی عملی زندگی میں بروئے کار لاتے ہوں!

اس عقیدۂ جاودانی کے زیر سایہ زندگی بذاتِ خود اس قدر سرور آفرین ہے کہ دنیا کی کوئی لذت اس کی ہمسر نہیں ہو سکتی، اس عقیدے کی بدولت انسانیت کا رشتہ اللہ سبحانہ سے استوار ہو جاتا ہے اور انسان میں اس قدر آفاقیت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان اس کائنات کا ایک جز اور حصہ بن جاتا ہے اور انسان اپنے مختصر سے وجود میں بند ہونے کے بجائے ایک عظیم تر ناموس کا حصہ بن جاتا ہے۔

آج جس قدر اسرار کائنات سے پردہ اٹھتا جا رہا ہے سائنس اس حقیقت کو ثابت کرتی جا رہی ہے چنانچہ ایٹمی قوت کی دریافت اور کائناتی کشش کا معلوم ہو جانا سائنس کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے جس سے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ مادی اور غیر مادی تقسیم لایعنی ہے اور فی الحقیقت تمام کائنات باہم مربوط رواں دواں قوتوں کے اجتماع کا نام ہے کہ اگر یہ ربط باہم ختم ہو جائے تو کائنات میں فساد پیدا ہو جائے۔ انسان بھی انہی کائناتی قوتوں میں سے ایک قوت ہے جس پر خود ناموس کائنات اور ارادہ الٰہی اثر انداز ہے اور اس لحاظ سے جب انسان عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے تو وہ درحقیقت ناموس اکبر کی وحی کی تکمیل میں لگا ہوا ہوتا ہے اور جب وہ محبت سے کائنات کی جانب اور جذبہ اخوت کے ساتھ انسانیت کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو وہ دراصل اسی ناموس کائنات کو متحقق کرتا ہے کہ کائنات تمام باہم مربوط اور رواں دواں قوتیں ہیں، جن میں سے انسان بھی ایک حصہ ہے!

فضائل اخلاق کائنات کا ایک حصہ ہیں

اس لحاظ سے تمام فضائل اخلاق مثلاً سچائی، پاکیزگی، پاکبازی اور استقامت اور تمام اقدار عالیہ مثلاً حق، عدل، جمال اور کمال سب اس کائنات اور انسان کے وجود کا ایک حصہ بن جاتے ہیں اور انسان اس کائنات کی ایک ایسی قوت بن جاتا ہے جو فطرت کے ساتھ رواں اور ناموسِ فطرت سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے اور جب کبھی وہ ان فضائل اخلاق سے دور ہوتا ہے اور ان اقدار عالیہ سے گریز کرتا ہے تو وہ دراصل ناموسِ کائنات سے

منحرف اور قوت کائنات سے جدا ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کی تنگنائیوں میں محصور ہو کر رہ جاتا ہے اور خواہشوں کے جنگل میں پھنس کر اور شہوتوں کے سراب میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔

زندگی کا یہی تصور ایمانی ہے جس کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنس ایک واقعی حقیقت کے طور پر ثابت کرتی جا رہی ہے اور اسلام نے اسی تصور ایمانی کو اساسی قاعدہ اور اسے معنوی قوت کی تکمیل غذا قرار دیا ہے...... مگر اسلام میں یہ تصور محض ایک تصور نہیں ہے بلکہ یہ ایک بامقصد تصور ہے جس کا مقصد قلب انسانی کی اصلاح اور اس کو فطرتِ الٰہی پر استوار کرنا ہے۔ اسی لئے اسلام ایسے تجریدی فلسفہ کو تسلیم نہیں کرتا جو بحث و تحقیق کا ایک چکر مکمل کر کے پھر اسی جگہ پہنچا دے اور انسان کو زندگی کے لئے کارآمد کوئی حقیقی غذا فراہم نہ کرے۔

اسلام ملکوت میں غور و فکر کی بہت پر اثر اور پرزور دعوت دیتا ہے مگر اسلام کی اس دعوت کا تعلق عمل شعور اور واقعی حقیقت سے ہے اور یہ غور و تامل انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتا اور اس کی عقل کی تربیت کرتا ہے۔ اور اس تامل اور غور و فکر سے ایمان کی جانب رسائی حاصل ہوتی ہے اور ایمان عمل و جہاد پر آمادہ کرتا ہے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ الِ عمران 3:191-190

زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّيْ لَآ أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ الِ عمران 3:195

جواب میں ان کے رب نے فرمایا، میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خواہ مرد ہو عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

غرض اس طرح اسلام میں حسیت اور معنویت واقعی زندگی میں مربوط اور نفس کے اندر ہم آہنگ ہو جاتی ہیں اور دین اسلام دین فطرت بن جاتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ الروم 30:30

قائم ہو جاؤ، اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے۔

باب دوازدہم

محسوس امور پر یقین اور مغیبات پر ایمان (۱)

یہ دونوں خصوصیات بھی فطری طور پر انسانی وجود میں موجود ہیں کیونکہ یہ انسان ہی ہے جو محسوسات پر بھی یقین رکھتا ہے اور مغیبات پر بھی ایمان رکھتا ہے، جب کہ حیوانات نہ محسوسات پر یقین رکھتے ہیں اور نہ مغیبات پر ایمان بہر حال محسوسات پر یقین کرنے کا تعلق چونکہ انسان کی اس حسی قوت سے ہے جو حیوانات میں بھی موجود ہوتی ہے اس لئے محسوسات پر یقین انسان کی کوئی بہت بڑی خوبی نہیں ہے بلکہ انسان کی اصل خوبی اور اللہ سبحانہ کی عظیم نعمت انسان کا مغیبات پر ایمان لانا ہے۔

باوجودیکہ اس حقیقت کی تائید خود علم تجربی...... سائنس...... بھی کرتی ہے۔ جیسا کہ ہکسلے کا بیان پہلے گزر چکا ہے مگر جاہلیت جدیدہ نے انسان کی بصیرت کو کجلا دیا ہے اور انسان اس حقیقت کے ادراک سے عاجز ہو کر مادیت اور واقعیت کے تنگ دائرے میں محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

ہر چند کہ مغرب کے اقتصادی نقطہ ہائے نظر میں اختلاف ہے مگر وہ مارکس کی اس مادہ پرستانہ رائے سے پوری طرح اتفاق رکھتے ہیں کہ "اس دنیا کی حقیقت صرف اس کی مادیت میں منحصر ہے۔" "اور انسان کی زندگی تمام تر ایک مادی زندگی ہے"(۲)

---

(۱) ابتدائی نظر میں یہ تین عنوانات...... واقعیت اور خیال، حسیت اور معنویت اور محسوس امور پر یقین اور مغیبات پر ایمان۔ یکساں مفہوم کے حامل معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق ہے جو قارئین کرام ان کی تفصیل سے محسوس کریں گے۔

(۲) ملاحظہ کیجیے الانسان بین المادیت والاسلام اور معرکۃ التقالید...... ان میں سے پہلی کتاب کا راقم الحروف کا ترجمہ "اسلام اور جدید مادی افکار" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (س۔ صدیقی)

جب کہ اسلام انسان کی تمام صلاحیتوں کا اعتراف کرتا اور انہیں غذا فراہم کرتا ہے اور اسلام انسان کی محسوسات پر یقین رکھنے کی صلاحیت کا اعتراف بھی کرتا ہے اور اسے غذا فراہم کرتا ہے اور اسے دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے سامنے پھیلی ہوئی مادی کائنات کو اپنے احساسات کی گرفت میں لائے، اس سے تجربات حاصل کرے اور اس کے اندر چھپے ہوئے قوتوں کے خزانے کو استعمال کرے۔

ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ علمِ تجربی (سائنس) مغربی تہذیب کی ایجاد نہیں ہے بلکہ بقول پروفیسر ایچ آر گب جدید تجربی اسکول مسلمان محققین کے ہاتھوں یورپ منتقل ہوا ہے اور مسلمان سائنس دانوں کے طفیل ہی جدید سائنس کے ظہور پذیر ہونے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

غرض مسلمان دانشور اپنی دینی ہدایات کے مطابق مادی کائنات اور انسان کی مادی قوتوں پر یقین رکھتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہایت باریک بینی سے کائنات کی باریکیوں کا مشاہدہ کر کے اس کے قوانین اخذ کئے اور اس میں پنہاں قوتوں کو کام میں لائے اور صحیح معنی میں انسانیت کے لئے مفید علوم ایجاد کئے۔ مثلاً مسلمانوں نے طب کے میدان میں بے انتہاء ترقیات حاصل کیں اور اٹھارہویں صدی تک طب عربی مغرب کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی رہی اور بصارت کے بارے میں ابن الہیثم کے نظریات انیسویں صدی تک مغرب میں شامل درس رہے اور کیمیا کا لفظ جو یورپی زبانوں میں موجود ہے عربی ہے اور اسی طرح فلکیات سے متعلق بیشتر الفاظ عربی ہیں۔

اسلام اور انسانی محسوسات

اسلام نے انسانی احساسات کو متوجہ کیا ہے کہ وہ مادی دنیا کے محسوسات کو محسوس کریں اور اللہ سبحانہٗ کی قدرت اور اس کی تخلیق کا مشاہدہ کر کے اس کی ذات سے تعلق قائم کریں اور اپنے نفس کی تربیت کریں اور اس تربیت نفس کے لئے قرآن نے بینائی، شنوائی اور ذوق کی قوتوں کو متوجہ فرمایا ہے۔ چنانچہ بصارت سے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَہَا الرعد 2:13

وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ وَ اِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾ وَ اِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۰﴾ الغاشیہ 88:20-17

تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُزۡجِیۡ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیۡنَہٗ ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ رُکَامًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ ۚ النور 43:24

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے، پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں۔

اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِہٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ یَنۡعِہٖ ؕ الانعام 99:6

پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو۔

قوت سمع کو اس طرح متوجہ کیا جاتا ہے۔

وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِہٖ الرعد 13:13

بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔

اَوۡ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیۡہِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعۡدٌ وَّ بَرۡقٌ ۚ البقرہ 19:2

یا پھر ان کی مثال یوں سمجھو کہ آسمان سے زور کی بارش ہو رہی ہے اور اس کے ساتھ اندھیری گھٹا اور کڑک اور چمک بھی ہے۔"

بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ الحاقہ 6:69

اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیئے گئے۔

اور قوت ذائقہ کو اس طرح متوجہ کیا ہے۔

صِنۡوَانٌ وَّ غَیۡرُ صِنۡوَانٍ یُّسۡقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۟ وَ نُفَضِّلُ بَعۡضَہَا عَلٰی بَعۡضٍ فِی الۡاُکُلِ ؕ الرعد 4:13

جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے۔ مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔

نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾
النحل 66:16

ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، یعنی خالص دودھ، جو پینے والوں کے لئے نہایت خوشگوار ہے۔

غرض اسلام ہر حاسہ جسم کو متنبہ کرتا ہے اور اسے تدبیر معاش کے راستے سمجھاتا ہے اور اسے متوجہ کرتا ہے کہ وہ انسانی مفاد سے متعلق مادی قوتوں کو حاصل کرے اور کائنات میں موجود اللہ کی نشانیوں پر غور کرے اور اللہ سبحانہ کے معجزۂ تخلیق کا مشاہدہ کرے......ان امور کے پیش نظر دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ جس قدر اسلام مادی موجودات اور محسوسات کی جانب متوجہ کرتا ہے اس قدر کوئی دنیاوی مادی نظریہ بھی متوجہ نہیں کرتا۔

جب کہ مغربی مادیت اسی قریبی حقیقت یعنی محسوسات پر یقین پر ٹھٹھر کر رہ گئی اور اس نے ''روح'' کے وجود کا انکار کر دیا اس لئے کہ روح کو نہ آنکھ دیکھتی ہے نہ کان سنتا ہے اور نہ اسے چکھ کر یا چھو کر معلوم کیا جا سکتا ہے اور مغربی مادیت نے اللہ کا بھی انکار کر دیا کہ ''ذات الٰہی تو نگاہ کی رسائی سے ماوراء ہے۔'' اور ذات باری حواس کی گرفت سے باہر ہے اور جو شئے حواس کی گرفت سے باہر ہو وہ ان کے نقطہ نظر کے مطابق موجود نہیں ہوتی۔

إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا الکہف 5:18

بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔

جدید جاہلیت: گرفتار لعنت

جدید جاہلیت ایک ایسی بدترین لعنت میں گرفتار ہے کہ تاریخ انسانیت کی کوئی جاہلیت اس قدر بدترین لعنت میں گرفتار نہ ہوئی ہوگی۔ اس لئے کہ قدیم جاہلیتیں تو پسماندگی اور ناواقفیت اور بدعقلی کا شکار تھیں مگر آج کی جدید جاہلیت تو علوم وفنون سے آراستہ، ترقی کی معمار اور عقل و دانش کی علم بردار ہے......لیکن حقیقت یہ ہے کہ

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ ﴿٧﴾ الروم 7:30

لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں۔

روح پر عدم ایمان اور اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہ ہونے کی بناء پر مغرب پستیوں کی لامتناہی گہرائیوں میں گر چکا ہے اور اخلاق وسیاست اور زندگی کے ہر شعبے میں مکمل طور پر حیوان بن چکا ہے اور مادیت اور اباحیت نے انسانیت کا چہرہ مسخ کر دیا ہے۔ انسانیت کی پستی کا عالم یہ ہے کہ ہر جگہ انسان دوسرے انسان کا گلا کاٹ رہا ہے اور چوتھائی صدی میں دو جنگیں ہو چکی ہیں اور تیسری مکمل تباہی کا منہ کھولے سر پر آن کھڑی ہے، ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، انسان خواہشوں اور لذتوں پر مرمٹا ہے اور دنیا کی لذتوں کی حرص وآز نے ایک دائمی قلق اور غیر متناہی اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اور ایسی کشمکش اور کشاکش کو جنم دے دیا ہے جو اعصاب کو تباہ کر رہی ہے اور انسانی وجود کے لئے مہلک ثابت ہو رہی ہے...... اور یہ دراصل اللہ پر اور آخرت پر عدم ایمان، روح کے وجود سے انکار اور مغیبات پر یقین نہ رکھنے کے نتائج ہیں!

اسلام تو دینِ فطرت ہے اس لئے اس نے اس لغزش کا سدباب کر دیا ہے اور غیب پر ایمان کو مومنین کی اولین صفت قرار دیا ہے، اس لئے کہ خود اللہ سبحانہٗ کی ذات باعتبار حواس غیب ہے اگرچہ روح اللہ سبحانہٗ کے وجود کا ادراک کر لیتی اور پوری طرح اس کے وجود سے آشنا ہو کر اس ذات باری سے تعلق قائم کر لیتی ہے!

الٓمّٓ ۚ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ البقرہ2:3-1

الف، لام، میم ۔ یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے ان پرہیزگار لوگوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

قرآن میں شیطان کا ذکر

قرآن نے ایمان بالغیب کو اساسیات ایمان میں سے قرار دیا ہے اور اسے حیات انسانی کی بنیاد بتایا ہے اس لئے کہ جب تک ایمان نہ ہو انسان کی زندگی مستقیم نہیں ہو سکتی، جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عدم ایمان کی بنا پر اس مغربی جاہلیت میں انسان کی زندگی کس

قدر غیر مستقیم اور ناہموار ہو چکی ہے۔

باوجودیکہ وجود الٰہی پر اور آخرت پر ایمان اسلام کے اساسی عقائد میں سے ہے اور انسان کی دنیا اور آخرت کی درستی کے لئے یہ عقیدہ ناگزیر ہے مگر اسلام نے ایمان بالغیب کے معاملے میں صرف اسی عقیدے پر اقتصار نہیں کیا ہے بلکہ فرشتوں، جنوں اور شیطان کے ذکر سے اس ایمان بالغیب کی صلاحیت کو مزید تقویت بہم پہنچائی ہے اور شیطان کے وجود کی قرآن نے تفصیل سے وضاحت کر کے اس کے شر سے ڈرایا ہے اور بتایا ہے کہ

إِنَّهُ يَرَىٰكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۗ الاعراف 27:7

وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔

اور بتایا ہے کہ شیطان ازل سے ہی بنی نوع آدم کا دشمن ہے اور وہ مسلسل اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ انسانوں کو راہ حق سے بہکا دے اور انہیں جنت میں لے جانے والی صراط مستقیم سے بھٹکا کر جہنم کی راہ پر لگا دے۔

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيٓءٌ مِّنكُمْ إِنِّيٓ أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّيٓ أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ الانفال 48:8

ذرا خیال کرو اس وقت کا جب کہ شیطان نے ان لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، مگر جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا، اور کہنے لگا میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھتے، مجھے خدا سے ڈر لگتا ہے، اور خدا بڑی سخت سزا دینے والا ہے۔

وَقَالَ الشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوٓا أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾

ابراہیم 22:14

اور جب فیصلہ چکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا۔ ’’حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کئے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے جتنے وعدے کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تم کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، یہاں نہ میں تمہاری فریادرسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا، میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ ایسے ظالموں کے لئے تو دردناک سزا یقینی ہے۔

قرآن میں جنوں کا ذکر

ان آیات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت شیطان اہم کردار ادا کرتا ہے کہ اس کے وجود کی بناء پر انسانیت شر کی قوتوں سے مقابلے اور مزاحمت کے لئے تیار ہو جاتی ہے اور اس طرح نفوس انسانی کی اصلاح ہوتی اور حیات انسانی سنور جاتی ہے۔ جب کہ جنوں کا کردار شیطان سے مختلف ہے جیسا کہ سورۂ احقاف میں اجمالی اشارہ اور سورۂ جن میں بالتفصیل تذکرہ موجود ہے۔

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ يَّهْدِيْٓ اِلَى
الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ
صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝٣ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ
تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ
بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ
اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا
كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ وَّاَنَّا
لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا
الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي
الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ
فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝١٣ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ
فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝١٤ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝١٥ وَّاَنْ لَّوِ

اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ الجن 72:16-1

اے نبیؐ، کہو، میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا، پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا، ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے، اس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے، اور یہ کہ ہمارے نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت خلاف حق باتیں کہتے رہے ہیں اور یہ کہ ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن خدا کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ مانگا کرتے تھے، اس طرح انہوں نے جنوں کا غرور اور بڑھا دیا، اور یہ کہ انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا تمہارا گمان تھا کہ اللہ کسی کو رسول بنا کر نہ بھیجے گا اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ پہرے داروں سے بٹا پڑا ہے اور شہابوں کی بارش ہو رہی ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے سن گن لینے کیلئے آسمان میں بیٹھنے کی جگہ پا لیتے تھے، مگر اب جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے لئے گھات میں شہاب ثاقب لگا ہوا پاتا ہے، اور یہ کہ ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہِ راست دکھانا چاہتا ہے اور یہ کہ ہم لوگوں میں سے کچھ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے ہیں اور یہ کہ ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں، اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، اب جو کوئی بھی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا اسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا، اور یہ کہ ہم میں سے کچھ مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں اور کچھ حق سے منحرف۔ تو جنہوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کر لیا، انہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں اور (اے نبیؐ کہو، مجھ پر یہ وحی بھی کی گئی ہے کہ) لوگ اگر راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم انہیں خوب سیراب کرتے۔

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ الاحقاف 46:30-29

(اور وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے) جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تا کہ قرآن سنیں۔ جب وہ اس جگہ پہنچے (جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے) تو انہوں نے آپس میں کہا، خاموش ہو جاؤ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو وہ خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کر کہا، اے ہماری قوم کے لوگو، ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتابوں کی، رہنمائی کرتی ہے حق اور راہِ راست کی طرف۔

مغیبات پر ایمان انسانی فطرت ہے

اسلام دین فطرت ہے اس لئے وہ ہر چھوٹے بڑے فطری طریقے کو اختیار کرتا ہے چونکہ مغیبات پر ایمان انسان کی فطرت ہے اس لئے اسلام اس راستے سے اپنے عقیدہ کو نفس انسانی میں جاگزیں کرتا ہے اور اس فطرت کو بیدار کرے اس کا دائرہ اثر بڑھاتا ہے اور اسے وسعت عطا کرتا ہے اور اسی مقصد کے لئے قرآن کریم نے جنوں کا ذکر کیا ہے تا کہ اس ذکر سے انسانی فطرت کے مغیبات پر ایمان کے پہلو کو تقویت ملے اور یہ زیادہ مؤثر ہو جائے۔

اوپر جن دو مقامات پر جنوں کا ذکر آیا ہے، وہ آیات درج ہو چکی ہیں اور ان کے علاوہ حضرت سلیمانؑ کے واقع میں اور جستہ جستہ اور کئی مقامات پر جنوں کا ذکر آیا ہے۔ مگر اس تذکرے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان جنوں کے بارے میں تفصیلی بحثوں میں الجھ جائیں اور ان کی تعداد اور ان کے اخلاق و عادات پر تحقیق کرنے لگیں اور یہ تفتیش کرنے لگیں کہ جنوں سے انسانوں کے رابطہ کی کیا صورت ہے اور انسان کس طرح انہیں اپنا تابع فرمان بنا سکتے ہیں اور یہ کہ جن کس قدر قوت و طاقت کے مالک ہیں...... جیسا کہ مسلمان اپنی تاریخ کے فرصت کے اوقات میں ان بحثوں میں الجھ چکے ہیں۔

دراصل جنوں کے ذکر کا مقصد انسانی نفس میں وسعت پیدا کرنا ہے تا کہ انسان احساسات کے تنگ دائروں سے نکل کر زیادہ وسیع اور زیادہ مکمل کائنات کا تصور کر سکے، کیونکہ کائنات میں جو خدا کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں انسان اپنے حواس سے ان کا ادراک

نہیں کرسکتا لیکن بہرحال یہ آیات موجود ہیں اور ہوسکتا ہے کہ کسی وقت انسان اپنی نگاہ بصیرت سے ان کا ادراک کرے اور یہ ادراک اسے ایمان کی جانب لے جائے۔

مزید یہ کہ قرآن میں جنوں کا ذکر بے مقصد نہیں ہے بلکہ اس تذکرے کا اصل مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی جملہ مخلوقات اس پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس کی تسبیح کرتی ہیں اور اسے پکارتی ہیں، سوائے ان گمراہوں کے جن کا ابدی ٹھکانہ جہنم بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الاحقاف میں جنوں کے ایمان لانے اور دعوتِ اسلام قبول کرنے کا ذکر ہے اور ان کے عقیدۂ توحید پر ایمان لانے کو بیان کیا گیا ہے۔ جب کہ شیطان نے ایمان کے بجائے کفر اور سرکشی اور بغاوت کی راہ اختیار کی، اور اپنے ساتھ بہت سے انسانوں کو بھی گمراہ کردیا۔

ملائکہ بھی اللہ سبحانہٗ کی مخلوق ہیں، اور اللہ سبحانہٗ کی قدرتِ تخلیق کا مظہر ہیں۔ اسی لئے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾ فاطر 1:35

تعریف اللہ ہی کے لئے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے (ایسے فرشتے جن کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں، وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہی فرشتے اللہ کے بندوں پر وحی الٰہی لے کر آتے ہیں۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

الشعراء 193-194:26

اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلق کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ غافر 15

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح نازل کردیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کردے۔

فرشتگان ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴿۶﴾ التحریم 6:66

جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

یہ فرشتے مومنین کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴿۷﴾ غافر 7:40

عرش الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گردو پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں، وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذاب و دوزخ سے بچالے، ان لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کرلیا ہے۔

فرشتوں کا یہ خالص اور بے لوث ایمان ان کی پاکیزگی اور رفعت ظاہر کرتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں ان کے لئے جذبات محبت پیدا کرتا ہے۔ غرض اسلام ان مغیبات کا ذکر کر کے انسان کی قوت ایمانی کو تازہ کرتا اور اس کے وجود کو کمال عطا کرتا ہے۔

باب سیز دہم

انفرادیت اور اجتماعیت

انسان جن دوگانہ خصوصیات کا حامل ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی انفرادیت کا بھی احساس رکھتا ہے اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلق رکھنے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی خواہش بھی رکھتا ہے اور یہ انسان کی ایک ایسی خصوصیت اور انسانی وجود کا ایک ایسا مظہر ہے جو انسانی زندگی پر بہت گہرائی کے ساتھ اثر انداز ہوتا ہے اس لئے کہ درحقیقت معاشرے کا وجود انسان کی اسی دوگانہ خصوصیت میں ہم آہنگی کی بنیاد پر قائم ہے اور انسان کے متعدد خود ساختہ نظام اور فلسفہ ہائے معاشرت اسی خصوصیت کے ہر دو پہلوؤں کے درمیان عدم توافق کی بناء پر ناکام ہوئے ہیں کہ کہیں انسان کے انفرادیت کے پہلو کو اس قدر اہمیت دے دی گئی کہ اس کے نتیجے میں قابل نفرت "انانیت" ابھر آئی، سماجی روابط ٹوٹ پھوٹ گئے اور معاشرتی توانائی اور انسانی ربط باہم کی قوت مفلوج ہو کر رہ گئی۔ اور کہیں انسان کے اجتماعی پہلو کو اس قدر ترجیح دی گئی کہ اجتماعیت کی بڑی ہوئی قوت نے انفرادیت کو کچل ڈالا اور سماج کے سامنے فرد ایک بے حیثیت ذرہ ہو کر رہ گیا!

سرمایہ داری اور اشتراکیت

یہ اسی غلط روش کا نتیجہ ہے کہ آج کی دنیا پر ہمیں دو باہم متصادم اور برسر پیکار نظریات مسلط نظر آتے ہیں۔ ایک طرف مغرب کا نظام سرمایہ داری ہے جو فرد کی انفرادیت پر قائم ہے۔ اس نظام میں فرد کو بڑی وسیع آزادی عطا کی گئی ہے اور اس کو اس قدر حریت بخش دی گئی ہے کہ وہ چاہے تو دوسروں کی تکلیف دہی کا باعث بن سکتا ہے اور جس طرح چاہے بے روک ٹوک اپنی خواہشوں کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے اور اپنی آرزوؤں کو شرمندہ تعبیر کر سکتا ہے،

وہ ہر اخلاق کو پامال کر سکتا ہے، اور ہر روایت کو ٹھکرا سکتا ہے اور وہ اس امر کا پابند نہیں ہے کہ وہ کسی کے حقوق کا خیال رکھے اور دوسروں کی رعایت سے اپنے تصرفات پر کنٹرول کرے۔ وہ اپنے مال سے دوسروں کو لوٹ سکتا ہے، ان کی محنتوں کا استحصال کر سکتا ہے اور ان کا خون نچوڑ کر اپنی تجوریاں بھر سکتا ہے اور ہر بے راہ روی اختیار کر سکتا ہے اور ہر لذتِ گناہ سے لطف اندوز ہو سکتا ہے اور زندگی کے بارے میں لوگوں کے تصور میں بگاڑ پیدا کر سکتا ہے...... اور وہ یہ سب کچھ اس لئے کر سکتا ہے کہ اسے شخصی اور انفرادی آزادی حاصل ہے اور اس کی اس آزادی پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں ہے۔

دوسری جانب مشرق میں اشتراکیت ہے جو اجتماعیت کے نظریے پر قائم ہے، اس نظام میں اجتماعیت کا بالفاظ دیگر ریاست کا دائرہ اثر اس قدر وسیع ہے کہ اس میں فرد کی ہر فکر و عمل پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں اور ان کو کوئی اجازت نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ غلیظ و ناپاک حسی لذتوں کے ذریعے اپنی گھٹی ہوئی قوتوں کی نکاسی کرتے رہیں...... لیکن جہاں تک معاشرتی سیاست یا حکومتی انتظام کا تعلق ہے تو وہ افراد کے لئے شجر ممنوعہ ہے اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو جس نظم میں باندھنا چاہے باندھ دے اور ریاست کا یہ فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے اعمال متعین کرے، ان کی رہائش کی جگہ کا تعین کرے اور حتیٰ کہ ان کے افکار، مشاعر اور ان کے طریقہ احساس کو بھی متعین کرے اور یہ ریاست کا حق ہے کہ وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے ذریعے لوگوں پر حکمرانی کرے، لوگوں کے گھروں میں ان کی جاسوسی کرے اور جو کوئی بھی حکومت وقت پر تنقید کی جسارت کرے اسے تطہیر کے شکنجے میں کس دے اور دم مارنے کی اجازت نہ دے۔ اس لئے کہ حکومت پر تنقید دراصل ایک ناروا بورژ دائی حرکت ہے جس کی مقدس اجتماعیت بے حقیقت اور بے وزن فرد کو ہرگز اجازت نہیں دے سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ''انفرادیت'' اور ''اجتماعیت'' کے یہ دونوں ہی فلسفے ایک بدیہی اور کھلی حقیقت سے ناآشنا ہیں اور ان کی ساری خرابی کی اصل بنیاد یہی ہے کہ یہ دونوں ہی فلسفے حقیقت سے گریزاں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ فلسفہ انفرادیت میں یہ تصور کر لیا گیا ہے کہ

انسان میں جبلی طور پر جذبہ انفرادیت موجود ہے اور چونکہ انفرادیت جبلت کے طور پر موجود ہے اس لئے سماج ایک خارجی امر ہے جو اس پر باہر سے مسلط کر دیا گیا ہے جس میں نہ صرف یہ کہ فرد کے ارادے کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ اجتماعیت فرد کے وجود کے لئے تباہ کن ہے اس لئے لازماً فرد کو اجتماعیت سے برسر پیکار ہونا چاہئے اور معاشرتی بندھنوں کو توڑ ڈالنا اس کا حق ہونا چاہئے! جب کہ فلسفہ اجتماعیت میں یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ اصل شئے اجتماعیت ہے اس لئے کہ انسان ناتواں اور کمزور بچے کی صورت میں وجود میں آتا ہے اور اسے زندہ رہنے اور نشوونما پانے کے لئے معاشرے کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے اور اگر معاشرہ موجود نہ ہو تو یہ بچہ پرورش نہیں پا سکتا، بعد ازاں انسان ہر ہر قدم پر دیگر بنی نوع انسان اور ان کے اجتماع کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اجتماعیت ہی اصل ہے اور یہی انسان کے لئے ناگزیر ہے اور اس اجتماعیت کے تحفظ کے لئے انفرادیت کو روند ڈالا اور فرد کے وجود کو مٹا ڈالنا بالکل درست اور صحیح ہے۔

اصل حقیقت

بات دراصل یہ ہے کہ یہ دونوں فلسفے اس حقیقت سے ناآشنا ہیں...... یا انہوں نے اس حقیقت کو ملحوظ نہیں رکھا ہے کہ انسان متعدد ایسی دوگانہ خصوصیات کا حامل ہے جو نظر ظاہر بین کو باہم متضاد نظر آتی ہیں مگر فی الواقع وہ متضاد نہیں ہیں بلکہ وہ ہر خصوصیت کے دونوں پہلو باہم ایک توافق اور ہم آہنگی کی کیفیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ محبت و نفرت، بیم و رجاء، سلبیت و ایجابیت، حسیت و معنویت اور موجودات پر یقین اور موجودات سے ماوراء پر یقین۔ انسان کی ایسی دوگانہ خصوصیات ہیں جن کے ہر دو پہلو باہم متصادم اور متضاد نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے توافق اور ارتباط ہی سے انسان کا وجود تشکیل پاتا ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ خصوصیات ہر دو پہلوؤں کے ساتھ موجود ہیں اور جب ان میں سے کوئی پہلو مقررہ نسبت سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو وہ دوسرے پہلو کو دبانا شروع کر دیتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے انسان کے نفس میں اضطراب اور کشمکش کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہی اضطراب معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے۔ لیکن اگر ہر خصوصیت کے ہر دو پہلو

متوازن اور معتدل رہیں تو نفس کے اندر اضطراب رونما ہو اور نہ اس اضطراب سے معاشرہ متاثر ہو، اور نہ فرد اور اجتماع میں نفرت پیدا ہو۔ ہر چند کہ یہ ایک دشوار مرحلہ ہے مگر ناممکن نہیں ہے اور انسان کی زندگی میں تو ہر مرحلہ ہی مرحلہ دشوار ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍؕ ﴿۴﴾ البلد 4:90

درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِۚ ﴿۶﴾ الانشقاق 6:84

اے انسان تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے اور اس سے ملنے والا ہے۔

انسان کی مشقت اور کاوش تو ہر شئے میں ہے، فکر و شعور سے لے کر حرکت و عمل تک ہر شئے میں کاوش ہے اور ہر شئے جہد مسلسل کی متقاضی ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ ایک کاوش مقصود تک پہنچانے والی ہے اور دوسری جدوجہد رائیگاں ہو جانے والی ہے۔ ایک با مقصد اور مبنی بر ہدایت ہے اور دوسری بے مقصد اور گمراہی پر مشتمل ہے۔ ایک سے دنیا بنتی اور آخرت سنورتی ہے اور دوسری سے دنیا کی زندگی تباہ اور آخرت ک زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

انفرادیت اور اجتماعیت میں ہم آہنگی

اسلام انفرادیت اور اجتماعیت کے ان فطری میلانات میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ دونوں میلانات نہ صرف یہ کہ انسان کی فطرت میں داخل ہیں بلکہ ان دونوں کی تربیت اور استقامت بھی ناگزیر ہے۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لئے وہ اس امر کو ملحوظ رکھتا ہے کہ انسان میں انفرادیت اور اجتماعیت کے ہر دو رجحانات موجود ہیں، اور وہ ان دونوں رجحانات کے مابین اس طرح پلٹے کھاتا رہتا ہے جس طرح ایک خوابیدہ شخص کروٹیں بدلتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام انسان کے ان دونوں میلانات کو غذا فراہم کرتا اور ان میں ارتباط اور توافق پیدا کرتا اور ان دونوں میں استقامت تخلیق کرتا ہے۔

اگر انسان اس طرح اجتماعیت کے دیوتا کی بھینٹ چڑھ جائے کہ اس کی ذات کا وجود

ختم اور اس کی شخصیت منعدم ہو جائے تو وہ ایک ایسے سماج کو وجود دے گا جو پست اور کمزور ہو اور جس پر ایک سخت گیر اور جابر آمر مسلط ہو، اور جب بھی وہ آمر ہٹے معاشرہ تزلزل اور ابتری سے دو چار ہو جائے۔

اور اگر انسان کی ذات اور شخصیت اس قدر نمایاں ہو جائے کہ وہ سرکش بن جائے تو وہ نہ تو خود سماج کا ایک فرد بن کر رہ سکتا ہے بلکہ ایسے افراد سماج کی ٹوٹ پھوٹ کا سبب بن جائیں گے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ''انسان'' متوازن ہو اور اس کی انفرادیت اور اس کی اجتماعیت میں اعتدال اور ہم آہنگی ہو، اور معاشرے کے تمام افراد کا شخصی وجود مستحکم ہو اور وہ جماعتی سطح پر ایک دوسرے سے اس طرح تعاون کرتے ہوں، جیسے وہ سب ایک ہی عمارت کے پتھر ہوں۔ اور یہی وہ سماج ہے جسے اسلام تشکیل کرتا ہے اور اس کے لئے مختلف ذرائع اور طریقے اختیار کرتا ہے۔

اسلام قلبِ انسانی کا خالقِ انسان...... اللہ سبحانہ سے تعلق قائم کر کے اس کی انفرادیت کو نماء دیتا، اس کی شخصیت کی تکمیل کرتا اور اس کے مثبت وجود کو توانائی بخشتا ہے، اور خدا بندے کا دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والا یہ تعلق انفرادی شخصیت کی نشو ونما کرتا ہے۔

مومن کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن میں وہ کائنات کی ہر شئے کو فراموش کر دیتا ہے اور وجود الٰہی کے سوا اور کچھ اس کے پیش نظر نہیں رہتا اور ان گہرے استغراق کے لمحات میں اس کا دل نورِ خالق سے منور ہو جاتا ہے اور اسے کائنات میں اپنا مثبت انفرادی کردار ادا کرنے کی توانائی میسر آجاتی ہے اور اسے ہر حادثے ہر واقعے اور ہر موقعے سے نمٹنے کی زبردست قوت مل جاتی ہے۔ اسے یہ ادراک حاصل ہو جاتا ہے کہ اس کے وجود کو اللہ نے کس قدر قوت اور توانائی عطا فرمائی ہے اور وہ کس قدر مختار اور بااراده مخلوق ہے۔ چنانچہ نہ وہ اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکتا ہے نہ کسی انسان سے مغلوب ہوتا ہے اور نہ کسی مادی قوت اور مادی قدر کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے پاس جو

نور الٰہی کی قوت ہے وہ ان مادی قوتوں سے کہیں زیادہ ہے اور ان پر فتحیاب ہو جانے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آمریتیں مذہب کو ناپسند کرتی ہیں کیونکہ ایک جانب تو یہ آمریتیں ''قوت ایمانی'' کی مزاحمت کرنے کے قابل نہیں ہوتی اور دوسری جانب ایمانی قوت ہر طاغوت کا سر کچل دیتی اور ہر آمریت کو ملیا میٹ کر دیتی ہے اس لئے کہ ایمانی قوت کے سامنے ہر دم یہ اصول رہتا ہے کہ

''جو منکر تمہیں نظر آئے اسے مٹا دو۔''

غرض انسان کا اللہ سے ربط و تعلق اسے ایک زبردست قوت عطا کرتا اور اسے بہت زیادہ توانائی بخشتا ہے اور اس کی انفرادی اور ذاتی قوت اس قدر ابھر آتی ہے کہ وہ سماج کے بحر ذخار میں دریا برد نہیں ہو سکتا۔

اللہ سے ربط و تعلق کے علاوہ اسلام میں انفرادی مسئولیت (Personal Responsibility) کا تعلق ابھی انفرادیت کو نشوونما دیتا ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ فاطر 18:35

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ المدثر 38:74

ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہن ہے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا البقرہ 48:2

اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾ القیامہ 14-15:75

بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔

ان آیات سے علم ہوا کہ اسلام کی نظر میں ہر فرد اپنے اعمال کا ذمے دار اور ان پر جواب دہ ہے، وہ نہ تو اپنے اعمال کی ذمے داری اور جواب دہی دوسرے فرد کی جانب منتقل کر سکتا ہے اور نہ دوسرے کسی فرد کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اس انفرادی مسئولیت کا ہمہ وقتی شعور انسان کے وجود میں اس کی انفرادیت کو ابھارت اور جلا بخشتا ہے۔

تعلق باللہ اور اسلامی اخوت

اسلام ان دو طریقوں سے انسان کی انفرادیت کو نشوونما عطا کرتا اور اسے جلا دیتا ہے مگر ربط الٰہی اور تعلق باللہ سے انسان میں جو شفافیت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے وہ انسان کے دل میں اپنے بھائی کیلئے گداز پیدا کر دیتی ہے اور انسان کے دل میں اپنے بھائیوں سے محبت کا جذبہ ابھار دیتی ہے۔ اور انسان محبت ایثار اور قربانی کی آخری حدوں کو چھونے لگتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ الحشر 9:59

جو لوگ مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی ایمان لا کر دار الہجرت میں مقیم تھے یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔

دراصل انسان کی انسان سے محبت ہی وہ حقیقی عامل ہے جو ربط باہم پیدا کرتا اور انسان اجتماع کو وجود بخشتا ہے اور اسی محبت انسان کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ ایک قلعہ کی طرح مضبوط بن جاتا ہے اور افراد اس کے اندر پتھروں کی طرح پیوست رہتے ہیں۔

یہی وہ رشتہ محبت و اخوت تھا جس کی اساس پر اولین اسلامی معاشرہ قائم ہوا تھا، جس کا ہر فرد اپنی مستقل شخصیت کے حامل ہونے کے باوجود اور ہر ایک اپنے جداگانہ کارناموں کے باوجود ایک ایسا معاشرہ تشکیل پایا تھا جو پوری طرح مربوط پیوست اور مضبوط تھا، اور جذبہ محبت و ایثار اور قربانی نے گویا شخصیت کے دائروں کو مٹا کر سب کو سمیٹ کر ایک اسلامی وجود ایک اسلامی تشخص عطا کر دیا تھا اور ایک اسلامی سماج میں ڈھال دیا تھا اور قرآن نے اس جماعت کی تعاون، مشاورت اور اتفاق کے اصولوں پر تربیت فرمائی۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ المائدہ 2:5

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ

ال عمران 103:3

اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ التوبہ 71:9

مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ الفتح 29:48

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ الشوری 38:42

وہ اپنے معاملات آپس کے شوری سے چلاتے ہیں۔

نیز قرآن کریم نے اس اسلامی معاشرے کو اجتماعی راہنمائی بھی عطاء کی اور ایسی اجتماعی ذمے داریاں بھی سپرد کیں جو درحقیقت انفرادی ذمے داریاں بھی ہیں اور اجتماعی بھی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ ال عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ المجادلہ 22:58

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے، وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کی پارٹی کے لوگ ہیں، خبردار رہو اللہ کی پارٹی کے لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ الانفال 25:8

اور بچو اس فتنہ سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہیں لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ التوبہ 123:9

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جنگ کرو ان منکرین حق سے جو تمہارے پاس ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ محمد 7:47

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کریگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا الحجرات 6:49

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ

الصف 61:11-10

اے لوگو جو ایمان لائے ہو میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے، ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔

نظریہ اسلامی طبعاً اس امر کا متقاضی ہے کہ ایک ایسی باہمی کفالت کی حامل جماعت موجود ہو جو جملہ اجتماعی ذمے داریوں کو پورا کرے، اور ایک ایسا معاشرہ موجود ہو جس میں ابھرتی ہوئی نسلوں کی تربیت ہو سکے، انہیں اسلامی فضیلتوں سے آراستہ کیا جا سکے، انہیں

اسلامی آداب کی تعلیم دی جا سکے اور ان کو نظریہ اسلامی کا حامل اور پیروکار بنایا جا سکے۔ کیونکہ یہ ایسے امور ہیں جنہیں افراد تنہا انجام نہیں دے سکتے بلکہ ان کی تکمیل کے لئے اجتماعی جدوجہد ضروری ہے اور اجتماعی کاوشوں ہی سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ (۱)

غرض اس طرح اسلامی جماعت کے عمل اور مقصد میں ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے اور جماعت کے افراد ربط الٰہی اور تعلق باللہ کی اساس پر ایک دوسرے سے تعاون کرتے، اور ایثار و قربانی سے پیش آتے ہیں اور ایک ایسا سماجی نظام وجود میں آ جاتا ہے جس میں انفرادیت اور اجتماعیت باہم ہم آہنگ ہو جاتے اور جملہ افراد کے لئے مابین اخوت کے رشتے استوار ہو جاتے ہیں۔

پابندی و بے قیدی

انسانی وجود میں دو ایسے متضاد وصف پائے جاتے ہیں کہ ان کے تضاد کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے کہ یہ دونوں بیک وقت ایک ہی نفس میں کس طرح موجود رہتے ہیں۔ حقیت یہ ہے کہ جذبات و میلانات کی دوئی (Ambivilence) انسانی وجود کی ایک عام خصوصیت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اس میں روح پھونکی گئی ہے (یعنی انسان ایک مادی اور روحانی وجود ہے) اس حقیقت کے منکشف ہو جانے کے بعد یہ تضاد قابل تعجب نہیں رہتا بلکہ یہ امر قابل تعجب ہو جاتا ہے کہ اسلام نے کس طرح ان متضاد جذبات کو یکجا کر کے انہیں ایک مربوط نظام میں پیوست کر دیا ہے۔

انسان میں ایک جذبہ پابندی موجود ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان بعض متعین اشیاء کا پابند ہو اور ان کو اپنے اوپر نافذ کرے اور اگر وہ خارجی پابندیوں سے آزاد ہو تو از خود اپنے اوپر کچھ قیود عائد کر لے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو مطلق بے قیدی (Anarchy) وجود میں آ جائے جو درحقیقت انسانی طبیعت کے برخلاف ہے۔

انسانی طبیعت میں موجود پابندی کے اس گہرے میلان کے باوجود انسان میں ایک میلان بے قید ہونے کا بھی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ کچھ امور اپنی مرضی اور اپنے ارادے

---

(۱) آئندہ ملاحظہ کیجئے "اسلامی معاشرہ۔"

سے انجام دے اور اس پر کوئی پابندی اور قید نہ ہو۔

یہ دونوں فطری میلانات بڑی گہری تاثیر کے حامل ہیں اور نفسِ انسانی اور حیاتِ انسانی کو بہت متاثر کرتے ہیں۔ اور دراصل پابندی کا میلان ہی وہ اساس ہے جس پر حکومت قائم ہوئی اور مختلف انسانی نظام تشکیل پاتے ہیں اور ہر قسم کے اجتماعی اقتصادی اور سیاسی ارادے وجود میں آتے ہیں۔ یعنی یہ سب اس لئے وجود میں آتا ہے کہ انسان طبعاً اس بات کا خواہشمند ہے کہ ایک متعین نظام کی پابندی کرے اور ایک شخص کو منتخب کرے یا ایسے ادارے کو تشکیل دے جو اس پر نگرانی کرے اور اسی میلان کے نتیجے میں معاشرے کی اجتماعی صورت ظہور پذیر ہوتی ہے، ریاست کا وجود ابھرتا ہے اور ادارے تشکیل پاتے اور نظام حکمرانی وجود میں آتے ہیں۔

پابند ہونے کا یہ شعور ہی انسانی تخلیق کاری اور انسان کے مستقل پیش قدمی کرتے رہنے کی بنیاد ہے، اس لئے کہ انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو جائے اور یہ محسوس کرے کہ درحقیقت یہ پابندیاں اور قیود نہیں ہیں بلکہ اس کا ذاتی ارادہ ہے۔ اور یہ دونوں امور نفس میں اور معاشرے میں ایک تحریک پیدا کر دیتے ہیں۔

ان خصوصیات کا انحراف

بہرحال نفس انسانی کی یہ دونوں مذکورہ بالا خصوصیات (Characteristics) فطری ہیں اور اگر ان کا عام اصولوں سے ربط ختم ہو جائے اور صحیح وغلط کا شعور مٹ جائے تو یہ بھی اسی طرح فطرت سے منحرف (Divert) ہو جاتی ہیں جس طرح نفس انسانی کی دیگر خصوصیات منحرف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ انسان کا پابندی قبول کر لینے کا میلان اور حدود و قیود کو برداشت کرنے کا جذبہ منحرف ہو کر کسی انسان کی، کسی نظام کی کسی عادت کی یا معاشرے کی کسی رسم اور روایت کی غلامی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور انسان اس صورت میں اپنے نفس کے میلانات اور اپنے جسم کی خواہشات کا تابع بن جاتا ہے اور پابندی سے آزاد ہونے کا ظاہری میلان خواہشوں کی غلامی اور لذتوں کی بندگی میں تبدیل ہو جاتا ہے...... اور بسا اوقات ان دونوں میلانات کا انحراف بیک وقت رونما ہو جاتا ہے کہ ایک جانب انسان

ریاست کے یا نظام کے یا کسی فرد کے غلام بنے ہوئے ہوتے ہیں اور دوسری جانب وہ اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر شہوتوں کے غلام بنے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے مکمل غلامی اور مکمل حیوانیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اسلام نفس انسانی کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتا اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ وہ جہاں انسان پر کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے تو ایک ایسی لازمی اور ضروری مقدار میں پابندیاں اور حدود و قیود متعین کرتا ہے جو انسانی معاشرے کے لئے انتہائی ناگزیر ہیں اور ایسے احکام، ممنوعات، تعلیمات اور تنظیمات کا پابند بناتا ہے کہ جن کے بغیر انسانی سماج پنپ نہیں سکتا...... مگر اسلام انسان پر حکومت و ریاست کی، حکمران کی، سماج کی اور سماجی روایات کی پابندیاں عائد نہیں کرتا...... بلکہ اسلام نے انسان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ اللہ کی پابندیاں ہیں اور کسی بھی انسان کی پابندیاں نہیں ہیں۔ اسلام کے اس طریقہ کار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان غیر اللہ کی بندگی سے عبودیت سے اور غلامی سے بالکلیہ آزاد ہو جاتا ہے۔

اسلام کا طریقہ کار

اسلام انسان کے عدم پابندی کے میلان کو اس طرح بروئے کار لاتا ہے کہ نفس انسانی میں پہلے یہ جذبہ شوق ابھارتا ہے کہ انسان جو کچھ بھی فرائض انجام دے رہا ہے اور جو ذمے داریاں بھی پوری کر رہا ہے وہ کسی ذاتی غرض کی تکمیل کے لئے نہیں کر رہا ہے بلکہ خالصتاً اللہ کے لئے کر رہا ہے، جو ایمان کا ایک حقیقی ثمرہ ہے۔

لازمی اور ناگزیر پابندیاں عائد کرنے کے بعد اسلام انسان کو آزادی عطا فرماتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اور اپنے ارادہ سے اپنی اور دیگر بنی نوع انسان کی فلاح و صلاح کے امور انجام دے تاکہ اس کے درجاتِ ایمانی اور تقربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ الانعام 123:6

ہر شخص کا درجہ اس کے عمل کے لحاظ سے ہے۔

اسلام نے انسان پر جو حدود عائد کی ہیں اور جو فرائض اس کے ذمے لگائے ہیں وہ بہت متنوع اور گوناگوں ہیں اور عبادات اور معاملات اور سیاست اور مالیات اور قوانین

دیوانی فوجداری اور بین الاقوامی قوانین پر مشتمل ہیں۔ ظاہر ہے کہ عبادات کے علاوہ تمام پہلو وہی ہیں جو ہر قانون میں موجود ہوتے ہیں اور ان کے نفاذ کے لئے ہیئت مقتدر کی ضرورت ہے۔ بہرحال اسلام نے ان شعبوں میں جو عبادات کا اضافہ کیا ہے یہی اصل بنیادی فرق ہے اسلام میں اور دیگر نظام ہائے حیات میں۔ کیونکہ اسلام کے علاوہ دیگر نظام ہائے حیات انسان کے قلب کی اصلاح اور باطن کی درستگی کا کوئی نسخہ اپنے بیاض میں نہیں رکھتے، اور ان کی ساری جدوجہد کا خلاصہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا ظاہر اجلا ہو جائے خواہ اس کا من کتنا ہی گندا رہے اور اس کے باطن کی دنیا خواہ کتنی ہی آلودہ رہے، اور اس قسم کے ہر نظام کا، جس میں انسان کے ظاہر کی اصلاح ہی کو مدنظر رکھا گیا ہو، انجام یہ ہوتا ہے کہ اس نظام کے اصول و مبادی رفتہ رفتہ کمزور پڑتے جاتے ہیں اور اس کے اندر سے ہر انسانی خوبی ختم ہوتی جاتی ہے، اور معاشرے کے افراد کے مابین ارضی غنیمتوں کی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو جاتا ہے، کشمکش حیات اور تنازع للبقا فروغ پا جاتے ہیں اور انسانی وجود کی دیواریں منہدم ہو جاتی اور اس کا وجود حیرانی و پریشانی اور اعصابی کھچاؤ میں مبتلا ہو جاتا ہے، جو آج کے دور میں ایک وبائی بیماری کی طرح پوری انسانیت پر چھائی ہوئی ہے۔

بعد ازاں اسلام ہر پابندی کی تکمیل کو عبادت قرار دیتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ النساء 59:4

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں سب سے پہلے اللہ کے حکم اور اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت کا ذکر ہوا اور اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم ہوا، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان

کی اطاعت درحقیقت اللہ اور رسولؐ کے احکام کے مطابق ہو، ورنہ بذاتِ خود اولامر قابلِ اتباع نہیں ہیں۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

المائدہ 38:5

اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا۔

یہاں چور کی سزا کو اللہ کی طرف سے نکال (عبرت انگیز) سزا قرار دیا اور بتایا کہ اس عبرت انگیز سزا میں کسی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ قانون الٰہی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ البقرہ 282:2

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لئے تم آپس میں لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہئے وہ لکھے اور املاء وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اپنے رب سے ڈرنا چاہئے۔

وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

البقرہ 282:2

معاملہ خواہ بڑا ہو چھوٹا میعاد کی تعیین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو۔ اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے زیادہ مبنی بر انصاف ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ البقرہ 282:2

اللہ کے غضب سے بچو، وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

غرض اسلام میں ہر قانون ہر راہنمائی اور ہر ہدایت کا تعلق اللہ سے ہے اور اسی تعلق کی بناء پر ہر پابندی ہر ذمے داری اور ہر فرض کی تکمیل اللہ کی عبادت ہے اور یہ تکمیل سزا کے خوف سے نہیں بلکہ محبت الٰہی کی بناء پر ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ طٰہٰ 112:20

اور کسی ظلم اور حق تلفی کا خطرہ نہ ہوگا اس شخص کو جو نیک عمل کرے اور اس کے ساتھ وہ مومن ہو۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ الانبیاء 94:21

پھر جو نیک عمل کرے گا اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو اس کے کام کی ناقدری نہ ہوگی۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ البقرہ 265:2

جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے دل کے پورے ثبات وقرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

النساء 114:4

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی، ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لئے کسی سے کچھ تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کیلئے ایسا کرے گا ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ڰ الممتحنہ 1:60

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور ان کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف اس قصور پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا کی خاطر نکلے ہو۔

ازخود اپنے طور پر کوئی عملی خیر انجام دینے کا ایک درجہ یہ آتا ہے کہ نفس کو کرنے کا اختیار دیا جائے اور اسے عمل کا شوق دلایا جائے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ

وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ البقرہ 184:2

اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے، اور جو اپنی خوشی سے کچھ زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لیکن اگر تم سمجھو تو تمہارے حق میں اچھا یہی ہے کہ روزہ رکھو۔

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ۝ البقرہ 271:2

اگر اپنے صدقات علانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے لیکن اگر چھپا کر حاجتمندوں کو دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے، تمہاری بہت سی برائیاں اس طرز عمل سے محو ہو جاتی ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو بہر حال اس کی خبر ہے۔

وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ ؕ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ النساء 25:4

اور جو شخص تم میں سے اتنی مقدرت نہ رکھتا ہو کہ خاندانی مسلمان عورتوں (محصنات) سے نکاح کرے اسے چاہئے کہ تمہاری ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کرے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور مومنہ ہوں، اللہ تمہارے ایمانوں کا حال خوب جانتا ہے۔ تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو، لہٰذا ان کے سرپرستوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرلو اور معروف طریقے سے ان کے مہر ادا کرو تاکہ وہ حصارِ نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں۔

وَالۡقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِىۡ لَا يَرۡجُوۡنَ نِكَاحًا فَلَيۡسَ عَلَيۡهِنَّ جُنَاحٌ اَنۡ يَّضَعۡنَ ثِيَابَهُنَّ غَيۡرَ مُتَبَـرِّجٰتٍۢ بِزِيۡنَةٍ ؕ وَاَنۡ يَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝

النور 60:24

اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں، وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھ دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

عمل خیر پر آمادہ کرنے کا ایک اور درجہ

اس کے بعد عمل خیر پر آمادہ کرنے کا ایک اور درجہ آتا ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم بہت ہی سحر انگیز، دلکش اور پرنور تصویر نگاہوں کے سامنے رکھتا ہے کہ انسان پورے شعور اور احساس کے ساتھ جس قدر ہو سکے اپنی مرضی اور بغیر کسی جبر اور قہر کے اس عملی صورت کو اختیار کرے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ المومنون 1-11:23

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل رہتے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں، البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں، وہی زیادتی کرنے والے ہیں، اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہ مؤمنین کے اعمال کی ایک صورت ہے اور اس صورت کے اختیار کرنے پر تمام مؤمنوں کو مجبور نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی ان اعمال کے اختیار کرنے کی براہِ راست دعوت دی گئی ہے بلکہ یہ ایک دلکش، خوبصورت اور حسین تصویر نگاہوں کے سامنے رکھ دی ہے کہ جو چاہے اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے اس تصویر عمل کو اپنا لے اور اس سانچے میں ڈھل جائے اور اسی طرح کی یہ مثال لیجیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾
نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ
اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ فصلت 41:33-30

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور اور رحیم ہے اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔

اور اسی طرح یہ مثال لیجیے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا
سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ
عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَالَّذِيْنَ لَا
يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا
يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ
فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ
سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ
يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا
كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا
لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً
وَّسَلٰمًا ﴿۷۵﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۶﴾ الفرقان 25:76-63

رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام، جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں، جو

دعائیں کرتے ہیں کہ اے رب جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے، اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی برا مستقر اور مقام ہے۔ جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اسے مکرر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذات کے ساتھ پڑا رہے گا۔ الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے وہ تو اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے اور (رحمن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔ جنہیں اگر ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر اندھے اور بہرے بن کر نہیں رہ جاتے جو دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا...... یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزل بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے، کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور وہ مقام۔

یہ ترتیب کا ایک بہترین مثالی نمونہ ہے کہ نفس انسانی سے کسی عمل کا مطالبہ اس طرح کیا جائے کہ اسے یہ احساس تک نہ ہو کہ اس سے کسی عمل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ صرف ایک خوبصورت و دلکش اور حسین نمونہ سامنے رکھ دیا جائے اور اس میں اس قدر کشش ہو کہ انسان خود بخود اس کی طرف کھینچتا چلا آئے اور اس نمونے کو اپنانے کی سعی کرے۔

سلبیت اور ایجابیت

نفس انسانی میں یہ دو متضاد خصوصیات سلبیت اور ایجابیت اس کی تخلیق کے وقت سے موجود ہوتی ہیں، یعنی جب جنین (Embryo) تشکیل پاتا ہے تو وہ در خلیوں یعنی بیضہ انثیٰ (Ovum) اور منی کے کیڑے سے وجود میں آتا ہے، اور اس وقت ان دونوں کا راستہ جدا جدا ہوتا ہے۔ بیضہ، بیضہ دانی سے رحم کی جانب جا رہا ہوتا ہے اور منی کا کیڑا رحم سے

اندرونی جھلیوں کی طرف چل رہا ہوتا ہے تا کہ وہ بیضہ کو بارآور بنا سکے۔ جنین انہی دوقوتوں کا خلاصہ ہے یعنی اس میں بیک وقت سلبیت اور ایجابیت موجود ہوتی ہیں۔

یہ عملِ تخلیق کی ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جو اس امر کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ اسی بناء پر نفس انسانی میں سلبیت اور ایجابیت کی یہ دو متضاد خصوصیات پیدا ہوتی ہیں۔ اگر انسانوں کو بغیر راہنمائی اور ہدایت کے یونہی چھوڑ دیا جائے تو ان کی فطرت دائیں اور بائیں منقلب ہوتی رہے گی اور اس میں استقامت پیدا نہیں ہوگی اور نتیجہ یہ ہوگا کہ سلبیت کسی فرد، یا عادت یا رسم ورواج کی غلامی میں بدل جائے گی اور اس غلامی سے نہ صرف یہ کہ وجود انسانی مسخ ہو کر رہ جائے گا بلکہ انسان پر اور اس کے رسوم ورواج اور عادات پر عائد شدہ نگرانی کے اٹھ جانے سے فساد اور بگاڑ کا دروازہ کھل جائے گا۔ کیونکہ بغیر شعوری نگرانی کے اصلاح نہیں ہوسکتی اور غلام افراد شعوری نگرانی کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں۔

انسان جب کسی نظام حکومت یا ریاست کا غلام بن جاتا ہے تو اس کی ذات منعدم اور اس کی شخصیت مفقود ہو جاتی ہے، اس میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنے مسائل زندگی کے بارے میں اپنی کوئی رائے اختیار کر سکے اور خود بھی راہنمائی کے فرائض سنبھال سکے اور قیادت کی ذمے داریاں ادا کر سکے۔ اس پر جو احکام و ہدایات جاری کئے جاتے ہیں وہ انہیں بلا پس وپیش قبول کرتا چلا جاتا ہے اور کبھی یہ تجزیہ نہیں کرتا کہ یہ احکام وہدایات اس کی زندگی اور معاشرے کی فلاح کے لئے مفید ہیں یا باعث نقصان اور سبب فساد ہیں۔

اور جب کوئی انسان کسی عادت کا یا خواہش کا غلام بن جاتا ہے تو وہ اپنی اسی عادت کا تابع فرمان ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی آزادی مجروح اور اس کی ایجابیت بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ اس کی اپنی عادت یا خواہش پر کنٹرول کی قوت بالکلیہ ختم ہو کر رہ جاتی ہے اور زیادہ وقت تک اس عادت یا خواہش سے گریز اس کے لئے ممکن نہیں رہتا بلکہ بسا اوقات اس کے ترک کر دینے سے اس کی جان پر بھی بن آتی ہے، جیسے شراب نوشی، نشہ آور اشیاء، سگریٹ اور چائے وغیرہ کی عادتیں انسان کے ارادہ اور اختیار کی قوت کو مجروح کر کے رکھ دیتی ہیں۔

اور کبھی انسان کسی سماجی روایت کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے، اور اس روایت کی تکمیل میں لگا رہتا ہے خواہ دل میں وہ اس روایت کو ناپسند ہی کرتا ہو اور اس طرح اس کا کردار منافقانہ ہو جاتا ہے اور افراد کے اس طرزِ عمل سے پورے معاشرے میں نفاق کا شجر خبیث پھوٹ نکلتا ہے۔

ایجابیت کا انحراف

ایجابیت میں جب انحراف پیدا ہوتا ہے تو وہ ضد، عناد، اصرار اور تشدد کا راستہ اختیار کر لیتی ہے اور انسان برائیوں کے ارتکاب میں شدت اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ انسان اپنے وجود کا اثبات اور اپنی ذات کا ظہور چاہتا ہے، جس کے لئے وہ تخریب کا راستہ بھی اختیار کرتا ہے کہ تخریب کا عمل تعمیر سے بہت آسان ہے، اسی طرح وہ سرکشی اختیار کر لیتا ہے کہ سرکشی پست نفوس کے لئے زیادہ قابل قبول ہوتی ہے اور وہ برائیوں کے مختلف رنگ اختیار کرتا ہے تا کہ اس کی جانب انگلیاں اٹھائی جائیں، اور وہ ہر اخلاقی قید سے آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ وجودیت (Existentialism)، اسی کی قائل ہے کہ فرد اپنی ذات کے اثبات کے لئے جس بات کو درست سمجھے وہی درست ہے اور معاشرے کو اس کے راستے میں رکاوٹ بننے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایجابیت کا انکار خدا کے انکار اور خدا کی نافرمانی پر بھی منتج ہوتا ہے اور انسان اس لئے خدا کی نافرمانی پر اتر آتا ہے کہ اسے آزاد فکر اور جری کہا جا سکے۔

غرض فطرتِ سلیمہ سے انحراف کے متعدد رنگ اور متنوع صورتیں ہیں، کیونکہ فطرتِ سلیمہ اپنی ذات کے اثبات اور اپنے وجود کو بروئے کار لانے کے لئے عمل خیر اختیار کرتی ہے اور اعمال خیر کے اس قدر بلند درجات ہیں جن تک ظاہر ہے وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو ایجابیت کے حامل ہو، جو اپنے نفس کے مالک ہوں اور انہیں حق کی جانب متوجہ رکھتے ہوں اور خیر کی جانب رہنمائی کرتے ہوں اور فلاح کا راستہ دکھاتے ہوں۔

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ الفرقان 74:25

اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۔

اللہ سبحانہ کے بالمقابل سلبیت کاملہ

اسلام سلبیت اور ایجابیت کی دونوں قوتوں کو بروئے کار لاتا ہے، ان کو ان کے صحیح مقام پر رکھ کر انسانی وجود کو صحت و استقامت بخشتا ہے...... گھڑی اسی صورت میں وقت بتاتی ہے جب اس کے تمام پرزے اپنی اپنی صحیح جگہ پر لگائے گئے ہوں!

اسلام کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ کے بالمقابل انسان میں سلبیت کاملہ ہونی چاہیے اور کائنات کی تمام مادی قوتوں کے بالمقابل انسان میں ایجابیت کاملہ ہونی چاہیے...... یہی وہ منہاج ہے جس کے ذریعے نفس صالح اور مستقیم رہ سکتا ہے۔

اللہ سبحانہ کے بالمقابل سلبیت کاملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی خالق ہے وہی مدبر ہے وہی مالک ہے وہی ہر کام کا کرنے والا ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے، وہی اپنے بندوں پر قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے...... جب کہ انسان کو اس ذات برحق کے بالمقابل کوئی اختیار حاصل نہیں اور انسان اپنے آپ کو یا کسی اور کو نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ بس اصل حقیقت یہی ہے کہ اللہ ہی مالک و مختار ہے...... اس لئے اس ذات کی جناب میں انسان کا رویہ تسلیم و رضا ہی کا ہونا چاہیے اور اس کے ارادے، اختیار اور حکم پر کوئی اعتراض کوئی سوال اور کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہ تسلیم و رضا ہی بہتر ہے یہی انسانیت کے لئے موزوں اور مناسب ہے اور یہی انسان کے لئے فضیلت ہے...... یہ ایک مساوی قوت وحیثیت کی ذات کو تسلیم کرنا نہیں ہے کہ اس سے انسان کے نفس میں چبھن محسوس ہو اور یہ کسی جابر دشمن قوت کی بالادستی کو تسلیم کرنا بھی نہیں ہے بلکہ یہ اس پروردگار کی تسلیم و رضا ہے جس کی رحمتیں تمام موجودات کو محیط اور اس کی کرم فرمائی ہر شے پر حاوی ہے، جس نے خود اپنی رحمت کے ذکر سے اپنے کلام کی ہر سورہ کا آغاز فرمایا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

یہ اس خالق و مالک کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے جو عطا کرنے والا، بخشنے والا، منعم و

وہاب ہے جس نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا کیں، جس نے انسان کو حسین پیکر میں جلوہ گر کیا، جس نے کائنات کی ہر شے کو انسان کا تابع فرمان بنا دیا اور اسے زندگی کی ہر آسائش اور فروغ حیات کی ہر سہولت ارزانی فرمائی...... اس لئے انسان جب اس ذات باری کی جناب میں تسلیم و رضا سے سر جھکاتا ہے تو اس میں جذبہ محبت و عشق کارفرما ہوتا ہے...... اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ بلا شبہ اللہ سبحانہٗ اپنے تمام بندوں پر غالب و قاہر ہے اور اسے غلبہ اور قوت کے تمام وسائل حاصل ہیں اور وہی پوری کائنات کا بادشاہ ہے...... لیکن وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور ان سے رضامند ہے اور انہیں بھی اپنی محبت اور اپنی رضامندی کی دعوت دیتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ال عمران 31:3

اے نبیؐ لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١٩﴾ المائدہ 119:5

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے یہی بڑی کامیابی ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿١٠﴾ الشوریٰ 10:42

وہی اللہ میرا رب ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

کائنات کے بالمقابل ایجابیت کاملہ

یہی وہ کامل تسلیم اور مکمل رضا ہے جس سے انسان اشیائے کائنات، اشخاص اور واقعات کے بالمقابل اپنی کامل ایجابیت سے مستفید ہوتا ہے...... یہ ایک عجیب احساس ہے جو نفس مؤمنہ میں پیدا ہوتا ہے کہ اور جو مؤمن کو تعمیر کرنے والا، بنانے سنوارنے والا، بلند اور رفیع اور معزز مجاہد بنا دیتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ المنافقون 8:63

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے۔

اسی ایمانی قوت سے مومنین کو لوگوں کے بالمقابل عزت حاصل ہوتی ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ

قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

ال عمران 3:140-139

دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے یہ تو زمانے کے نشیب وفراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردشت دیتے رہتے ہیں۔

اور اسی ایمانی قوت کے طفیل مومنین کو واقعات کے بالمقابل عزت حاصل ہوتی ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ الجاثیہ 13:45

اس نے آسمانوں اور زمین کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔

غرض ایمانی قوت مومن کو ہر شیئے کے بالمقابل اور ہر جانب سے عزت عطا کرتی ہے اور یہ ایمان کا معجزہ ہے کہ اللہ کی جناب میں مکمل تسلیم ورضا سے یہ عجیب قوت حاصل ہوتی ہے جو ہر شے پر غالب اور ہر شے سے بلند تر ہوتی ہے۔ اور انسان ہر مادی طاقت ہر سماجی قوت ہر عادت کی غلامی، روایات کی بندش، اقتصادی جبریت اور ریاست کی قہریت سے آزاد ہو جاتا ہے، کیونکہ مومن کی نظر میں کوئی بھی قوت جبریت کی حامل نہیں ہے سوائے اللہ کی سنت کے اور سنت اللہ میں کوئی ردو بدل ممکن نہیں ہے اور مومن کا کائنات کی قوت قادرہ ہونا سنت اللہ ہی ہے جو ناموس اکبر سے ہم آہنگ اور اس کی رمز آشنا ہے، اور اس لئے کہ کائنات کی تمام قوتیں انسان کے تابع بنا دی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ دور اول کے مسلمانوں نے جن کے دل ایمان کی قوت سے لبریز تھے ایک ایسا سیاسی، اقتصادی، اجتماعی فکری اور روحانی نظام برپا کیا جس کی کوئی نظیر دنیا میں موجود نہیں ہے اور جسے انسانی ضرورتوں اور حالات کی جبریت نے تخلیق نہیں کیا، بلکہ مؤمنین کی جماعت نے ایمانی قوت سے کام لیتے ہوئے اپنے ارادے سے اسے وجود بخشا۔ یہی ایمانی قوت تھی جس کی بناء پر اس وقت کی تمام مادی قوتیں، تمام اجتماعی توانائیاں اور تمام انسانی صلاحیتیں ان کے تابع بن گئی تھیں اور وہ مختصر سی جماعت قریش کے مکروفریب ان کی قوت وطاقت اور ان کی روایات کے بالمقابل کامیاب ہوگئی تھی بلکہ اس ایمانی قوت سے انہوں نے پوری انسانیت کے مکروفریب اور ان

کی قوت وطاقت کا مقابلہ کیا تھا، اور یہی قوتِ ایمانی تھی جس کے بل بوتے پر حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ کا مقابلہ فرمایا تھا اور فتح ونصرت حاصل کی تھی۔

ان مثالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ اللہ جل شانہٗ کے بالمقابل بالکلیہ سلبیت اختیار کر لینے سے انسان کو زبردست ایجابی قوت حاصل ہو جاتی ہے۔

تربیت کے ذرائع

گزشتہ صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام کس جزرسی اور باریکی سے انسان کے نفس کی تمام گہرائیوں کو سمیٹتا اور اس کی تمام خصوصیات کو صحیح رخ دیتا اور ہر پہلو سے ان کو نشوونما دے کر انہیں بروئے کار لاتا ہے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ اسلام محض اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ انسان کے سامنے شخصیت کا نمونہ پیش کر کے بھی انسانی نفس کی تربیت کرتا ہے اور وعظ ونصیحت کے ذریعے بھی تربیت کرتا ہے اور جزا وسزا کے ذریعے بھی تربیت کرتا ہے اور قصص و واقعات اور عادات کو بھی تربیت کے ذرائع بناتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک طریقہ نفس پر اپنا گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

شخصیت کا نمونہ بطور تربیت

تربیت انسانی کے لئے شخصیت کا نمونہ سامنے لانا اور اس کی اقتداء کرنا تربیت کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے...... حقیقت یہ ہے کہ تربیت کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف کر دینا بڑا آسان ہے اور ایک مکمل جامع اور دلکش نظامِ تربیت وضع کر دینا بھی ایک آسان کام ہے...... لیکن اس نظام کا عملی صورت میں برپا ہونا بہت مشکل ہے حالانکہ کوئی نظام حقیقی روپ اسی وقت اختیار کرتا ہے جب وہ انسان کی ایک جماعت میں عملاً جلوہ گر ہو، جیسے لوگ اپنی عملی زندگی میں برتتے ہوں اور جس کے تقاضوں کو عملاً پورا کرتے ہوں!

اللہ سبحانہٗ کو علم تھا کہ اس بلند ترین منہاج کے بروئے کار آنے کے لئے ایک ایسے انسان کی ضرورت ہے جو اس منہاج کو عملاً برپا کر کے اسے حقیقی روپ عطا کر سکے اور اس کی زندگی نمونہ بن سکے اور اس کی شخصیت مقتدا بن سکے۔ اسی مقصد کے لئے اللہ سبحانہٗ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انسانیت کاملہ کا نمونہ اور اسوۂ حسنہ کا پیکر بنا کر مبعوث فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الاحزاب 21:33

درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ تھا۔

حضرت عائشہؓ سے جب آپؐ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا، کہ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا،...... بڑا مختصر بڑا بامعنی اور بڑا سچا جواب ہے، یعنی آپؐ کی حیاتِ طیبہ قرآن کریم کا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی، اور جس طرح قرآن کریم ایک عظیم کائناتی قوت ہے، اسی طرح ذات بابرکت بھی اللہ سبحانہ کی تخلیق کا اس قدر عظیم شاہکار تھی، جس میں کائنات کی قوتیں مجتمع اور ناموس کائنات مکمل ہو گیا تھا اور آپؐ کا وجودِ اقدس سراپا نور اور نور مجسم بن گیا تھا۔

آج سائنس کی اس حقیقت تک رسائی ہو چکی ہے کہ مادہ (Matter) دراصل طاقت (Energy) ہے اور طاقت اشعاع (Radiation) میں بدل جاتی ہے...... انسان بھی ایک طاقت ہے جو نور میں بدل جاتی اور سراپا نور بن جاتی ہے۔

محمد بن عبداللہ بھی سراپا نور اور نور مجسم تھے اور آپؐ کے نور سے ساری دنیا اور ساری کائنات منور ہے اور ہمیشہ منور رہے گی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ الاحزاب 33:46-45

اے نبیؐ ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

یہی نور تھا جس سے لوگوں نے ہدایت پائی اور صحابہ کرام کے سینے اس نور سے منور ہو گئے اور انہوں نے آپؐ سے ایسی محبت کی کہ روئے زمین پر کبھی کسی انسان نے کسی

دوسرے انسان سے ایسی محبت نہ کی ہوگی، بلکہ آپؐ سے ان لوگوں نے بھی محبت کی جو آپؐ کے لائے ہوئے دین کے مخالف اور اس نئی ہدایت کے دشمن تھے۔

پھر جب معرکہ حق و باطل برپا ہوا، جس کا برپا ہونا بالکل طبعی تھا، تو آپؐ اس معرکہ میں کامیاب و کامران ہوئے اور آپ کا کامیاب و کامران ہونا بھی طبعی تھا، اس فتح و نصرتِ حق کے بعد تمام تاریکیاں چھٹ گئیں اور نور محمدیؐ پورے جزیرہ نمائے عرب پر سراج منیر بن کر روشن ہوگیا اور ساری دنیا کے لئے اور ہمیشہ کے لئے نور ہدایت بن گیا جس سے تا قیامت انسان مستفید ہوتے رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پرانوار تھی اور آپؐ کی شخصیت بڑی ہی عظیم اور ہمہ گیر تھی آپؐ بیک وقت مختلف اور متنوع حیثیتوں کے حامل تھے، اور ہر حیثیت اور ہر جہت میں آپؐ کا کمال اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ آپؐ کی شخصیت کا روحانی پہلو اس قدر وسیع اور ہمہ گیر اور مکمل تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ساری روحانیت آپؐ کی ذات والا صفات میں جلوہ گر تھی۔

آپؐ میں جسمانی قوت اس قدر کمال پر تھی جیسے کسی جری ترین آدمی کے اندر ہو سکتی ہے آپؐ جب چلتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ زمین آپؐ کے قدموں کے ساتھ لپٹ رہی ہے، ہر معاملے کو اس طرح نمٹاتے جیسے آپؐ اس میں بہت دلچسپی رکھتے ہوں، اور جنگ میں اس طرح تیز رفتاری دکھاتے جیسے آپؐ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوں، حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں بہادر ترین افراد ہی جنگ کے موقع پر آپؐ کے پاس ٹھہر سکتے تھے۔ آپؐ شادیاں فرماتے اور لطائف حیات سے پوری طرح مستفید ہوتے۔ پورے ہاتھ سے اور جذبے اور شوق سے لوگوں کو سلام فرماتے، جب آپؐ مسرور ہوتے تو پوری طرح مسرور ہوتے اور خوشی آپؐ کے چہرہ انور سے پھوٹ نکلتی اور صحابہ کرام آپؐ کی خوشی کو محسوس فرما لیتے اور جب آپؐ ناراض ہوتے تو ناراضگی چہرے سے پوری طرح مترشح ہوتی اور پیشانی انور پر ایک رگ ابھر آتی ...... اور یہ سب امور اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپؐ میں کس قدر جسمانی قوت تھی اور کس طرح ہر پہلو میں اس قوت کا اظہار ہوتا تھا۔

آپؐ ایک سیاسی شخصیت بھی تھے اور اس پہلو سے آپؐ افرادِ امت کو اکٹھا کر کے ان سے تاریخ کا عظیم ترین کام لے رہے تھے اور ایک عظیم امت برپا کر رہے تھے اور اس امت کی تعمیر و ترقی میں آپؐ اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر رہے تھے۔

آپؐ ایک مردِ مجاہد اور ایک فوجی جرنیل بھی تھے، آپؐ جنگ کے منصوبے بناتے، لشکر روانہ فرماتے جنگوں میں خود شرکت کرتے اور فاتح بن کر آتے اور جنگوں میں اس طرح منہمک رہتے جیسے آپؐ کو جنگوں کے سوا کوئی اور کام ہی نہ ہو۔

آپؐ باپ بھی تھے شوہر بھی تھے اور کثیر الاخراجات خاندان کے سربراہ بھی تھے اور اپنے خاندان کی مالی ضرورتوں کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ان کی شعوری فکری اور نفسیاتی ضرورتوں کی بھی تکمیل فرماتے تھے اور آپؐ نے یہ ذمے داریاں بھی اس طرح پوری کیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس قدر کمال و تمام کے ساتھ ان ذمے داریوں کو پورا نہیں کر سکتا۔

آپؐ دوست اور ساتھی بھی تھے اور رشتہ دار بھی تھے اور ان حیثیتوں میں لوگوں کی پریشانی سے غمگین بھی ہوتے، آپؐ کے دل میں لوگوں کے بارے میں فکر و تامل بھی رہتا، آپؐ ان کی عیادت بھی فرماتے، ملاقات کے لئے بھی تشریف لے جاتے، ان کی مدد بھی کرتے اور ان سے محبت و شفقت سے پیش آتے اور اس سرگرمی سے یہ تمام امور انجام دیتے کہ اگر کوئی اور شخص اس طرح ان امور کو انجام دے تو اسے اپنی پوری زندگی لوگوں کے معاملات کے لئے وقف کرنی پڑے۔

آپؐ عابد بھی تھے اور جب عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوتے تو آپؐ کی عبادت میں شغف اور انہماک کا یہ عالم ہوتا کہ آپؐ کو دنیا کی کوئی خبر نہ رہتی، نہ دل میں کوئی خیال آتا اور نہ کسی جانب توجہ مبذول ہوتی۔

اور ان سب حیثیتوں اور جہتوں کے ساتھ آپؐ نے تاریخِ عالم کی سب سے عظیم اور ہمہ گیر تحریک کی رہنمائی بھی فرمائی۔ آپؐ یہ تمام حیثیتیں آپؐ کی ذات میں ایک ہم آہنگی توازن اور خوبی کے ساتھ جمع تھیں اور یہ دراصل ایک کائناتی نور تھا جو آپؐ کی ذات میں جلوہ گر تھا اور آپ محبوبِ عالمین بن گئے اور متبوع قرار پائے۔

خداوند کریم کا یہ معجزہ ہے کہ جس طرح اس نے اپنی آخری کتاب۔ قرآن کریم۔ کو ایک مکمل جامع اور عظیم صورت میں نازل فرمایا اور اس کو معجزہ بنایا، اسی طرح اس نے اپنے آخری نبی...... حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... کو ایک مکمل جامع اور عظیم صورت میں مبعوث فرمایا اور آپؐ کی ذات کو قرآن کریم کی طرح ایک کائناتی نشانی بنا دیا، اسی لئے حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا کہ آپؐ کا اخلاق قرآن تھا۔

انسانیت کی تاریخ میں سب سے بڑی مثالی شخصیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں لوگوں کے لئے ایک مثالی نمونہ بن کر تشریف لائے تھے اور آپؐ کو دیکھنے والے آپؐ کے اندر یہ تمام خصوصیات اور اوصاف عملاً دیکھتے تھے اور ان کی تصدیق کرتے تھے، یعنی جو باتیں جو ہدایات اور جو احکام وہ قرآن میں تلاوت کرتے اس کو عملاً ذات نبوتؐ میں جلوہ گر دیکھتے، جس پر ان کے نفوس میں تحریک ہوتی اور ان کے جذبات متاثر ہوتے اور وہ کوشش کرتے کہ آفتاب نبوتؐ کی چند کرنیں اپنے دامن میں سمیٹ لیں، اس کے چشمہ صافی سے حسب مقدور اپنی پیاس بجھالیں، اور اس کے نور نبوتؐ سے اپنی روح کو فیضاب اور منور کرلیں۔

انسانیت کی تمام طویل تاریخ میں آپؐ کی ذات اقدسؐ سب سے بڑا عملی نمونہ اور مثالی پیکر تھی، آپؐ نے قول سے پہلے اپنے عمل سے انسانوں کو ہدایت و تربیت دی اور آپؐ کی تربیت سے دنیا میں ایک مثالی امت برپا ہوئی جس کے بارے میں اللہ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ آل عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اور اللہ سبحانہ نے اس امت پر احسان کرتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ ال عمران 164:3

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

آپؐ کی سیرت طیبہ، آپؐ کی حیات اطہر، آپؐ کی سنت مطہرہ، آپؐ کی زندگی کا مثالی نمونہ اور عملی مظہر ایک خاص دور ایک مخصوص قوم اور ایک متعین علاقے کے لئے نہیں تھا بلکہ ذات گرامیؐ ہمیشہ کے لئے ہر نسل اور ہر قوم کے لئے عملی نمونہ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ الانبیاء 107:21

اے نبیؐ، ہم نے تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا سباء 28:34

اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

آپؐ کی سیرت طیبہ اور آپؐ کی سنت مطہرہ آج بھی زندہ ہے اور اس وقت تک زندہ رہے گی جب تک نظام کائنات قائم رہے گا، اور جب بھی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے گا ہمیشہ وہ نفس پر اثر انداز ہوگی روح کو جلا بخشے گی اور قلب کو نور سے منور کرے گی! دورِ نبوتؐ میں جن صحابہ کرام نے ذات اطہر سے براہ راست تعلیم و ہدایت حاصل کی، ان کے قلوب نور سے منور ہو گئے تھے اور انہیں اس نور سے اس قدر عظیم قوت و طاقت حاصل ہو گئی تھی کہ باوجود ایک قلیل تعداد ہونے کے انہوں نے تاریخ انسانیت کے سب سے حیرت انگیز اور سب سے عظیم کارنامے انجام دیئے اور آج بھی جو شخص اشتیاق و محبت کے جذبات سے سیرت طیبہ کا مطالعہ کرے اس کو ذات نبوت سے نور اور قوت حاصل ہو سکتی ہے!

اور یہ فی الواقع کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے اس لئے کہ قومیں اپنے ان مقامی ہیروز کے سہارے اپنی زندگی کا سفر طے کر لیتی ہیں جن کے کارنامے محدود اور مقامی ہوتے ہیں، اور جب کوئی انسانیت کی سطح پر ہیرو (Hero) ابھرتا ہے تو اس کی زندگی نسبتاً زیادہ جامع اور

زیادہ مؤثر اور تادیر باقی رہنے والی ہوتی ہے......اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ جس ذات کو اللہ سبحانہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور پوری کائنات کی نشانی بنا کر مبعوث فرمایا اس کی زندگی کس قدر ہمہ گیر، اس کی تاثیر کس قدر باقی رہنے والی ہوسکتی ہے۔

آپؐ کو اللہ سبحانہٗ نے پوری انسانیت کے لئے اور تمام ادوار اور اقوام کے لئے مبعوث فرمایا اور آپؐ کو تمام انسانیت کے لئے نمونہ بنایا، کہ رہتی دنیا تک انسان آپؐ کے نور سے روشنی حاصل کریں، آپؐ کی ہدایت سے تربیت حاصل کریں، اور آپؐ کی شخصیت کو قرآن کریم کی عملی تعبیر (Practical Interpretation) تصور کریں اور اس دین اسلام پر ایمان لاکر اس کو اپنی واقعی زندگی میں برپا کریں۔

یہ تدبیر الٰہی اس تدبیر کے مماثل ہے جو اللہ سبحانہٗ نے نزول قرآن میں اختیار فرمائی ہے۔

مثالی افراد

اسلام نبوتؐ کے اس پیکر عمل اور مثالی نمونہ کو انسانیت کے سامنے اس لئے رکھتا ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں اس اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں، اس نور آفتاب سے روشنی حاصل کریں، اور اس کے بتائے ہوئے فرامین احکام اور ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کی تشکیل کریں۔

اسلام کی نظر میں نمونہ عمل تربیت کا بہترین ذریعہ ہے اور اسلام میں اس اصول کو کہ تربیت دے کر جس قسم کے افراد تیار کرنے ہیں، ان کے سامنے اس کا مثالی نمونہ اور عملی پیکر رکھا جائے۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ والدین بچوں کے لئے اسلامی اصولوں اور ہدایات کا عملی نمونہ بنیں تا کہ بچوں کی طبیعتوں میں یہ اصول رچ بس جائے اور یہ ہدایات ان کے نفوس میں گھر کر جائیں اور اس روشنی اور نور میں رہتے ہوئے وہ تربیت پائیں۔ اور ضروری ہے کہ معاشرے میں بھی ایسے افراد موجود ہوں کہ ان کا پیکر اسلام کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو اور وہ اسلام کی پاکیزہ ہدایات کا عملی نمونہ ہوں تا کہ وہ اگلی نسلوں کی تربیت کرسکیں اور ان کو اس منہاج پر استوار کرسکیں اور ضروری ہے کہ معاشرے کا راہنما، حکومت

کا سربراہ، قوم کا لیڈر، اور ملک کا حکمران بھی اسلام کے مطابق زندگی بسر کرتا ہو اور اس کا وجود مکمل طور پر پوری قوم اور نسل کے لئے عملی نمونہ ہو۔ اور ان سب کے لئے عملی نمونہ ذات اقدس ہے۔

اسلام میں تربیت ایک ایسی انفرادی سعی کا نام نہیں ہے جو کبھی کامیابی سے ہمکنار ہو جائے اور کبھی ناکام رہ جائے۔ بلکہ اسلام کا نظام تربیت ایک مکمل، جامع اور ہمہ گیر نظام ہے جو ایک سربراہ مملکت سے لے کر ایک شیر خوار بچے تک محیط ہے اور اس نظامِ تربیت کے بروئے کار آنے کے لئے اسلامی نظام، اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست کا وجود ضروری اور ناگزیر ہے کیونکہ ہر نظام جو بھی منہاج متعین کرتا ہے وہ ان اساس پر متعین کرتا ہے جن پر وہ خود قائم ہو یہی صورت بلکہ زیادہ جزرسی کے ساتھ اسلام کی بھی ہے کہ اسلام بھی اپنے منہاج کو بروئے کار لانے کے لئے اپنے ہی ذرائع کو کام میں لاتا ہے۔ اور جب اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے تو وہ معاشرے میں موجود مثالی نمونوں سے بچوں کی اور ابھرنے والی نسلوں کی تربیت کرتا ہے۔ کیونکہ جس بچے کا باپ خود جھوٹ بولتا ہو اس کا بچہ سچ بولنا نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین کو دھوکہ دیتے اور خیانت کاری کرتے دیکھتا ہو وہ امانت پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا اور جو باپ بچوں پر سخت گیری کرتا ہو اس کے بچے رحم کرنا اور تعاون کرنا نہیں سیکھ سکتے۔

خاندان ہی وہ پہلی تربیت گاہ ہے جہاں بچے جذبات و میلانات کی اور عمل و سلوک کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ ایک مسلمان کا گھریلو ماحول بڑا پاکیزہ، صاف ستھرا اور مہذب ہو تاکہ ابھرتی ہوئی نسل اسلامی اصولوں کے مطابق تربیت اسلام کے اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہو اور سنت نبویؐ کی تبع ہو۔ بعد ازاں یہی سیرت اور یہی سنت گھر سے باہر معاشرے میں ہر طرف جاری و ساری ہو جب بچہ اسکول جائے تو اس کو وہاں یہی تعلیم ملے، بچہ جب کتاب پڑھے تو اس کو یہی سکھایا جائے جب اخبار پڑھے تو اس میں یہی درس ملے، اور جب ریڈیو کھولے تو یہی آواز کان میں پڑے تاکہ اسے اسلام کے عملی نمونے ہر طرف چلتے پھرتے نظر آئیں اور اسلام کو وہ عملی صورت میں جلوہ گر دیکھ سکے۔

تربیت بذریعہ نصیحت

انسانی نفس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کلام کا اثر قبول کرتا ہے مگر چونکہ اس کا اثر وقتی ہوتا ہے اس لئے اس میں تکرار لازمی ہے۔

پر تاثیر نصیحت وجدان کے راستے نفس انسانی پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے لیکن اگر تربیت کا مثالی نمونہ موجود نہ ہو اور مطلوبہ ماحول موجود نہ ہو تو نصیحت بے اثر ہو جاتی ہے، اس لئے کہ محسوس مثالی نمونہ احساسات پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس نمونے کی موجودگی میں نصیحت پر اثر ثابت ہوتی ہے اور تربیت نفس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

بہرحال تربیت کے لئے نصیحت ایک لازمی اور ضروری عمل ہے، اس لئے کہ نفس میں ایسے فطری میلانات موجود ہوتے ہیں جن کو مسلسل تہذیب اور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لئے نصیحت ناگزیر ہے مزید برآں یہ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے لئے تنہا مثالی نمونہ کافی نہیں ہوتا، مثلاً والدین چوری نہ کرتے ہوں لیکن بچہ کسی بچپن کے میلان کے تحت چوری کر لیتا ہے، یا والدین جھوٹ نہیں بولتے مگر بچہ اپنی ذات کی یا اپنے ماحول کی یا اپنے والدین کی کسی کمی کو دور کرنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، یا والدین سخت گیر نہیں ہوتے لیکن پھر بھی بچہ پرندے کو پکڑ کر مار ڈالتا، یا بلی کی دم کو پکڑ کر کھینچتا ہے اور اس مرحلے پر بچے کو نرم اور پر اثر نصیحت ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ اپنا رویہ درست کر کے مکارم اخلاق اپنا لے۔

بچے کی طرح بڑوں کی بھی مسلسل اور پیہم نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے لئے بسا اوقات محض مثالی نمونہ کافی نہیں ہوتا، اور ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ حکمران عادل ہوتے ہیں لیکن ماتحت ظلم وستم پر کمربستہ رہتے ہیں اور قائدین بلند کردار کے مالک ہوتے ہیں لیکن عوام اپنی خواہشات کی اتباع میں لگے رہتے اور پست کردار کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور ان حالات میں نصیحت ناگزیر ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا نصیحتیں اور وعظ موجود ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ

تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ ؕ النساء58:6

مسلمانو، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اور اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔـا ‌ؕ وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ ۳۶

النساء36:6

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ۱۳ وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ‌ ۚ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَيۡكَ ؕ اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ ۱۴ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡهُمَا‌ وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا‌ ۖ وَّاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَىَّ‌ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۱۵ يٰبُنَىَّ اِنَّهَاۤ اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِىۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِى السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِى الۡاَرۡضِ يَاۡتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ۱۶ يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاصۡبِرۡ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ‌ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ‌ ۚ ۱۷ وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِى الۡاَرۡضِ مَرَحًا‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ‌ ۚ ۱۸ وَاقۡصِدۡ فِىۡ مَشۡيِكَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِكَ‌ ؕ اِنَّ اَنۡكَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِيۡرِ ۱۹ لقمان31:19-13

یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا، تو اس نے کہا بیٹا، خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق

پہچاننے کی خود تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لئے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر بجالا میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے، لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستہ کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے، پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے، اس وقت میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔ (اور لقمان نے کہا تھا کہ) کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور کسی چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اسے نکال لائے گا وہ باریک بین اور باخبر ہے۔ بیٹا نماز قائم کرو، نیکی کا حکم دے، بدی سے منع کر اور جو مصیبت بھی پڑے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر نہ زمین میں اکڑ کر چل اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ
اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ
الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ
اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ
وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ
الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى
عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً
كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا

فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴ وَاَوْفُوا
الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْجِبَالَ طُوْلًا ۝۳۷ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ الاسراء 17:38-22

تو اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا ورنہ ملامت زدہ اور بے یارومددگار بیٹھا رہ جائے گا۔ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام سے بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اور دعا کیا کرو، پروردگار ان پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لئے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق، فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ اگر ان سے (یعنی حاجت مند رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں سے) تمہیں کترانا ہو، اس بناء پر کہ ابھی تم اللہ کی اس رحمت کو جس کے تم امیدوار ہو تلاش کر رہے ہو تو انہیں نرم جواب دے دو۔ نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔ اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشہ سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبہ کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے، اس کی مدد کی جائے گی۔ مال یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقہ سے یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ عہد کی پابندی کرو، بے

شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ پیمانے سے دوتو پورا بھر کر دواور تولوتو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقینا آنکھ کان اور دل سب کی باز پرس ہونی ہے۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلوتم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہوان امور میں سے ہر ایک کا برا پہلو تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

قرآن کریم میں سے موعظت اور نصیحت کے یہ چند نمونے بطور مثال درج کئے گئے ہیں ورنہ قرآن تو تمام کا تمام ہی وعظ اور نصیحت ہے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ ال عمران 138:3

یہ لوگوں کے لئے ایک صاف اور صریح تنبیہ ہے اور جو اللہ سے ڈرتے ہوں ان کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

سزا بطور ذریعہ تربیت

اگر معاشرے کے بعض افراد پر نہ تو مثالی نمونہ اثر انداز ہوتا ہو اور نہ وہ وعظ و نصیحت سے درست ہوتے ہوں تو ان کے لئے ایک قطعی اور حتمی علاج۔ یعنی سزا۔ ضروری ہو جاتی ہے تا کہ یہ لوگ اپنی اصلاح کر سکیں اور معاشرے کے کارآمد افراد بن سکیں۔

دور جدید کے تربیت کے ماہرین سزا کے تصور پر بہت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن جونئی امریکی نسل اس نظریہ عدم سزا کے تصور کے مطابق تربیت پا کر سامنے آئی ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ وہ کس قدر اباحیت پسند، بے قید، آوارہ مزاج اور انتشار پسند ہے۔

بلاشبہ ہر شخص کے لئے سزا ضروری نہیں ہے اور بلاشبہ معاشرے کے بہت سے لوگوں نے مثالی نمونے اور عملی پیکر کی پیروی کر کے اور موعظت اور نصیحت پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو تربیت کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور انہیں زندگی بھر سزا کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ تمام انسان یکساں نہیں ہوتے بلکہ انہیں بار بار سختی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مگر اس کے باوجود ایسا نہیں ہے کہ تربیت کرنے والا

آغاز ہی سزا سے کردے بلکہ پہلے وہ عملی نمونے سے اصلاح کی سعی کرتا ہے پھر وعظ و نصیحت سے اصلاح کی جدوجہد کرتا ہے بعدازاں عمل خیر کی دعوت دیتا ہے اور بگاڑ اور فساد پر صبر کر کے ایک مناسب وقت تک اسے انگیز کرتا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ فصلت 41:34-33

اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں اور اے نبی، نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے رفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ النحل 125:16

اے نبیؐ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ المزمل 10:73

اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو۔

مگر کچھ افراد ہوتے ہیں جن کی ان تمام ذرائع سے اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی کجروی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جس قدر ان کو وعظ و نصیحت کی جاتی ہے اتنا ہی ان کا انحراف بڑھتا جاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو نظر انداز کر دینا یا ان کی ساتھ ضرورت سے زیادہ نرم رویہ اختیار کرنا خلاف حکمت و مصلحت ہے۔ یہ لوگ بلاشبہ مریض ہیں اور منحرف (Perverted) ہیں اور ان کا نفسیاتی علاج بھی ضرور ہونا چاہیے، لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ ان کے انحراف کے ساتھ ساتھ تربیت نفس کے اسالیب بھی طاق نسیاں بنا دیئے جائیں اور ان کے انحراف کے بہانے ڈھونڈ کر نکالے جائیں اور اس طرح معاشرے میں منحرف لوگوں میں کمی کرنے کے بجائے ان میں اضافہ کرتے جائیں۔

بچوں کو اگر مستقل مزاجی برابری اور پاکیزگی کے ساتھ نرم و لطیف اور محبت آمیز تربیت دی جائے تو وہ بلاشبہ اکثر کامیاب ثابت ہوتی ہے مگر حد سے زیادہ نرمی اور ضرورت

سے زیادہ محبت و پیار بچوں کو بگاڑ بھی دیتا ہے اور ان کے نفسیاتی وجود میں بے محکمی اور عدم ثبات پیدا کر دیتا ہے۔

نفس انسانی کی مثال جسم کی طرح ہے۔ اگر آپ جسم پر بہت زیادہ رحم کھائیں اور اس کے تکان کے ڈر سے بالکل مشقت نہ کریں اور اس ڈر سے کہ کہیں آپ کا جسم تھک نہ جائے آپ اس سے کوئی کام نہ لیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ جسم سے مشقت سہنے کی قوت ہی ختم ہو جائے گی اور جسمانی طاقت سلب ہو جائے گی اور جسم آرام طلب، کاہل اور سست ہو جائے گا اور جذبات و میلانات اور خواہشات پر کنٹرول جاتا رہے گا، اور عملی زندگی کے ٹکراؤ سے جسم بالکلیہ ناکارہ ہو کر رہ جائے گا، اس لئے کہ دنیا کی عملی زندگی میں ہر شخص کو اس کی خواہش کے مطابق میسر نہیں آتا۔ اس لئے بچے ہوں یا بڑے ان کی تربیت کے ضمن میں حزم و احتیاط لازمی ہے۔ اور اسی حزم کا تقاضا سختی اور دھمکی اور سزا کا استعمال ہے۔

تربیت کے لئے تخویف اور ترہیب کے وسائل

اسلام نے تربیت کے تمام ذرائع اور وسائل اختیار کئے ہیں اور جس طرح مثالی نمونہ، موعظت و نصیحت اور ترغیب اور ثواب کے بیان کے ذرائع اختیار کئے ہیں اسی طرح تخویف اور ترہیب کے وسائل کو بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کہیں عدم رضائے الٰہی سے ڈرایا ہے جو اگرچہ بہت ہلکی سی تہدید ہے مگر مومنین کے لئے اس کی تاثیر بہت زیادہ اور گہری ہے۔

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿١٦﴾ الحدید 16:57

کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر ایک لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور آج ان میں سے اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔

اور کبھی قرآن کریم نے واضح الفاظ میں خدا کے غضب سے ڈرایا ہے جیسا کہ واقعہ افک کے ضمن میں فرمایا گیا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ النور 14-17:24

اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی پاداش میں بڑا عذاب تمہیں آلیتا (ذرا غور کرو اس وقت تم کیسی غلطی کر رہے تھے) جب کہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی چلی جا رہی تھی اور تم اپنے منہ سے کچھ کہہ جا رہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا، تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی۔ کیوں نہ اسے سنتے ہی تم نے کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات زبان سے نکالنا زیب نہیں دیتا سبحان اللہ یہ تو ایک بہتان عظیم ہے، اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

قرآن کریم کبھی اللہ اور رسولؐ سے جنگ کی دھمکی دیتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ البقرہ 278,279:2

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم واقعی ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔

اور کبھی قرآن کریم سزائے آخرت کا خوف دلاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ الفرقان 68,69:25

جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اسے مکرر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔

اور قرآن کریم دنیا کی سزا سے بھی ڈراتا ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ — التوبہ 39:9

تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ — الفتح 16:48

اور اگر تم پھر اسی طرح منہ موڑ گئے جس طرح پہلے موڑ چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا۔

وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ — التوبہ 47:9

اور اگر یہ باز نہ آئے تو اللہ ان کو نہایت دردناک سزا دے گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا — التوبہ 55:9

اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں کے ذریعے سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے۔

ان مراحل تہدید کے بعد پھر اصل سزا کا مرحلہ آتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ — النور 2:24

زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا — المائدہ 38:5

اور چور خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے۔

لوگوں کی طبیعتوں اور ان کے مزاج کے مدنظر سرزنش کے یہ مراحل بیان ہوئے ہیں، کیونکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اشارہ ہی سمجھ جاتے ہیں، اور اس غلط عمل سے باز آجاتے ہیں جس کی جانب محض ناپسندیدہ ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس وقت باز آتے ہیں جب ان کو واضح اور کھلے الفاظ میں جھڑک دیا جائے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں مستقبل کی سزا سے ڈرا دینا کافی ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کو جب سزا کا کوڑا دکھایا جائے تب باز آتے ہیں اور کچھ لوگ اس وقت باز آتے ہیں جب وہ

اپنے جسم پر سزا کا کوڑا برستا ہوا محسوس کرتے ہیں اور سزا کا ذائقہ عملاً چکھ لیتے ہیں۔

قصص کے ذریعے تربیت

قصص میں ایک پر سحر تاثیر ہے کہ جو انسانی نفوس پر اثر انداز ہوتی ہے اور جو ہمیشہ سے ہوتی آ رہی ہے اور ہمیشہ ہوتی رہے گی، لیکن اس تاثیر کی اصل وجہ کیا ہے اس کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، یا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی قوت خیالیہ کہانی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے اور کہانی کے واقعات کو شعور کے اندر جگہ دے دیتی ہے یا کہانی کے اشخاص و واقعات میں انسان بطور وجدان شریک ہو جاتا ہے یا یہ نفس کا ایک انفعال (تاثر) ہے کہ وہ اپنے آپ کو قصہ کے واقعات میں شامل متصور کرتا ہے حالانکہ وہ اس سے علیحدہ بیٹھ کر اس سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے۔ بہر حال خواہ کوئی بھی صورت ہو لیکن جب کوئی شخص کوئی قصہ پڑھتا ہے یا سنتا ہے وہ اس قصہ کے افراد اور واقعات سے جدا نہیں رہتا بلکہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر قصہ کے واقعات میں شریک ہو جاتا ہے، اسے یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ ان واقعات میں خود شریک ہے اور اپنے درمیان اور قصہ کے افراد کے درمیان موازنہ کر کے کچھ امور سے اتفاق اور کچھ سے اختلاف کرتا ہے اور کچھ پر تعجب کا اظہار کرتا ہے۔

قرآن کریم نے انسان کی اس فطرت کو جانتے ہوئے کہ وہ طبعاً قصص کی جانب مائل ہوتا ہے اور ان سے متاثر ہوتا ہے قصص کو بطور ذریعہ تربیت اختیار کیا ہے اور قصص کی تمام قسمیں اختیار کی ہیں، چنانچہ میں نے وہ تاریخی قصص بھی بیان کئے ہیں، جن کے مقام، اشخاص اور واقعات مقصود ہیں، وہ قصص بھی بیان کئے ہیں جو محض انسان کی حالت کا ایک نمونہ ہیں، اور وہ تمثیلی قصص بھی بیان کئے ہیں جن سے مثال دینا مقصود ہے۔

پہلی قسم کے قصص میں انبیاء کے قصص ہیں اور نبوت کی تکذیب کرنے والوں کے واقعات اور اس کے نتیجہ میں ان پر نازل ہونے والے عذاب کا بیان ہے ان قصص میں افراد واقعہ کے نام مقامات اور واقعات نام لے کر بیان کئے گئے ہیں، جیسے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ، حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ، بنی اسرائیل کے واقعات، حضرت صالحؑ اور

ثمود، حضرت ہودؑ اور قوم عاد، حضرت شعیبؑ اور شہر مدین، حضرت لوطؑ اور ان کی بستی، حضرت نوحؑ اور ان کی قوم اور حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے قصص ہیں۔

دوسری قسم کے قصص میں حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا واقعہ ہے جو اس طرح ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ ۘ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٣٠﴾ المائدہ 5:30-27

اور ذرا انہیں آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی۔ اس نے کہا، ''میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' اس نے جواب دیا، اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے ظالموں کے ظلم کا یہی ٹھیک بدلہ ہے آخر کار اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل اس کے لئے آسان کر دیا اور وہ اسے مار کر ان لوگوں میں شامل ہو گیا۔ جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اور آخری قسم کی مثال یہ واقعہ ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي

اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا
اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ
تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ
خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ الکھف 32-42:18

اے نبیؐ، ان کے سامنے ایک مثال پیش کردو، دو شخص تھے، ان میں سے ہم نے ایک کو انگور کے دو باغ دیئے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کی زمین رکھی۔ دونوں باغ خوب پھلے پھولے اور بار آور ہونے میں انہوں نے ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی، ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر جاری کردی اور اسے خوب نفع حاصل ہوا۔ یہ کچھ پا کر وہ ایک دن اپنے ہمسایہ سے بات کرتے ہوئے بولا میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں، پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا، میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔ اس کے ہمسایہ سے گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا، کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا، رہا میں تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور جب تو اپنی جنت میں داخل ہو رہا تھا تو اس وقت تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔ اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کم تر پا رہا ہے تو بعید نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت سے بہتر عطا فرما دے اور تیری جنت پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ صاف میدان بن کر رہ جائے یا اس کا پانی زمین پر اتر جائے اور پھر تو اسے کسی طرح نہ نکال سکے آخر کار یہ ہوا کہ اس کا سارا ثمرہ مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ کاش میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا...... نہ ہوا اس کے پاس اللہ کو چھوڑ کر کوئی جتھا کہ اس کی مدد کرتا اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ۔

قرآن کریم نے تربیت کی تمام اقسام اور راہنمائی کی جملہ انواع کے لئے قصص کو

بیان کیا ہے اوران قصص کے ذریعے روح، عقل اور جسم کی تربیت فرمائی ہے اوران میں مثالی نمونہ پیش کر کے اور وعظ ونصیحت کے ذریعے تربیت کی ہے، اور کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی کو سمو دیا ہے اور فنی تعبیرات کی متنوع صورتوں کو ان قصص میں سمیٹ لیا ہے، کہیں رواں اور سلیس انداز بیان ہے کہیں مکالمہ اور گفتگو کی صورت ہے کہیں نغمگی کے حامل چھوٹے چھوٹے مربوط اور ہم وزن فقرے ہیں، کہیں جیتے جاگتے کردار ہیں، کہیں بڑی جزرسی کے ساتھ واقعہ کی باریکیوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہیں قصے کے اس پہلو پر زور دیا گیا ہے جس میں قلب کے لئے عبرت کا سامان ہے اور کہیں پر ساز ونغمہ اور اسلوب و بیان کی دلکشی اور رعنائی ہے۔(۱)

قصہ آدم علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ درحقیقت انسانیت کے ہر دور کی تاریخ کا واقعہ ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَي الْمَلٰۗئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِــُٔـوْنِىْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۱ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۳۲ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝۳۳ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ڭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۴ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِـئْتُمَا ۠ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۵ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ

(۲) ملاحظہ کیجئے: سید قطب: التصویر الفنی فی القرآن۔

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ
هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ البقرہ 2:39-30

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا، کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا، آپ کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں، فرمایا میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے، اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے (کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ، انہوں نے عرض کیا، نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دیا ہے، حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں، پھر اللہ نے آدمؑ سے کہا، تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ، جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔ پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے سامنے جھک جاؤ تو سب جھک گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا، وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ پھر ہم نے آدمؑ سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شامل ہو گے۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور انہیں اس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔ اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا اور جو اس

کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

''یہ اس ''انسان'' کا قصہ ہے جسے اس کے خالق نے مکرم بنایا اور رفیع قرار دیا، اسے روئے زمین کی خلافت عطا کی تا کہ وہ اپنا سردار خود ہی ہو، اور اسے بتایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی بندگی کرے مگر اس پر کمزوری غالب آگئی اور اسے جنس، مال، قوت اور علم کی خواہشوں نے گھیر لیا، اور اس نے اپنی زمام اپنی خواہشوں کے ہاتھوں میں تھما دی اور شیطان اسے اپنے راستے پر لے کر چل پڑا اور اس طرح انسان اپنے اہم فریضہ یعنی خلافت ارضی کو فراموش کر بیٹھا اور اپنا آسمانی تعلق بھول کر یہ سمجھ بیٹھا کہ یہی دنیا کی حیاتِ چند روزہ اور یہاں کی لذتیں اور یہاں کی لطف اندوزیاں ہی بس سب کچھ ہیں۔ مگر اللہ سبحانہٗ نے انسان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کیا، بلکہ اس کو اس روش کے چھوڑ دینے اور حقیقی کامرانی کا راستہ اختیار کرنے کی کلید...... توبہ...... بتادی۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ البقرہ 37:2

اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کرلیا۔

اگر انسان گمراہی پر مصر نہ ہو اور اپنی لغزشوں کا احساس کر کے اللہ سبحانہٗ کی جانب رجوع کرے اور راہ ہدایت کو از سر نو اپنائے تو اللہ سبحانہ ہدایت سے بھی سرفراز فرماتا ہے اور خلافت کا اہل بھی بنا دیتا ہے اور اس طرح انسانی وجود کو کمال اور ارتقاء عطا فرماتا ہے۔

قصص قرآنی کی فنی نوعیت

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں جو قصص بھی بیان ہوئے ہیں وہ دینی مقاصد کے تحت بیان ہوئے ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم کتاب ہدایت اور ضابطہ زندگی ہے، قصص کی اور کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود ابلاغ کی جزرسی اور فنی قواعد کے لحاظ نے ان قصص کو فنی لحاظ سے بھی خوب ترین بنا دیا ہے اور اس طرح پاکیزہ قصص تربیت اسلامی کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔

قرآن کریم قصہ کے ہیرو کا وہ بلند ترین، پاکیزہ اور صاف ترین لمحہ بیان کرتا ہے جو

مثالی نمونہ بن سکے اور جو قارئین کو رفعت اختیار کرنے پر آمادہ کر سکے اسی طرح منحرفین (Diverted People) کے نفوس کا وہ تاریک حصہ، ان کے قلوب کا وہ سیاہ گوشہ اور ان کے انحراف کی وہ برائی اجاگر کرتا ہے جس سے دوسروں کو ان کے برے افعال سے نفرت ہو اور وہ ان کے برے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اور یہی اسلوب درحقیقت قرآن کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔

لیکن قرآن کریم بسا اوقات تجزیہ کی خاطر نفس انسانی کے کمزوری کے لمحات کو تفصیل سے بھی بیان کرتا ہے۔ مگر قرآن کا رویہ وہ نہیں ہوتا جو جدید فنون کا ہوتا ہے، جو انسان کی حیوانی تعبیر سے متاثر ہو کر انسان کے بے راہ روی کے لمحات کو بطولت (Hero Ship) کے انداز میں بیان کرتے ہیں...... بلکہ قرآن ان لمحات کو واقعی انداز میں بیان کرتا ہے مگر زیادہ دیر ان لمحات پر نہیں ٹھہرتا بلکہ جلد ہی انوار الٰہی کی روشنیاں بکھیرنا شروع کر دیتا ہے اور انسان بے راہ روی کے گرداب بلا سے نکل کر ہدایت کی شاہراہ پر مستقیم ہو جاتا ہے اور فی الحقیقت یہی وہ انسان ہے جسے اللہ سبحانہ نے مکرم بنایا اور جملہ مخلوقات پر فضیلت دی اور اسے زمین میں منصب خلافت عطا فرمایا۔

قرآن کریم اس فتنہ کو جس میں حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت یوسفؑ اور حضرت موسیٰؑ مبتلاء ہوئے بلا کم و کاست بیان کرتا یہ اور بتاتا ہے کہ یہ ضعف (انسانی کمزوری) جو فطری میلانات کی طرف التفات کی بناء پر واقع ہوئی، اور اس ضعف کی جانب توجہ اسی قدر مقصود ہے کہ انسان دوبارہ اللہ کی جانب رجوع کرے اور اس لمحہ سے بلند ہو کر پاکیزہ ہو جائے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ إِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هٰذَآ أَخِيْ ۖ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۖ فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلٰى نِعَاجِهٖ ۖ وَإِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ إِلَّا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ ص 38:21-25

پھر تمہیں کچھ خبر پہنچی ہے ان مقدمے والوں کی جو دیوار پر چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے؟ جب وہ داوٗدؑ کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا، انہوں نے کہا، ڈریئے نہیں. ہم دو فریق مقدمہ ہیں، جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے۔ بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں راہِ راست بتایئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا، داوٗدؑ نے جواب دیا، اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعہ یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔ (یہ بات کہتے کہتے) داوٗد سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا، تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لئے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ ص 38:30-35

اور داوٗد کو ہم نے سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا، بہترین بندہ کثرت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا، قابل ذکر ہے وہ موقعہ جب شام کے وقت اس کے سامنے خوب سدھے ہوئے گھوڑے پیش کئے گئے تو اس نے کہا میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو (اس نے حکم دیا کہ) انہیں میرے پاس واپس لاؤ۔ پھر لگا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے اور (دیکھو کہ) سلیمان

کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا اور کہا کہ اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو بے شک تو ہی اصل داتا ہے۔

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا
مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ
عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ
مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ
فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ
مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ
يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا
الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ
مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ
السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ القصص 15-22:28

(ایک روز) وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا کہ جب کہ اہل شہر غفلت میں تھے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کی اپنی قوم کا تھا اور دوسرا اس کی دشمن قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی قوم کے آدمی نے دشمن قوم والے کے خلاف اسے مدد کے لئے پکارا۔ موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰؑ نے کہا ''یہ شیطان کی کارفرمائی ہے۔'' وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے پھر وہ کہنے لگا۔ اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا۔ میری مغفرت فرما دے چنانچہ اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی، وہ غفور و رحیم ہے۔ موسیٰؑ نے عہد کیا کہ اے میرے رب یہ احسان جو تو نے مجھ پر کیا ہے اس کے بعد اب میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔ دوسرے روز وہ صبح سویرے اور ہر طرف سے خطرہ بھانپتا ہوا شہر میں جا رہا تھا کہ یکا یک کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص جس نے کل اسے مدد کیلئے پکارا تھا آج پھر

اسے پکار رہا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا تو تو بڑا ہی بہکا ہوا آدمی ہے، پھر جب موسیٰؑ نے ارادہ کیا کہ دشمن قوم کے آدمی پر حملہ کرے تو وہ پکار اٹھا اے موسیٰ کیا آج تو مجھے اسی طرح قتل کرنے لگا جس طرح کل ایک شخص کو قتل کر چکا ہے؟ تو اس ملک میں جبار بن کر رہنا چاہتا ہے اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ایک آدمی شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور بولا، موسیٰ، سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں، یہاں سے نکل جا، میں تیرا خیر خواہ ہوں، یہ خبر سنتے ہی موسیٰ ڈرتا اور سہمتا نکل کھڑا ہوا اور اس نے دعا کی کہ ''اے میرے رب مجھے ظالموں سے بچا'' (مصر سے نکل کر) جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو اس نے کہا ''امید ہے کہ میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا۔

قرآن کریم ضعف بشریٰ کی ان مثالوں کو بیان تو کرتا ہے مگر انہیں ہیروشپ کے لمحات نہیں بناتا اور ظاہر ہے کہ فی الحقیقت یہ لمحات ہیروشب کے نہیں ہیں! جہاں تک حضرت آدمؑ کے قصے کا تعلق ہے تو اس میں قرآن کا منہاج بخوبی واضح اور اجاگر ہے جو مغرب کے اس جدید منہاج سے مختلف ہے جس میں انسانی کمزوریوں کے وقوع بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہی لمحات انسان کی ہیروشپ کے لمحات ہیں۔

مگر قصہ آدمؑ میں جو لمحات بیان کئے گئے ہیں وہ انسانی کمزوری کے وہ لمحات ہیں جن میں انسان اپنے مقصد وجود کو فراموش کر بیٹھتا ہے اور پروردگار عالم سے کئے ہوئے اپنے وعدے کو بھول جاتا ہے اور خلافت ارضی کے میثاق سے پہلو تہی کرنے لگتا ہے اور اس طرح کسی خواہش نفس کا شکار ہو کر شیطان کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ یہ قرآن کا تعبیر کا انداز ہے، اور فی الواقع بھی اسی طرح ہے، لیکن مغربی لٹریچر اپنے انحراف کی بناء پر انسان کے ان کمزوری کے لمحات کو اس کی جرأت لمحات بنا کر پیش کرتا ہے اور معصیت اور گناہ کو اس کی ذات کا اثبات اور اس کے وجود کی آزادی قرار دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس اثبات ذات اور اس آزادی کے بدلے اگر جنت ہاتھ سے جاتی ہے تو جائے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی لٹریچر ہدایت الٰہی سے منحرف اور اس قدیم یونانی دیو مالا (Greek Mythology) سے متاثر ہے، جس کی رو سے خدا بندے میں ہمیشہ ایک کشمکش جاری رہتی ہے اور بندہ ہمیشہ جابر دیوتا پر کامیابی اور فتح حاصل کرنے کا متمنی رہتا ہے۔

مغربی ادبیات کا انحراف

مغربی لٹریچر بڑا بدترین لٹریچر ہے۔اس کی تاثیر یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کی نافرمانی پر اکساتا اور خواہشات کی بے قید تکمیل کی راہ پر لگاتا ہے اور بتاتا ہے کہ تکمیل ذات کا یہی طریقہ ہے...... یہ ایک فرسودہ اور مرض آور انحراف پر مبنی نقطہ نظر ہے اور یہ وہ مرحلہ ہے جس میں بچے زندگی گزارتے ہیں، بچہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ بڑوں کا کہنا نہ مان کر اپنے وجود کا اثبات کرتا ہے اور بڑوں کے احکام کی اطاعت کر کے اپنے وجود کو مٹاتا ہے۔لیکن بڑے ہونے کے بعد اور زندگی کی حقیقتوں سے نا آشنا ہو جانے کے بعد اسے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اثبات ذات (Self Assertion) کے دو طریقے ہیں، ایک نافرمانی گمراہی اور ضلالت کا طریقہ ہے اور دوسرا اطاعت کیشی اور ہدایت کا طریقہ ہے اور انسان کا منحرف ہو کر اور حق سے بے گانہ ہو کر اثبات ذات حالت مرض کی صورت ہے جب کہ ایک صحت مند اور مستقیم انسان اپنی خواہشات پر ضبط قائم کر کے اور ہدایت وخیر اور صعود ورفعت کے دواعی اختیار کر کے ہی اپنی ذات کا اثبات کرتا ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جس کی جانب قصہ آدم میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم میں جہاں برے کاموں اور جنس کا ذکر آیا ہے تو اس کا انداز بیان یہ نہیں ہے کہ اس سے لذت حاصل کی جائے...... درحقیقت جنس انسان کی پوری زندگی نہیں ہے بلکہ ایک لمحہ زندگی ہے جو آتا ہے اور گزر جاتا ہے اور اس لئے گزر جاتا ہے تاکہ اس کی جگہ دیگر مقاصد حیات لے لیں اور کائنات وحیات اور انسان کے بارے میں ایمانی تصور ذہن میں جگہ پا جائے اور نفس انسانی عملی زندگی میں جدوجہد کے لئے آزاد ہو جائے اور انسان ایک صاف ستھرا پاکیزہ معاشرہ برپا کرے جس میں ابھرتی ہوئی نسلوں کی تربیت ہو، جس میں حق اور عدل ہو، جس میں لوگوں کو ان کے حقوق میسر آئیں اور لوگ بغیر کسی فتنہ اور بغیر کسی انحراف کے عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزاریں۔

یہ تمام وہ عظیم مقاصد ہیں جن کا حصول انسانیت کے لئے ناگزیر ہیں اور انسان کو اپنی بیشتر صلاحیتوں کو انہی امور کے حصول میں کھپانا چاہیے اور ان مقاصد کے حصول کی کوشش

اور سعی کے درمیان لمحہ جنس بہت مختصر سا ہونا چاہیے، کیونکہ جنس میں انسانی صلاحیتوں کا کھپانا ان کا اسراف بے جا ہے اور وسیلہ حیات کو مقصد حیات بنا دینا ہے۔ اور یہ بھی اس صورت میں جب کہ یہ لمحہ جنس پاکیزہ اور قانونی حدود میں ہو اور اگر یہ لمحہ جنس انحراف ہو اور قانونی حدود کو توڑ کر ہو پھر تو یہ قابل نفرت ہے اور اس سے اجتناب بہر صورت لازم ہے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی برائی کے واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں یہی مندرجہ بالا قاعدہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور اسی طرح تمام اسلامی قصص میں ملحوظ رکھا جانا چاہیے کیونکہ اسلام کی نظر میں فن ممنوع نہیں ہے اور نہ اسلام میں جنسی جذبات کا بیان کرنا حرام ہے اور نہ ہی پستی اور کمزوری کا لمحہ ممنوع قرار دیا گیا ہے، لیکن مناسب یہی ہے کہ یہ ایک لمحے کی صورت میں آئے اور گزر جائے، مستقل مقصد نہ بن جائے اور ان لمحات کو ہیروشپ کے لمحات نہ تصور کر لیا جائے اور یہی وہ صورت ہے جس میں مقاصد فن میں اور مطلوبات ایمانی میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔ بہر حال اسلام قصہ سے تربیت کا مقصد اس طرح حاصل کرتا ہے کہ اس سے ایمان کے اصل مطالبات سے گریز نہ ہو اور فن محض سطحی تاثیر کا حامل وعظ نہ بن جائے۔

تربیت بذریعہ عادت

عادت انسانی زندگی میں بڑا اہم کارنامہ انجام دیتی ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی بے حد جدوجہد میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور عادت سے مشکل امور آسان ہو جاتے ہیں، اور انسان از سر نو عمل پیداوار اور تخلیق کے نئے آفاق کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ اگر انسانی فطرت میں اللہ سبحانہ نے یہ عادت ہو جانے کا وظیفہ نہ پیدا کیا ہوتا تو انسان اپنی زندگی چلنا سیکھنے، بات کرنا سیکھنے اور معمولی حساب سیکھنے میں گزار دیتا۔

لیکن جہاں عادت کا اس قدر عظیم فائدہ ہے وہاں یہ عادت بسا اوقات ایک رکاوٹ بھی بن جاتی ہے یعنی جب انسانی اعمال کا ''شعور'' ختم ہو جائے اور بغیر کسی قلبی تاثر کے وہ

ایک مشینی انداز میں انجام دیئے جانے لگیں۔

اسلام عادت کوتربیت کے ایک ذریعہ کے طور پر کام میں لاتا ہے اور خیر کے کاموں کو انسان کی عادت بنا دیتا ہے تاکہ اس کی انجام دہی میں نفس کو صعوبت، مشقت اور تکلیف نہ ہو، لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام اس امر کا سد باب بھی کرتا ہے کہ عادت محض مشینی اور غیر شعوری حرکت بن کر نہ رہ جائے، اس لئے اسلام پیہم اس مقصد کی یاد دہانی بھی کراتا رہتا ہے جس کے حصول کے لئے وہ عمل مقرر کیا گیا ہے اور انسانی قلب اور اللہ جل شانہٗ میں ایسا تعلق قائم کر دیتا ہے جس کی روشنی سے دل منور ہو جاتا ہے اور اس پر زنگ نہیں چڑھ پاتا۔

عرب کی گھمبیر جاہلیت میں جب اسلام طلوع ہوا تو اسلام نے عرب کے معاشرے میں پھیلی ہوئی بری عادتوں کے تدارک کے لئے دو ذریعے اختیار کئے...... کہیں تو فی الفور اس عادت کو ختم کر دیا، اور کہیں کسی عادت کو ختم کرنے کے لئے تدریج کا طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ جن بری عادتوں کا تعلق اصل عقیدہ سے اور اللہ کی ذات سے تھا، انہیں تو اسی وقت ختم کر دیا اور فوری طور پر مٹا دیا، جیسے جسم کے پھوڑے کا اپریشن کر کے اسے کاٹ دیا جائے! شرک کی ہر صورت کو اور بت پرستی کی ہر نوع کو اسلام نے پوری قوت سے اور فوراً ختم کر دیا، کیونکہ جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو توحید کا عقیدہ نہیں پنپ سکتا، اور ایک ہی مقام پر ایک ہی وقت میں اللہ کی عبادت اور غیر اللہ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ تھی کہ جب کوئی شخص ایمان لاتا تھا تو اسے ذہنی طور پر عربی ماحول سے رشتہ توڑ کر اس نئے فکری ماحول سے اپنا تعلق قائم کرنا پڑتا تھا، اور توحید کے اس حلقہ سے وابستہ ہونا پڑتا تھا جو اللہ کی وحدانیت کی اساس اور کائنات اور مخلوقات میں اس کی قدرت کاملہ کے تصور کی بنیاد پر قائم تھا۔

زندہ در گور کرنے کی رسم بد اور دیگر معاشرتی برائیاں

عرب میں لڑکیوں کو زندہ در گور کر دینے کی بری رسم بھی تھی، جو یقیناً انسانیت سوز بھی تھی اور عقیدہ ایمانی کے خلاف بھی، کیونکہ اس کی اصل وجہ خوف فقر تھا، اور ظاہر ہے کہ یہ خوف اس مومن کے دل میں جگہ نہیں پا سکتا جو اللہ کی رازقیت پر کامل ایمان رکھتا ہو اور اس پر مطمئن ہو، مزید یہ کہ یہ اتنا بڑا ظلم اور اتنی بڑی ناانصافی ہے کہ یہ اس ''حق'' کے ساتھ ہم

آہنگ نہیں ہو سکتی جس پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ﴿٨﴾ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ﴿٩﴾ التکویر 8,9:81

اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی۔

یہ بھی ایک لازمی امر تھا کہ جھوٹ، غیبت، چغلخوری، طعن و تشنیع اور تکبر جیسی نفسیاتی بیماریوں کا بھی فوری اور موثر علاج کیا جاتا، اور اس کا ذریعہ لوگوں کے قلوب کو اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ کرنا اور پوشیدگی میں بھی اور علانیہ بھی اسی کی ذات سے تعلق قائم رکھنا تھا، اور یہ ممکن تھا کہ ان عادتوں کو فوری طور پر بدل دیا جائے۔ کیونکہ ان کا تعلق ایک فرد کے احساس وشعور کے بدل دینے سے تھا۔ جسے اسلام نے بدل دیا۔

لیکن وہ اجتماعی بری عادتیں جن کا تعلق تنہا افراد کے مشاعر سے نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام اجتماعی اور اقتصادی ماحول سے مربوط ہوتی ہیں، ان تبدیلی کے لئے لامحالہ تدریجی اصلاح کی ضرورت تھی کہ مسلسل وعظ و تلقین کی جاتی رہے اور قلوب کو بیدار کیا جاتا رہے۔ چنانچہ شراب زنا سود اور غلامی انفرادی عادتیں نہیں تھیں بلکہ سارے معاشرے میں پھیلی ہوئی اجتماعی برائیاں تھیں اور ان کو انفرادی طور پر ایک ایک فرد نفس سے فوری طور پر نہیں نکالا جاسکتا تھا۔ اسی لئے اسلام نے ان برائیوں کے استیصال کے تدریجی طریقہ اختیار کیا اور ان کو اسلامی معاشرے کی تکمیل کے مرحلے پر جاکر حرام اور ممنوع قرار دیا۔

مثلاً قرآن کریم نے سب سے پہلے شراب کے بارے میں یہ اشارہ فرمایا۔

تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا ؕ النحل 67:16

جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔

اس ارشاد میں اللہ سبحانہٗ نے سکر اور رزق حسن میں فرق کیا ہے اور ایک باریک سا اشارہ کیا ہے جس سے مسلمانوں میں بعض ارباب دانش نے یہ محسوس کرلیا تھا کہ آئندہ اللہ شراب کو حرام فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد دوسرے مرحلے میں عقلی اور وجدانی طور پر احساس دلایا گیا کہ شراب کوئی اچھی شئے نہیں ہے اور یہ کہ یہ ایک گناہ کا کام ہے، اس ارشاد سے منشاء یہ تھا کہ نفس

میں اس کی الفت کم ہو جائے ، اور وہ عادت کی تبدیلی کی جانب مائل ہو جائے ۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ البقرہ 219:2

پوچھتے ہیں، شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے، کہو، ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے، اگر چہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔

بعد ازاں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ اوقات نماز میں نشہ سے پرہیز کریں، یہ دراصل شراب کے پیہم استعمال کی ممانعت تھی اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ نماز کے تمام درمیانی اوقات میں آدمی شراب پیتا رہے اور پھر نماز کے وقت اسے نشہ کی کیفیت باقی نہ رہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى النساء 43:4

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔

اور بالآخر تحریم خمر کا حتمی اور قطعی فیصلہ کر دیا گیا۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ المائدہ 90:5

یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہو گی۔

زنا کے ممنوع قرار دینے کے لئے بھی تدریجی طریقہ اختیار کیا گیا کہ پہلے نصیحت کی گئی بعد ازاں سزا کی دھمکی کی گئی اور اس کے بعد مجمل الفاظ میں سزا بیان کی گئی اور پھر وضاحت اور تفصیل سے سزا کو بیان کر دیا گیا...... اسی طرح پہلے یہ حکم فرمایا کہ جو عورتیں پاکباز رہنا چاہیں انہیں برائی پر مجبور نہ کیا جائے، مگر ساتھی ہی متعہ کو بھی جائز رکھا گیا، اور پھر جسم فروشی اور متعہ دونوں کو ایک ساتھ ممنوع قرار دے دیا گیا اور ایسے نکاح کے علاوہ جو تاحیات باقی رکھنے کی نیت سے اور اللہ کے نام کے ساتھ کیا گیا ہو کے علاوہ ہر تعلق مرد و زن کو حرام قرار دے دیا۔

سود کی حرمت کا اعلان 10ھ میں اس وقت ہوا جب مسلم معاشرہ مکمل نشوونما پا چکا اور مسلمانوں کی اجتماعی تربیت کی تکمیل ہو گئی۔

غلامی کے استیصال کے لئے بھی اسلام نے تدریجی طریقہ اختیار کیا اور ایسے وسائل اختیار کئے جو بالآخر غلامی کے اختتام پر منتج ہوئے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ غلامی کے خاتمہ کے لئے تدریج ناگزیر تھی تاکہ اسلام غلاموں کے اجسام کو آزاد کرانے سے پہلے ان کے دلوں کو آزاد کرادے، چنانچہ اسلام نے ان کو احساس دلایا کہ وہ بھی انسان ہیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک ناگزیر ہے، اور اسلام نے ان کا تعلق اللہ سے قائم کر کے کے ان کو ذائقہ آزادی چکھایا، اور انہیں تربیت دے کر آزادی کے لئے تیار کیا تاکہ وہ یکلخت آزادی مل جانے سے زندگی کی ذمے داریوں کو برداشت کرنے کے نااہل ثابت نہ ہوں۔

عاداتِ صالحہ کا نشوونما

اسلام نے بنی نوع انسان میں عاداتِ صالحہ کو نشوونما دینے کے لئے بھی کئی مرحلے وار طریقے اختیار کیے۔

ایمان کے لئے اسلام ایک وجدانی جذبے کو استعمال کرتا، جس کے زیر اثر کافر ایمان لے آئے اور ان کے نفس کے تصورات اور ان کے دلوں کے شعور یکسر بدل جاتے! اور جب یہ لوگ ایمان لے آتے تو اسلام ان کے ایمان کو سرد نہ ہونے دیتا، بلکہ اسے ایک عادت بنا دیتا، ایک ایسی عادت جو مقام واشخاص اور زمانے سے مربوط ہوتی اور وہ مسلمان کافرانہ ماحول سے نکل کر مومنانہ ماحول سے آکر متعلق ہو جاتا اور اس کا دوسرے مؤمنین سے تعلق و ارتباط پیدا ہو جاتا اور ان کے ساتھ ایسی اخوت قائم ہو جاتی جو خون کے رشتہ سے بھی بڑھ کر ہوتی، اور اس کو عادت ہو جاتی کہ جب بھی مؤمنین سے ملاقات کرے تو ایمان کی بات اور مؤمنانہ افعال کا تذکرہ کرے۔ مومنین نماز پڑھتے تو نماز ان کی عادت بن جاتی، قرآن سنتے تو قرآن کا سننا ان کی عادت بن جاتی، ایک دوسرے سے محبت کرتے اور ایک دوسرے کی تکالیف میں حصہ بٹاتے اور یہ ان کی عادت بن جاتا، اور تمام مومنین کفار سے مل کر جہاد کرتے تو کافروں سے جہاد ان کی عادت بن جاتا۔ غرض اسلام نے ایک ایسا معاشرہ پیدا کر دیا تھا، جس میں اس کے اصول ونظریات عملاً کارفرما تھے اور اسلامی فضائل واقعتا جلوہ گر تھے، جس کے نتیجہ میں ہر عادت ایک انفرادی عمل اور ایک اجتماعی ارتباط بن

گئی تھی اور اسے اس طرح دوام و بقا حاصل ہو گیا تھا اور اس طرح ایک مضبوط، محکم اور پیوست بنیادوں والا نظام استوار ہو گیا تھا۔

دیگر نفسیاتی عادتوں، مثلاً صدق گوئی، ایمانداری، محبت و نرمی اور ایثار و قربانی کے لئے بھی اسلام اولاً وجدان ہی کو ابھارتا اور پھر اس کے مطابق رغبتِ عمل پیدا کرتا، اور اس رغبت کو ایک واقعی اور عملی صورت میں اجاگر کر دیتا، جس سے فرد کے ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا ہو جاتی اور خیر اپنی علامتوں کے ساتھ واضح ہو کر سامنے آ جاتی اور نیکی ایک اجتماعی ارتباط و تعلق بن جاتی۔

مثلاً نماز اولاً تو اللہ سے تعلق و ربط کی ایک خواہش اور اس سے دعاء و طلب کی ایک انفرادی سعی ہے لیکن اسلام نے نماز کے اوقات منضبط کر کے اور جماعت کے فضائل بیان کر کے اسے ایک اجتماعی عمل کی صورت دے دی۔

زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کا نفس بخل اور لالچ سے پاک ہو جائے اور وہ ضرورت مند پر مہربانی کرے اور معاشرے سے تعاون کرے، لیکن جب یہی زکوٰۃ ایک نظام کی صورت میں سامنے آتی ہے اور اس کی ادائیگی کے اوقات کا تعین، اس کی شرح نصاب اور اس کی وصولی کا طریقہ متعین ہو جاتا ہے تو یہ انفرادی عمل ایک ایسا اجتماعی عمل بن جاتا ہے جو ریاست کی اور معاشرے کی اساس قرار پاتا ہے۔

غرض اسلام میں ہر عادت کی تربیت اس طریقے پر ہوئی ہے کہ پہلے ایک جذبہ پیدا کیا گیا جو بعد ازاں ایک زندہ اور متحرک عمل میں تبدیل ہو گیا جس کی ادائیگی بلا مشقت ہو سکے اور جو ایک شعوری جذبہ کے تحت انجام دی جائے۔

قوت کا استعمال

انسان کی تربیت کے ضمن میں اسلام ایک طریقہ یہ اختیار کرتا ہے کہ نفس انسانی میں جمع شدہ قوتوں کو بروئے کار لاتا اور ان سے کام لیتا ہے تاکہ یہ قوتیں نفس میں جمع نہ ہوتی رہیں۔ اس لئے کہ نفس انسانی اور جسم انسانی میں قوتوں کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے اور ان قوتوں کو مفید اور تعمیری کاموں میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور غیر مفید اور تخریبی سرگرمیوں میں بھی

کھپایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ قوتیں کہیں بھی استعمال نہ ہوں اور زنگ خوردہ ہو کر رائیگاں ہو جائیں...... اسلام ان قوتوں کو تعمیری امور اور مفید کاموں کی جانب متوجہ کر کے انہیں صحیح تعمیری رخ پر لگا دیتا ہے، اور ان قوتوں کو برائی کی قوتوں کے خلاف ایک دیوار بنا دیتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ ان قوتوں کا غیر ضروری ذخیرہ نہ ہوتا رہے کیونکہ کسی جسمانی یا نفسانی قوت کا ایک طویل عرصے تک ذخیرہ رہنا اور ان کا استعمال نہ آنا انسانی وجود کے لئے سخت نقصان دہ ہے اور اس سے متعدد نفسیاتی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ قوتیں بلاوجہ نفس میں مرتکز اور جمع ہوتی رہیں اور ان کے استعمال کی نوبت نہیں اور ان کو نکاسی کا صحیح راستہ نہیں ملا اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ یہ قوتیں جمع نہ ہوں اور نفس انسانی ان بہت سے انحرافات سے محفوظ رہے جو نفسیات میں متعارف ہیں اور جن سے بہت سے اضطراب اور تباہ کن الجھنیں پیدا ہوتی ہیں...... اور ان اضطرابات اور نفسیاتی الجھنوں کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں ہے کہ انسان کے اندر جمع شدہ صلاحیتیں کسی ایسے مثبت عمل میں صرف ہوتی رہیں جن سے انسان کو اپنی ذات کے اثبات کا احساس ہوتا رہے۔

مثلاً جذبہ نفرت ایک فطری اور طبعی قوت ہے، اسلام اس قوت کو شیطان اور متبعین شیطان اور روئے زمین پر ان کے پھیلائے ہوئے شر کی جانب متوجہ کر دیتا ہے، اور اس طرح اس قوت کو انسان کے وجود کے لئے خطرناک بن جانے سے باز رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی جب انسان شر سے نبرد آزما ہوتا ہے تو اس کا انفرادی اور ذاتی وجود نکھرتا ہے اور سنورتا ہے اور اس کے وجود کو اس مقابلے اور جہاد سے توانائی اور قوت حاصل ہوتی ہے اور معاشرے کے شر اور فساد اور بگاڑ سے پاک ہونے کا ایک اعلیٰ ترین مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور تخلیق انسان کی اور اس کو شرافت وفضیلت عطا ہونے کی اور اسے روئے زمین کی خلافت عطا کرنے کی غایت پوری ہو جاتی ہے۔

اور اسی طرح جذبہ محبت کو اسلام اللہ سبحانہٗ کی محبت کائنات اور انسانیت سے محبت اور

ہر امر خیر سے محبت میں لگا دیتا ہے اور اس سے وہی مقاصد حاصل ہوتے ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں...... اس لئے کہ محبت کی قوت بھی اگر طبعی طور پر صرف نہ ہوتی رہے تو وہ فاسد ہو کر انسان کے وجود کے لئے تباہ کن بن جاتی ہے اور کبھی کبھی اس محبت کا مرکز خود انسان کی اپنی ذات بن جاتی ہے اور انسان اپنی ذات کے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا محبت کا رخ طعام و شراب اور جنس کی لذتوں کی جانب ہو جاتا ہے اور یا لوگوں کے اشیاء اور نظریات کی غلط محبت ذہن پر چھا جاتی ہے۔

مگر اسلام اسی طرح انسان کی جسمانی قوتوں کو جہاد کی طرف متوجہ کر دیتا اور انہیں تعمیری کاموں مثلاً زراعت و پیداوار وغیرہ میں لگا دیتا ہے، اور اس کام میں استعمال کرتا ہے کہ انسان باطل کی مزاحمت کرے اور باطل کی عمارت کو منہدم کر کے حق اور عدل کی عمارت استوار کرے۔ اور اس عمل سے نفس انسانی بھی مستقیم رہے اور منحرف نہ ہونے پائے۔

مشغولیت

اسلام عدم مشغولیت اور بے کاری کو ناپسند کرتا ہے۔ اس لئے کہ بیکاری سے نفس کی جمع شدہ قوتوں میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور سب سے بڑا فساد یہ ہوتا ہے کہ اس فرصت کو مشغولیت میں بدلنے کے لئے انسان اپنی جسمانی قوتوں کو تباہ کرنا شروع کر دیتا ہے، اور بے کاری کے مشاغل کے طور پر ضرر رساں عادتیں اپنا لیتا ہے۔

بہر حال اسلام چاہتا ہے کہ انسان بیداری کے اولین لمحے رات کو سونے تک مصروف رہے اور اسی کو ایسی کوئی فرصت نہ ہو جس کے خلاء کو بھرنے کے لئے وہ اپنی جسمانی قوتوں کو ضائع کرے اور جسم کو اصل منہاج سے منحرف کر دے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسانی وجود ضائع اور ہلاک ہو جائے، اس لئے کہ ایسا ہونا اسلام کے مقاصد کے برخلاف ہے کیونکہ اسلام تو انسان کو طیبات ارض سے مستفید ہونے کی دعوت دیتا ہے اور دنیاوی زندگی میں اس کا حصہ یاد دلاتا ہے۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان مسلسل جدوجہد اور کدوکاوش ہی میں لگا رہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسانی زندگی میں بے کاری باقی نہ رہے اور ایسی فرصت باقی نہ رہے جسے وہ شر، فساد

اور غلط کاموں میں صرف کرے۔ اس لئے کہ اسلام نے جدوجہد حیات کے ساتھ لمحاتِ عبادت، آرام وخواب کی گھڑیاں، اہل خانہ سے ہلکی پھلکی گفتگو، میل ملاقات اور ہلکے پھلکے مزاح کی گنجائش بھی رکھی ہے۔

اسلام نے جس وقت جاہلی عادتوں، رسموں اور میلوں اور ان کے زندگی کے طور طریقے بدلے تو انہیں اسلام کی زندگی میں بے کار نہیں چھوڑا بلکہ ان کے لئے نئی عادت نئی رسمیں نئی عیدیں اور زندگی کے نئے اسالیب متعین کر دیئے۔ مثلاً جاہلیت میں عرب مے نوشی، جوئے اور بت پرستی کے لئے اور بے مقصد شعر سننے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اسلام نے انہیں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے، باہم مل کر قرآن یاد کرنے کے لئے جمع کیا۔ اہل عرب اپنے میلوں اور عیدوں میں بلاوجہ شور شر مچاتے تھے اسلام نے اس کی جگہ پاکیزہ معانی پاکیزہ مقاصد اور اعلیٰ ترین اہداف کی حامل عیدیں مقرر کیں۔

اور جب مسلمانوں کا ان کافروں سے تعلق منقطع ہو گیا جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے تو اسلام نے پرانی رشتہ داریوں اور قرابت داریوں کے بدلے نئی اخوت قائم کی نیا بھائی چارہ بنایا اور نئی قرابت داری استوار کی اور اس نئی اخوت کا یہ عالم تھا کہ انصار صحابہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی ہر شئے میں شریک کر لیا تھا اور اپنی ہر ملکیت تقسیم کر کے اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دی تھی، حد یہ کہ انصار نے مہاجرین کو اپنی میراث میں بھی شریک کر لیا تھا۔

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ الحشر 9:59

اور جو کچھ ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔

غرض مشغولیت نفس کی تربیت کا ایک عمدہ اور بہترین وسیلہ ہے بالخصوص اس وقت جب کہ نفس کو اس کی دلچسپی سے روک دیا گیا ہو۔ اس وقت عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اس خلاء کو کسی اور دلچسپی سے پر کر دیا جائے تا کہ نفس اس جانب متوجہ ہو جائے۔ کیونکہ نفس انسانی اپنے تمام پہلوؤں میں داخلی طور پر باہم پیوست اور مربوط ہوتا ہے۔

واقعات ذریعہ تربیت

انسانی زندگی جدوجہد اور کدوکاوش سے عبارت ہے اور انسانی زندگی واقعات و حادثات سے لبریز ہوتی ہے اور یہ واقعات وحادثات ایسے اسباب کے تحت وجود میں آتے ہیں جو انسان کے ارادے سے ماوراء ہوتے ہیں اور ایک ماہر تربیت کنندہ ان حادثات واقعات کونفس انسانی کی تربیت کرنے اوراس کی صلاحیتوں کوصیقل کرنے میں لگاتا ہے۔

تربیت کے وسائل میں احداث وواقعات ایک ذریعہ تربیت کے طور پر زیادہ مؤثر کردار ادا کرتے ہیں اس لئے کہ حادثات سے انسان کی طبیعت میں نرمی پیدا ہوجاتی ہے اور نفس مکمل طور پر تیار ہوجاتا ہے اوراس میں سرگرمی پیدا ہوجاتی ہے۔اور نفس کی سرگرمی اور تیاری کی یہ کیفیت ہر وقت نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کیفیت آرام وآسائش اور اطمینان و سکون کی حالت میں پیدا ہوتی ہے۔

اگرچہ شدید جذباتی کیفیت اور عبادت کے نتیجے میں روحانی وجدان کے نتیجے میں بھی کبھی کبھی نفس میں تیاری اور سرگرمی پیدا ہوجاتی ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے اور زیادہ تر یہ کیفیت کسی حادثاتی واقعہ ہی سے پیدا ہوتی ہے اور ہر قسم کے لوگوں میں پیدا ہوتی ہے اور سب میں شدید انفعال تاثر پذیری اور سرگرمی پیدا ہوتی ہے۔اور یہی وہ موقعہ ہوتا ہے جس کے لئے نفس انسانی پوری طرح تیار ہوتا ہے اور اس حالت میں نفس کو متعدد پر اثر رہنمائی اور ہدایات دی جاسکتی ہیں اور ان ہدایات کے گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

قرآن کریم نے واقعات وحادثات کونفس انسانی کی مؤثر تربیت کے لئے استعمال کیا اور تاریخ انسانیت کی سب سے منفرد اور یکتا امت برپا کردی اور اسے یہ فریضہ سونپا کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ؕ ال عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی اصلاح وہدایت کے لئے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

مکہ مکرمہ میں پیش آنے والے واقعات کے سلسلے میں ہدایات

مکہ مکرمہ میں امت مسلمہ کو جو واقعات اور حادثات پیش آئے ان کے بارے میں قرآن کریم کی راہنمائی اس راہنمائی سے بالکل مختلف ہے جو قرآن کریم نے مدینہ منورہ میں پیش آمدہ واقعات وحالات کے بالمقابل دی، چنانچہ مکی دور میں مصائب پر صبر کرنے اور شدائد کو برداشت کرنے اور نفس میں ناگوار امور کو انگیز کرنے کی قدرت پیدا کرنے پر زور دیا گیا جب کہ مدنی دور میں زیادتی اور ناانصافی کا بدلہ اتارنے، زیادتی کرنے والوں کا قوت سے مقابلہ کرنے اور ذلت ورسوائی کو برداشت نہ کرنے کی تلقین کی گئی اور ان دونوں قسم کی ہدایات کا ایک ہی مقصد تھا کہ نفس کے اندر توازن اور اعتدال پیدا ہو جائے اور انسان کا اللہ سے ایسا مضبوط تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ ہر معاملے میں اللہ ہی کی ذات کو مدنظر رکھے، اور اسی کی جانب متوجہ رہے!

اسلام سے پہلے کے جاہلیت کے دور میں عربوں میں سخت انانیت اور اپنی ذات کا شدید احساس پایا جاتا تھا، اور اس معاملے میں ان کی نظر میں حق وباطل کا کوئی فرق نہیں تھا اور ان کی ذات کا یہ احساس کسی اخلاقی قدر (Ethical Value) کے لئے نہیں تھا بلکہ عشق ذات کی بناء پر تھا، یعنی کوئی بھی یہ نہیں پسند کرتا تھا کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے خواہ وہ درست اور برمحل کیوں نہ ہو، بات بات پر وہ تلوار تو سونت لیتے مگر یہ کبھی نہ دیکھتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جزیرۂ نمائے عرب میں ہر روز خون خرابہ ہوتا رہتا اور آئے دن انقلابات آتے رہتے اور مظالم ہوتے رہتے۔ اور کبھی امن وسلامتی کا دور دورہ نہ ہوتا کبھی سچائی اور حق کی بنیاد پر قبائل کے تعلقات استوار نہ ہوتے اور کبھی انسانی قدروں کو کوئی اہمیت نہ دیتے۔ بلاشبہ ان میں کچھ اخلاق کریمانہ بھی تھے۔ مثلاً وہ مہمان نواز تھے، کرم نواز تھے، پابند عہد تھے اور ذلت سے ان کی طبیعتیں گریزاں اور رسوائی سے ان کے نفس برگشتہ تھے۔ اور قبیلوں کو لاحق عار کو دور کرنے اور مفاخر کے حصول ہی کے لئے ان کے قافلے حرکت میں آتے تھے...... یہ سب کچھ تھا، مگر ان اخلاق کریمانہ پر ان کے دل کا ایمان نہیں تھا اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ایک طرف تو عرب مہمانوں کی ضیافت کے لئے

اپنے جانور ذبح کر ڈالتے، اور یہ اس لئے کرتے تا کہ لوگ ان کی مہمان نوازی کے قصے بیان کریں، اور دوسری طرف وہ ضعیفوں، مسکینوں اور محروموں کو ایک لقمہ دینے کے روادار نہ ہوتے، اس لئے کہ ان بھوکوں کو کھلانے سے انہیں کوئی شہرت نہ ملتی تھی،...... حد یہ ہے کہ محروموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی قرآن کریم کو خوب تاکید کے ساتھ نصیحت کرنا پڑی اور اس انسانی ضرورت کی تکمیل کا قرآن نے بار بار اور پرزور الفاظ میں احساس دلایا، اور اس خیر کی جانب متوجہ کیا!

سوائے حلف الفضول کے کہ اس میں ضرور عربوں کا انسانی ضمیر بیدار ہو گیا تھا، ان کے یہاں عہد کے کوئی انسانی اور اخلاقی معنی نہ تھے۔ بلکہ ان کا ہر معاہدہ حق و باطل کے فرق سے بیگانہ اور ایک فریق کو ظلم سے روکنے کے لئے دوسرے فریق کا ظلم ہوا کرتا تھا، اور سوائے اپنے شخصی اور قبائلی مفادات کے اس میں اور کوئی اخلاقی پہلو پنہاں نہ ہوتا۔

اہل عرب جب چاہتے حرام مہینوں میں رد و بدل کر لیتے اور مقصد یہی ہوتا کہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی مدافعت کریں یا دوسروں پر ظلم توڑیں۔ جب ان کی جنگیں جاری ہوتیں اور حرام مہینے آجاتے تو ان مہینوں کو دوسرے مہینوں سے بدل ڈالتے یا پھر کہہ دیتے کہ اب حرام مہینے اگلے سال آئیں گے اور اگلے سال بھی یہی دشواری پیش آجاتی اور پھر حرام مہینے اور اگلے سال پر مؤخر کر دیئے جاتے۔

إِنَّمَا النَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا التوبہ 37:9

قرآن کریم مکی دور میں ان عربوں کی واقعات اور حوادث سے اس طرح تربیت کی کہ ان کے اعمال و اطوار کا ان کی ذات کے محور سے جدا کر کے انہیں اس کا امر کا عادی بنا دیا کہ وہ اپنی ذات کے تشخص اور اپنے قبیلے کے تشخص سے بالاتر ہو کر محض حق کی خاطر عمل کریں، صرف رضائے الٰہی کے لئے عمل کریں، اور اپنے تمام جذبات کا رخ اللہ کی ذات کی طرف موڑ دیں اور اپنے تمام مشاعر حق کی فکر میں کھپا دیں، ...... اسی لئے مکی دور میں مسلمانوں کی آزمائش بھی اسی معاملے میں ہوئی کہ وہ کس قدر اللہ کی راہ میں تکالیف

برداشت کرتے ہیں؟ کس طرح اس نئی اٹھنے والی دعوت کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں اور کس طرح ظلم وناانصافی کا بدلہ لئے بغیر اس پر صبر کرتے ہیں؟

شدائد اور مصیبتوں پر صبر

عہد اول کے مسلمانوں کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ شدائد پر صبر نہ کرتے۔ مصیبتوں کو برداشت نہ کرتے اور تکلیفیں، اور اذیتیں نہ سہتے بلکہ ان کا جواب دیتے، بدلہ لیتے، خواہ خود ہی ختم ہو جاتے، اس لئے کہ دور جاہلیت میں عرب انتقام لیتے وقت یہ نہیں سوچا کرتے تھے کہ کون باقی رہا اور کون ختم ہوا؟ مگر مسلمانوں نے انتقام نہیں لیا اس لئے کہ اگر وہ انتقام کے درپے ہو جاتے تو نئی تحریک پروان نہ چڑھتی اور دین جدید کو سربلندی نہ حاصل ہوتی...... بلکہ بدستور جاہلیت کا ہی چلن رہتا، اور لوگ انسانیت پر مبنی حق وانصاف پر مبنی اور تعلق باللہ پر مبنی قدروں کو فروغ دینے والے بننے کے بجائے وہی ذات پر اور قبیلے پر مر مٹنے والے جاہلی عرب باقی رہتے۔ لیکن قرآن کی تربیت کے زیر اثر وہ بدلہ لینے سے باز رہے، انہوں نے تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کیا اور ہر طرح کے ظلم وستم برداشت کیے اور اس صبر وشکیبا نے ان کے دل مضبوط کر دیئے ان کے قلوب چٹان بنا دیئے اور ان کے نفوس کو ایسی عزت اور ایسی کرامت سے آشنا کر دیا کہ کبھی انسانیت ایسی عزت اور ایسی کرامت سے آشنا، نہ ہوئی تھی، اس لئے کہ یہ نفوس قدسیہ حامل ایمان تھے، خدا پر بھروسہ رکھتے تھے اور خدائی قدروں پر ایمان رکھتے تھے اور اس ایمان کی بدولت وہ ہر مادی اور دنیاوی قدر سے بلند اور رفیع ہو گئے تھے۔

تربیت کے اس عرصے میں ان کو یہ تعلیم دی گئی تھی۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿١٠﴾ المزمل 10:73

اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔

انہیں یہ تعلیم دی گئی۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾ المزمل 2-5:73

رات کونماز میں کھڑے رہا کرومگر کم، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔

اور مصائب پر صبر کرنے اور رات کو عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنے کی ہدایت اس لئے کی گئی تاکہ نفس اللہ کے لئے خالص ہو جائے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ المزمل 6:73

درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھ صحابہ کرام رات کو عبادت میں اور تہجد میں مصروف رہتے اور پورا سال خلوص کے ساتھ ساری ساری رات عبادت میں لگے رہے یہاں تک کہ قدم مبارک پر ورم آ گیا پیر پھٹ گئے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ المزمل 20:73

اے نبیؐ، تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی۔ اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں کچھ مریض ہوں گے۔ کچھ دوسرے لوگ اللہ کا فضل تلاش کرنے میں سفر کرتے ہیں اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس جتنا قرآن بآسانی پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو جو کچھ بھلائی تم

اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں موجود پاؤ گے وہی زیادہ بہتر ہے اور اس کا اجر بہت بڑا ہے اللہ سے مغفرت مانگتے رہو بے شک اللہ بڑا غفور ورحیم ہے۔

مدینہ منورہ میں پیش آنے والے واقعات پر ہدایات

جب مؤمنین اولین کے نفوس میں صبر پیدا ہو گیا، ان کے نفوس اللہ کے لئے خالص ہو گئے، ان کی اطاعتِ الٰہی پر تربیت ہو گئی، وہ رضائے الٰہی پر راضی ہو گئے اور ان کو یہ یقین کامل حاصل ہو گیا کہ اللہ ہی انسان کے بلند اور رفیع پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ تو اللہ نے مؤمنین کو ہجرت کا حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں اللہ سے تقویٰ اور اللہ کی شریعت کی اساس پر نئی ریاست قائم کریں اور جو بھی انہیں قوت فراہم ہو اس سے اپنا دفاع کریں۔

یہ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسلمان کمزور تھے اور مدینہ منورہ میں انہیں طاقت حاصل ہو گئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اگر مسلمان چاہتے تو اہل عرب کی روش کے مطابق مکہ ہی میں اپنا بدلہ لے سکتے تھے لیکن اس وقت ان کو صبر کی تعلیم دی گئی اور مدینہ منورہ میں قوت کے استعمال میں ان کی راہنمائی کی گئی اور مدینہ منورہ میں بھی مؤمنوں کو یہ تربیت دی گئی کہ وہ قوت کا استعمال حصول مقاصد کے لئے کریں اور اپنے نفوس کو آلودگیوں سے پاک رکھیں اپنے قلوب کی نیتیں خالص رکھیں اور محض رضاء یا الٰہی کے لئے ہر عمل واقدام کریں۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ التوبہ 25:9

ابھی غزوۂ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا، مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔

مسلمان اپنی قوت اور شوکت پر خوش ہو گئے اور اس پر بھروسہ کرنے لگے تو ان کو سخت تنبیہ کی گئی اور بتایا گیا کہ اصل قوت تو اللہ ہی کی ہے، اسی سے مدد حاصل کرنی چاہیے، وہی جسے چاہتا ہے معرکہ میں کامیاب کرا دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ دنیا کے ہر معاملے کا اختیار

ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو صبر وشکر کی تلقین کی گئی اور انہیں بتایا گیا کہ دعوت کی کامیابی کا دارومدار مادی قوت پر نہیں ہے بلکہ اللہ کی منشاء پر ہے، اس لئے مسلمان ہمہ تن اللہ سبحانہٗ کی جانب متوجہ رہیں اور اسی کی قوت سے قوت حاصل کریں مگر جب مدینہ منورہ میں انہیں مادی قوت مل گئی تو انہیں یہ تربیت دی گئی کہ مادی قوت کسی کو اللہ سے مستغنی نہیں کرتی اور نہ ہی انجام دعوت مادی قوت سے طے ہوسکتا ہے بلکہ اصل انجام کار تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ التوبہ 9:27-26

پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مؤمنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

معرکہ احد

معرکہ احد میں جب جنگ کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور مسلمان غنیمت کی جانب متوجہ ہو گئے تو اس وقت بھی ان کو یہی تربیت دی گئی۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ال عمران 152:3

اللہ نے (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ تو اس نے پورا کر دیا ابتداء میں اس کے حکم سے تم ہی ان کو قتل کر رہے تھے، مگر جب تم نے کمزوری دکھائی اور اپنے کام میں باہم اختلاف کیا، اور جونہی کہ وہ چیز اللہ نے تمہیں دکھائی جس کی محبت میں تم گرفتار تھے (یعنی مال غنیمت) تم اپنے سردار کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے..... اس لئے کہ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے..... تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا کیونکہ مومنوں پر اللہ

بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔

معرکہ بدر

اسی طرح معرکہ بدر کے موقع پر ہدایت کی گئی۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝٩ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝١٠

الانفال 8:10-7

یاد کرو وہ موقع جب کہ اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دونوں گروہوں میں سے ایک تمہیں مل جائے گا، تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ تمہیں ملے مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تا کہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے خواہ مجرموں کو یہ کتنا ہی نا گوار ہو اور وہ موقع جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے جواب میں اس نے فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں یہ بات اللہ نے تمہیں صرف اس لئے بتا دی کہ تمہیں خوشخبری ہو اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں ورنہ مدد تو جب بھی ہوتی ہے اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یقیناً اللہ زبردست اور دانا ہے۔

واقعہ تبوک

اور واقعہ تبوک کے سلسلے میں ارشاد ہوا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝٨١ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٨٢ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝٨٣ التوبہ 9:83-81

جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اس سخت گرمی میں نہ نکلو۔ ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔ اب چاہیے کہ یہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ اس لئے کہ جو بدی یہ کماتے رہے ہیں اس کی جزا ایسی ہی ہے (کہ انہیں اس پر رونا چاہیے) اگر اللہ ان کے درمیان تمہیں واپس لے جائے اور آئندہ ان میں سے کوئی گروہ جہاد کے لئے نکلنے کی تم سے اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا، اب تم میرے ساتھ ہرگز نہیں چل سکتے اور نہ میری معیت میں کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو تم نے پہلے بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا تو اب گھر بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿91﴾ وَّلَا عَلَي الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿92﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۗءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿93﴾ التوبہ 9:93-91

ضعیف اور بیمار لوگ اور وہ لوگ جو شرکت جہاد کے لئے زادِ راہ نہیں پاتے اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں، جب کہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے وفادار ہوں۔ ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں پر بھی اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے جنہوں نے خود آکر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لئے سواریاں بہم پہنچائی جائیں، اور جب تم نے کہا کہ میں تمہارے لئے سواریوں کا انتظام نہیں کرسکتا تو وہ مجبوراً واپس گئے اور حال یہ تھا کہ ان آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور انہیں اس بات کا بڑا رنج تھا کہ وہ اپنے خرچ پر شریک جہاد ہونے کی مقدرت نہیں رکھتے۔ البتہ اعتراض ان لوگوں پر ہے جو مالدار ہیں اور پھر بھی تم سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں شرکت جہاد سے معاف رکھا جائے، انہوں نے گھر بیٹھنے والیوں میں شامل ہونا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا، اس لئے اب یہ کچھ نہیں جانتے (کہ اللہ کے یہاں ان کی اس روش کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے)۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠٢﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٣﴾

التوبہ 102-103:9

کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے۔ ان کا عمل مخلوط ہے کچھ نیک ہے اور کچھ بد۔ بعید نہیں ہے کہ اللہ ان پر مہربان ہو جائے کیونکہ وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے نبیؐ، تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔ کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ التوبہ 106:9

کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی خدا کے حکم پر ٹھہرا ہوا ہے چاہے انہیں سزا دے اور چاہے ان پر از سرِ نو مہربان ہو جائے اللہ سب کچھ جانتا اور حکیم و دانا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ التوبہ 111,112:9

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ، اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اللہ کی طرف بار بار پلٹنے والے، اس کی بندگی بجالانے والے اس کی تعریف کے گن گانے والے، اس کی خاطر زمین میں گردش کرنے والے اس کے آگے رکوع اور سجدے کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے بدی سے روکنے والے اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے

والے (اس شان کے ہوتے ہیں وہ مومن جو اللہ سے بیع کا یہ معاملہ طے کرتے ہیں) اور اے نبی، ان مومنوں کو خوشخبری دے دو۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ التوبہ 9:117-121

اللہ نے معاف کر دیا نبی کو اور ان مہاجرین و انصار کو جنہوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا۔ اگرچہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے (مگر جب انہوں نے اس کجی کا اتباع نہیں کیا بلکہ نبی کا ساتھ دیا تو) اللہ نے انہیں معاف کر دیا، بے شک اس کا معاملہ ان لوگوں کے ساتھ شفقت و مہربانی کا ہے اور ان تینوں کو بھی اس نے معاف کیا جن کے معاملے کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ خود اللہ ہی کے دامنِ رحمت کے سوا نہیں ہے تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تاکہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں یقیناً وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو، مدینہ کے باشندوں اور گردونواح کے بدویوں کو یہ ہرگز زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر گھر بیٹھے رہتے اور اس کی طرف سے بے پروا ہو کر اپنے اپنے نفس کی فکر میں لگ جاتے، اس لئے کہ ایسا کبھی نہ ہو گا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں اور منکرینِ حق کو جو راہ ناگوار ہے اس پر کوئی قدم وہ اٹھائیں اور کسی دشمن

سے (عداوتِ حق کا) کوئی انتقام وہ لیں، اور اس کے بدلے اس کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے۔ یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کبھی نہ ہوگا کہ وہ (راہِ خدا میں) تھوڑا یا بہت کوئی خرچ اٹھائیں اور (سعی جہاد میں) کوئی وادی وہ پار کریں اور ان کے حق میں اسے لکھ نہ لیا جائے تاکہ اللہ ان کے اس اچھے کارنامے کا صلہ انہیں عطا کرے۔

مذکورہ تنبیہات کا مقصد

یہ سخت تنبیہات اس لئے کی گئی کہ مومنین اللہ کے راستے میں جہاد سے پیچھے نہ رہیں۔ اور عملاً پھر کوئی مومن جہاد سے پیچھے نہیں رہا۔

بہر حال ان تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان حرص و مفاد مصلحت اور ذاتی رجحانات سے بالاتر ہو کر صرف ایک ہی مقصد کے لئے جدوجہد کریں اور ان کا ہر عمل محض رضائے الٰہی کے لئے ہو جائے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ التوبہ 24:9

اے نبیؐ، کہدو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔

نفس کی پہنائیوں میں جب یہ بات جاگزیں ہو جاتی ہے تو وہ مضبوط اور ثابت ہو جاتا ہے اور اس کا اختلال، کمزوری اور ضعف اور جھکاؤ ختم ہو جاتا اور پیش قدمی کے وقت پیچھے نہیں ہٹتا اور انتظار کے موقع پر آگے نہیں بڑھتا، اللہ کی اطاعت پر اس کی تربیت ہو جاتی ہے وہ شفاف اور نورانی ہو جاتا ہے اور وہ آفاق سے نور حاصل کرنے لگتا ہے اور قرآن کے بیان کردہ اس وصف میں ڈھل جاتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ ال عمران 110:3

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی اصلاح وہدایت کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اسلام کے نظام تربیت کے اجراء کے دوران ضروری نہیں ہے کہ نزول قرآن کی ترتیب کے لحاظ سے وہ واقعات بھی پیش آئے جو اولین اسلامی جماعت کو پیش آئے تھے۔ بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مختلف پیش آمدہ واقعات میں قرآنی حکمت عملی اختیار کیا جائے اور حادثات کے موقعے پر نفوس میں جو قبولیت کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے اور حادثہ اور واقعہ کے موقعے پر دل اللہ سے متعلق رہے اور مومن پورے ادراک اور شعور کے ساتھ آگے بڑھے اور راہنمائی اور ہدایت حاصل کرتا رہے۔

اسلامی معاشرہ

اسلام کے نظام تربیت کا ایک بنیادی تقاضا یہ بھی ہے کہ اسلامی معاشرہ موجود ہو۔ اس لئے کہ اگر اسلامی معاشرہ موجود نہیں ہوگا، یا اسلام کے برخلاف کوئی معاشرہ موجود ہوگا تو تربیت کے لئے کی گئی کوششیں رائیگاں ہو جائیں گی۔

بلاشبہ اسلامی معاشرہ کا وجود اسلامی تربیت کا اصل مقصود ہے مگر ساتھ ہی یہ اسلامی تعلیمات کے ذہنوں میں راسخ ہونے کا اور ابتداء ہی اسلامی تربیت کے حامل افراد کار تیار ہونے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ مقصود اور وسیلہ کی یہ پیوستگی ویسی ہی پیوستگی ہے جیسی خود فرد اور معاشرہ کے مابین ہے اور جیسی ایک نسل اور مسلسل آنے والی نسلوں کے درمیان ہے کہ کسی بھی مقام پر ایک نسل اور دوسری نسل کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں کھینچی جاسکتی اور کسی بھی مرحلے پر فرد اور معاشرے کے درمیان خط امتیاز نہیں قائم کیا جاسکتا۔ بالکل اسی طرح اس مقصود اور اس وسیلے کے درمیان خط فاصل نہیں بنایا جاسکتا۔

اسلامی معاشرہ کے برپا کرنے کا طبعی طریقہ کار یہ ہے کہ ہم اپنے کام کا آغاز افراد

سے کریں خود رسول اللہؐ نے یہی طریقہ کار اختیار فرمایا کہ جب آپؐ نبوت و رسالت سے سرفراز ہو گئے تو آپ عملی زندگی میں بھی متحرک ہو گئے۔ تمام نبوتوں اور رسالتوں کی یہی خصوصیت رہی ہے اور ان میں سے سب سے اہم یہ دین اسلام ہے جس میں اللہ نے تمام ادیان کا خلاصہ اور تمام رسالتوں کی خصوصیات ودیعت فرمادی ہیں اور اس دین اسلام کو اس قدر توانائی اور تحریک بخشی ہے کہ اس نے ایک خشک شور اور بنجر زمین پر جڑیں پکڑ لیں اور جب ایک مرتبہ اس کی جڑیں مرتکز ہو گئیں تو اس کا تناور درخت تمام دنیا پر سایہ فگن ہو گیا اور اقوام عالم کے مکروفریب اپنوں کی غداریوں اور تاتاری اور صلیبی جنگوں سے بھی اس اسلام کو ختم نہ کیا جا سکا...... اور آج پھر اسلام ایک نئی نشاۃ ثانیہ کے لئے کروٹیں لے رہا ہے۔

قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسلام سے جو حرکت اور زندگی پیدا ہوئی وہ آپؐ کی تعلیم سے دوسرے افراد کے نفوس میں بھی پیدا ہو گئی اور یہ افراد ایک مسلم معاشرہ کے برپا کرنے کی عملی جدوجہد میں لگ گئے پھر یہ عمل آگے بڑھا اور مسلم معاشرہ نے ایسے افراد تیار کرنے شروع کئے جو اپنے اخلاق و روایات اپنے طرزِ عمل اور اپنی فکر و شعور کی روش میں مکمل طور پر مسلمان ہوں، اور اس اسلامی معاشرہ کی پرورش گاہ میں نئی نسلیں اٹھتی رہیں اور وہ از سرِ نو اسلامی معاشرہ کے قیام اور استحکام کے لئے جدوجہد کرتے رہیں تاکہ خود اصل مقصود بھی مقصود کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ بن جائے اور نسل در نسل یہ عمل تسلسل کے ساتھ آگے بڑھتا رہے۔

اسلامی معاشرہ وجود میں آکر یکساں مستقیم حالت میں رواں دواں نہیں رہا بلکہ اس میں اختلال بھی پیدا ہوتا رہا۔ اور سب سے بڑا اختلال صلیبی جنگوں میں شکست کے نتیجے میں پیدا ہوا، کہ یہ شکست اسلامی معاشرے کی رگ جاں میں پیوست ہوتی گئی اور مسلمان اپنے قلعوں اور اپنے مورچوں کو تو بچاتے رہے مگر اپنی فکری اور روحانی اقدار سے اور اپنے وجود کے مقدمات سے دست بردار ہوتے گئے...... یہاں تک کہ اسلامی معاشرہ انحطاط سے دوچار ہو گیا اور از سرِ نو اس کی تعمیر جدید کی ضرورت پیش آگئی۔

جب اولین اسلامی معاشرہ وجود میں آیا تھا تو وہ ایک سخت بدترین سرکش اور معاند

جاہلیت کے درمیان برپا ہوا تھا، اور آج بھی جب اسلامی معاشرہ برپا ہوگا تو وہ اسی بیسویں صدی کی بدترین جاہلیت کے قلب میں برپا ہوگا۔

اسلامی معاشرہ: اسلامی تربیت کا لازمہ

اسلامی معاشرہ بہرصورت تربیت اسلامی کی ایک لازمی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ اگر اسلامی معاشرہ موجود نہ ہو یا ایسا معاشرہ ہو جو اسلام کا معانِد اور اس سے متضاد ہو تو اسلامی تربیت کے ضمن میں کی گئی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں اور ساری جدوجہد رائیگاں چلی جائے گی۔ اس کی مثال اس طرح سمجھئے کہ آپ اپنے بیٹے اور بیٹی کی کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں تربیت کر رہے ہیں اور ان کو ان عادات واطوار کی تلقین کرتے رہتے ہیں جو ایک مسلم معاشرے میں رہنے والے مسلم افراد کے لئے ضروری ہیں۔ اب ان بچوں کو معاشرے سے جدا گھر کے قید خانے میں محبوس نہیں کیا جاسکتا کہ ایسا کرنا ناممکن بھی ہے اور اسلامی تربیت کے تقاضوں کے بھی برخلاف ہے۔ اس لئے کہ اسلام زندگی سے کنارہ کشی اور عزلت نشینی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسلام تو بھرپور اور دائمی عملی زندگی کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی روش کی تعلیم دیتا ہے جو واضح اور نظر آنے والی ہو۔

لامحالہ آپ یہی کریں گے کہ اپنے بچوں کو اس آفت زدہ معاشرے میں جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اور جوں ہی وہ گھر سے باہر قدم رکھیں گے انہیں ایسے بچے ملیں گے جو دامن حیا کو تار تار کر دینے والی گالیاں دے رہے ہوں گے اور انہیں معاشرے کے ایسے افراد ملیں گے جو دھوکہ دے رہے ہوں گے فریب کر رہے ہوں گے اور منافقانہ روش اختیار کئے ہوئے ہوں گے اور ان کو ایسے استاد اور استانیاں ملیں گے کہ جب انہیں کسی نگران کے دیکھ لینے کا خوف ہوگا وہ خوب دل لگا کر پڑھائیں گے ورنہ گپ شپ میں ہی تعلیم کا وقت نکال دیں گے۔ اور جب وہ بازار میں پہنچیں گے تو دھوکہ دہی، فریب دہی، ملاوٹ اور مکر وحیلے کے سوا انہیں کچھ نظر نہ آئے گا! ہر طرف غلامی ہے۔ بڑا چھوٹے کو دبا رہا ہے، طاقتور کمزور کا گلا گھونٹ رہا ہے اور دولتمند اکڑ کر چل رہا ہے اور مفلوک الحال پستی کے ساتھ گردن جھکائے جا رہا ہے! ہر پیرہن میں برائی موجود ہے ہر لباس میں بے حیائی چھپی ہوئی

ہے۔ تعلیمی اداروں میں لڑکے اور لڑکیاں جذبات انگیز رومانی کہانیاں سنا رہے ہیں، عورتیں آرائش وزیبائش کے ساتھ اپنے حسن کی نمائش میں مصروف ہیں۔ پکچروں کے حیا سوز اشتہار جا بجا آویزاں ہیں، اخبارات کے صفحے بے حیائیوں سے سیاہ ہوئے ہیں۔ نوجوان عبث اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں اور آوارہ گردی کر رہے ہیں۔ ان کی روش جانوروں سے بدتر اور ان کے اطوار حیوانات سے گئے گزرے ہیں۔

غرض معاشرے کی ہر قدر الٹی ہے۔ فضائل اخلاق مٹی میں مل گئے ہیں اور رذیلِ اخلاق کامیابی کا زینہ بنے ہوئے ہیں۔ بدکار و بدکردار اور بدقماش لوگوں کے اوپر چڑھ رہے ہیں اور شرافت وکرامت اور دین واخلاق کی پاسبانی کرنے والے دھتکارے ہوئے کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہیں۔ پارسا اور پاکباز لڑکی کو رشتہ میسر نہیں اور نیکوکار لڑکے زندگی کے ہر میدان میں پسپا ہیں۔

سماج کی ہر روش پرفریب، ہر پہلو دھوکہ فتنے اور بے غیرتی سے بھرپور، برہنگی کی دلفریبیاں، ایمان ویقین پر بجلیاں گرانے والی بے حیائی کی پتلیاں، اخلاق سوز افسانے۔ دیدہ دہن صحافت، حیا سوز گانے اور اختلاط مرد وزن کی گندگی اور وبائی ماحول...... اور اس ماحول میں جاتے ہیں آپ کے بچے اور بچیاں...... بھلا بتایئے وہ کیوں کر مسلمان رہ سکتے ہیں اور کس طرح مسلمان بن سکتے ہیں۔

اصلاحِ احوال کا منطقی طریقہ

اصلاح کا ایک ہی منطقی طریقہ ہے...... اور یہی سنت اللہ بھی ہے...... کہ اسی معاشرے سے چند افراد کی ایک جماعت اُٹھتی ہے اور وہ معاشرے کے اس سیلاب کے ساتھ بہہ جانے سے انکار کر دیتے ہیں وہ اس گندگی میں اپنے دامن کو بچا کر رکھتے ہیں اور معاشرے کی فکری قیادت اور راہنمائی کے فرائض انجام دینا شروع کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ معاشرے کے ستھرے اور پاکیزہ فطرت لوگ ان کے گرد اکٹھے ہوتے جاتے ہیں اور بالآخر ان افراد کی کوششوں سے اور قربانیوں سے اسلامی معاشرہ برپا ہو جاتا ہے۔

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ الانبیاء 104:44

جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی اسی طرح پھر اس کا اعادہ کرینگے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ الاحزاب 62:33

یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

عام افراد کی اسلامی منہاج کے مطابق تربیت میں خواہ کتنی ہی سعی و کاوش کی جائے مگر اس کے نفس میں مبادیات ایمان اور فضائل اخلاق راسخ کرنے کے لئے اسلامی معاشرہ کا وجود ناگزیر ہے تاکہ وہ اس اسلامی معاشرہ میں اسلامی تربیت کے عملی نمونے دیکھے اور ان کی اتباع اس کے فکر و عمل کو درست کرتی چلی جائے۔ عام افراد ہیروز (ابطال) نہیں ہوتے کہ وہ معاشرے کی روش سے ہٹ کر چلیں اور ایک گندے معاشرے میں پاکیزہ زندگی گزاریں اور لوگوں کو پاکیزگی کی تلقین کرے ان میں یہ شعور اور احساس اجاگر کریں کہ جس معاشرے میں وہ سانس لے رہے ہیں اسے تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

اسلامی معاشرے کی اولین علامت یہ ہے کہ وہ پاکیزہ ہونے کے ساتھ ایک آزاد معاشرہ ہوتا ہے۔ اس میں فرد یا جماعت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، اس میں نکمی اور فرسودہ روایات کی جکڑ بندیاں نہیں ہوتیں اور اس میں انسانی رفعت (Sublimation) کی راہ میں رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔ اس میں انسان حیوان نہیں بنتا بلکہ ''انسان'' بن کر رہتا ہے۔

اسلامی معاشرہ میں ''انسان'' ہر بندگی سے آزاد ہو جاتا ہے سوائے اللہ کی بندگی کے...... اور اللہ سے تعلق اور غیر اللہ سے لاتعلقی اس میں اس قدر قوت اور فعالیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ حق کے سوا کسی شے کے سامنے نہیں جھکتا، اور وہ ایک ایسے معاشرے کا فرد بن جاتا ہے جس کا ہر فرد اللہ ہی کا تابع فرمان ہوتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتا۔

اسلامی معاشرہ میں انسانوں کے درمیان تمام باہمی تعلقات اللہ سے تعلق سے پیوست ہوتے ہیں اس معاشرے کے تمام افراد بھلائیوں کے فروغ اور نیکیوں کے پھیلانے میں باہم تعاون کرتے ہیں اور گناہ اور برائی کو مٹانے میں تعاون کرتے ہیں اور

باہم مل جل کر ایسی فضا اور ایسا ماحول تیار کرتے ہیں جس میں آنے والی نسلیں گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک زندگی کی تربیت حاصل کریں۔

اسلامی معاشرہ میں حکمراں اور رعایا سب اللہ کے نظام کے قیام میں باہمی تعاون کرتے ہیں اور اس منہاج کو برپا کرتے ہیں جو تمام انسانوں، فرد ہوں یا اجتماع سب کو مشتمل اور ان کے جملہ اقتصادی اجتماعی، سیاسی، حربی اور قانونی پہلوؤں کو حاوی ہے۔

اسلامی معاشرہ کا ہر فرد صالح معاشرہ کے برپا کرنے کی جدوجہد اور ہر مرد و زن نئی نسل کی نشوونما اور تربیت میں مصروف ہوتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ میں ہر شئے مسلمان ہوتی ہے، اسلامی حکومت ہوتی ہے، مسلم رعایا ہوتی ہے، اسلامی اقتصادیات اسلامی اجتماعیات، خاندان اسلامی، درسگاہیں اسلامی، نشرو اشاعت کے ادارے اسلامی اور فن و ادب اور لٹریچر اسلامی......اور لازماً معاشرے کے تمام افراد مسلم![1]

اسلامی معاشرے پر اسلامی اقدار اور اسلامی قوانین کی بالادستی ہوتی ہے اور اس معاشرے کے تمام افراد میں باہمی اقتصادی، اجتماعی، فکری اور روحانی کفالت اور تعاون موجود ہوتا ہے۔[2]

یہ معاشرہ پاکیزگی پر استوار ہوتا ہے پاک وصاف اور پاکیزہ نوجوان نسل نشوونما پاتی ہے، میاں بیوی اور بچوں کے درمیان طہارت اور پاکیزگی کے تعلقات ابھرتے ہیں، آقا اور غلام، مالک اور کارکن اور حکمران اور محکوم سب کے درمیان تعلقات میں پاکیزگی، نظافت اور فکر وعمل کی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔

یہ معاشرہ حق پر استوار ہوتا ہے اس میں کوئی ظلم، کوئی زیادتی، کوئی ناانصافی نہیں ہوتی، اس میں باطل مرجھاتا اور حق لہلاتا ہے، اس میں انسانی اقدار پنپتی اور افزائش پاتی ہیں، اس میں روحانیت پھلتی اور پھولتی ہے، اس میں مادی ترقی حاصل ہوتی ہے اور روحانی ترقی نفس

(۱) دیکھئے: معرکۃ التقالید۔ کا باب ''جب ہم مسلمان ہوں گے۔''

(۲) دیکھئے العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام۔

کے ارتقاع کا سبب بنتی ہے۔ یہ معاشرہ انسان کی توانائیوں کو تعمیر ترقی اور خیر کے کاموں میں لگاتا ہے اور ان قوتوں کو برائی، شر اور فساد کے امور میں ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ یہ معاشرہ شر، برائی اور فساد کی جڑ مار کر رکھ دیتا ہے۔ اس معاشرے میں جدوجہد کے سارے پیمانے انصاف اور عدل پر قائم ہوتے ہیں کیونکہ معاشرے کے تمام افراد اللہ پر ایمان اور عمل خیر کی کامیابی پر یقین رکھتے ہیں۔ اور یہ سارا معاشرہ ایمان باللہ پر استوار ہوتا ہے اور اس میں پوری طرح منہاج الٰہی کارفرما ہوتا ہے۔ (۱)

اس معاشرے میں ''انسان صالح'' پیدا ہوتا ہے اور جب یہ اسلامی معاشرہ وجود میں آجائے تو معمولی کوششوں سے زیادہ صالح افراد تیار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم ہوجانے کے بعد ہم اس بھروسے پر بیٹھ جائیں کہ ہمارے بچوں کی تربیت معاشرہ سرانجام دے لے گا۔ بلکہ ہر فرد کو ہمیں جدا جدا تربیت دینی ہوگی اور معاشرہ اس تربیت سے ہم آہنگ فضا مہیا کریگا۔

اسلامی معاشرہ خاندان، اور والدین کی جانب بہت توجہ دیتا ہے۔ کیونکہ ایک اخلاق فاضلہ کا حامل خاندان ہی مسلم معاشرے کی بنیاد ہے۔

غرض جس وقت اسلامی معاشرہ، مسلم خاندان اور مسلم فرد وجود میں آجائے گا اسلام کا نظام تربیت اپنے جملہ فوائد کے ساتھ بروئے کار آجائے گا۔

تربیت کے فوائد

اسلام کے منہاج تربیت کے تحت ہم جن انسانوں کو تربیت دیں گے اور جن کی روح عقل اور جسم کو سنواریں گے اور جن کو ہم مثالی نمونہ، نصیحت، قصص، عادت اور واقعات کی مدد سے تربیت دیں گے وہ کس قسم کے انسان ہوں گے اور ان کی کیا علامات ہوں گی، کیا خصوصیات ہوں گی، کیا کیفیات ہوں گی اور ہم اس کو کس طرح ایک مثالی نمونہ بنا کر پیش کریں گے؟......سب سے پہلی جو بات ہم کہہ سکتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اسلام کے نظامِ تربیت

---

(۱) اس کتاب کے آخر میں دیکھئے ''واقعیت اور مثال کے درمیان۔''

کے تحت ایک ''انسان صالح'' ظاہر ہوگا، جو ایک عابد انسان ہوگا...... عبادت کے اس معنی کے ساتھ جو ہم اس کتاب کے ابواب میں بیان کر چکے ہیں، یعنی یہ کہ اس کا ہر عمل ہر اقدام ہر سوچ اور ہر فکر اللہ کی ہدایت کے تابع ہو۔

انسان صالح کی خصوصیات

لیکن صرف اس بات سے کہ اسلام کے نظامِ تربیت سے ایک ''صالح اور عابد انسان'' تیار ہوتا ہے اس انسان کی پوری خصوصیات واضح نہیں ہوتیں، بلکہ اس سلسلے میں مزید وضاحت کی ضرورت ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس انسان میں تقویٰ، خشوع اور حیا ہوگی۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ الحجرات 13:49

درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ الفتح 29:48

سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ الاحزاب 35:33

بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ النور 24:31-30

اے نبیؐ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ

ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

''حیاء ایمان کا حصہ ہے۔'' (حدیث نبویؐ)

اب ہمارے سامنے ایک شخص آتا ہے جس کے چہرے سے تقویٰ اور خشوع ظاہر ہوتا ہے اور جس کی حرکات سے نرمی، سکون اور حیاء ظاہر ہوتی ہے، مگر اس کا سکون دھوکہ دینے والا نہیں ہے اور اس کی حیاء کمزوری کی علامت نہیں ہے وہ اپنا سر صرف خدائے واحد کے سامنے جھکاتا ہے اور صرف خدا سے ڈرتا ہے، جب کہ غیر اللہ کے سامنے وہ قوی، مضبوط اور پرعزم ہے اور اپنے دین کے معاملے میں بڑا سخت اور شدید ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الفتح 29:48

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔

نہ تو اس کی رحم دلی سخت گیری میں حارج ہے اور نہ اس کی سخت گیری اس کی رحم دلی میں رکاوٹ ہے اس کی ہر خوبی اپنی جگہ اور اپنے مقام پر درست ہے اور اس میں اس قدر لچک ہے کہ وہ ہر موقعے کے لحاظ سے موقف اختیار کر لیتا ہے اور قوت و طاقت کو اور رحم دلی اور سخت گیری کو اپنے اپنے مقام پر استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کافروں اور منافقوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ التوبہ 73:9

اے نبیؐ، کفار اور منافقین دونوں کا پوری قوت سے مقابلہ کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

اور مومنین کے بارے میں یہ ارشاد ہوا کہ

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ ال عمران 159:3

یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔

کفار کے بارے میں سخت رویہ اختیار کرنے کی وجہ طبیعت کی سخت گیری اور درشتگی نہیں ہے کہ یہ صفات پسندیدہ نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ کا رسولؐ اس قسم کی صفات سے

بلند ہے بلکہ کفار کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے کی وجہ شر کے مقابلے میں قوت استعمال کرنا ہے جو خیر کے حصول کے لئے ناگزیر ہے۔ اور مومن کا اصل مقصود ہی خیر کا حصول ہے اور وہ ہر ممکن طریقے سے خیر کے مقصد کو حاصل کرتا اور شر کو دفع کرتا ہے۔ کبھی وہ محض کلمہ طیبہ (اچھی بات) سے شر کو دفع کرتا ہے۔

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

فصلت 34:41

تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ المومنون 96:23

برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو بہترین ہو۔

کبھی نصیحت سے شر کی مدافعت کی جاتی ہے۔

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ النحل 125:16

اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

اور کبھی یہ وسائل کامیاب نہیں ہوتے تو سختی اور درشتگی ضروری ہو جاتی ہے اور اس وقت سخت روش اختیار کرنا ہی درست اور موزوں ہوتا ہے۔

مومن تمام حالات میں قوی اور تمام کیفیات میں بلند ہوتا ہے۔

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾ آل عمران 139:3

دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

مومن خوشی اور مسرت کے لمحات میں جھوٹی خوشی سے سرشار اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا، کیونکہ اسلام تکبر اور غرور کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ ﴿ۚ۱۸﴾ وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَاغۡضُضۡ مِنۡ صَوۡتِکَ ؕ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ الۡحَمِیۡرِ ﴿۱۹﴾ لقمان 18,19:31

اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، زمین میں اکڑ کر نہ چل اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے کو

پسند نہیں کرتا، اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز ذرا پست رکھ سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾

الاسراء 37:17

زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

ان آیات میں تواضع، اعتدال اور میانہ روی کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ درحقیقت اصل عزت اللہ پر ایمان اور اپنے نفس کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے کی ذلت سے بچانا ہے اور اپنے نفس کو ہر برائی گندگی اور آلودگی سے محفوظ رکھنا ہے۔ مومنین کی یہ عزت اور یہ رفعت سربلندی اور فتح وکامرانی کے موقعے ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اور ہر موقعہ پر ہے چنانچہ مومنین کو انتم الاعلون جنگ میں شکست اور غلبہ کفار کے بعد کہا گیا۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

ال عمران 3:140-139

دل شکستہ نہ ہو، غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو، اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

بہر حال یہ سربلندی یہ رفعت اور یہ عزت اس انسان صالح کی اور اس مومن انسان کی زیادہ نمایاں خصوصیت اور علامت ہے جو زندگی کے ہر مرحلے میں نمایاں رہتی ہے۔ مومن شکست اور ہزیمت کے وقت بھی اس لئے سربلند رہتا ہے کہ اس کی سربلندی کا تعلق دنیاوی فتح ونصرت سے نہیں ہوتا کہ شکست و ہزیمت اس کو سرنگوں کر دے بلکہ اس کی سربلندی کا تعلق ایمان باللہ سے اور اللہ سے ربط و تعلق سے ہوتا ہے جو اس کی دل کی گہرائیوں میں پیوست ہوتا ہے اور شکست و ہزیمت اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

دنیا کی دلکشیوں اور دلفریبیوں کے بالمقابل بھی مومن سربلند رہتا ہے کیونکہ مومن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے اور وہ دنیا کے کسب کی خاطر، خواہ وہ اہل دنیا کی نظر میں کتنا ہی بڑا

مفاد ہو، راہِ حق سے نہیں ہٹتا اور صرف اللہ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ طٰہٰ 131:20

اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے، وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال بہتر اور پائندہ تر ہے۔

شہوتوں اور خواہشوں کے بالمقابل بھی مومن سر بلند رہتا ہے، اس لئے کہ مومن اللہ کی نظر میں اور خود اپنی نظر میں مکرم ہوتا ہے اور اس کے لئے یہ موزوں نہیں ہوتا کہ وہ کسی خواہش کے حصول میں اپنے مقام سے گر جائے اور گندگی اور آلودگی میں لتھڑ جائے، حالانکہ اس دنیا کی لذتوں سے زیادہ پاکیزہ، نفیس اور عمدہ اس کے لئے اللہ کے پاس موجود ہیں۔

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ النور 33:24

اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں، انہیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے۔

مومن کھوئی قدروں اور نکمی روایتوں سے سر بلند ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ ان قدروں اور روایتوں پر قائم ہوتا ہے جو منہاجِ الٰہی سے مستفاد ہوتی ہیں اور اسے انسانوں کی بنائی ہوئی قدریں متزلزل نہیں کرتیں اور اس پر غالب نہیں آتیں، کیونکہ اس کی نظر میں یہ مادی قدریں اور یہ انسانی ریتیں بے حقیقت اور بے وزن ہیں اور ان سے اشیاء کی حقیقتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ الکہف 28,29:18

اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے

شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط وتفریط پر مبنی ہے۔ صاف کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔

مومن جو اس طرح سر بلند ہوتا ہے وہ اپنا چہرہ لوگوں کے سامنے ذلیل نہیں کرتا اور زمین پر اکڑ کر نہیں چلتا۔ بلکہ وہ اپنے انسان بھائیوں کا احترام کرتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کا احترام کرتے ہیں کہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے نفس میں ٹھوس حقیقت موجود ہوتی ہے اور وہ خالی اور کھوکھلا نہیں ہوتا۔

مومن انسان اور صالح انسان اپنی سر بلندی اور رفعت میں دوسروں کو حقیر نہیں جانتا، لیکن جب لوگ اسے تکلیف اور ایذاء پہنچاتے ہیں تو وہ ان کو اپنے سے دور کر دیتا ہے اور ان کے کمتر ہونے کا اظہار کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے مظلوم کو سوءِ قول کے اظہار کی اجازت دی ہے حالانکہ عام حالات میں بری بات کہنا اللہ کو پسند نہیں ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ النساء 148:4

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔

اسی طرح مومن کمتر لوگوں کی زیادتی کو ان کی حقارت اور اپنی سر بلندی سے دفع کرتا ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ الفرقان 63:25

رحمن کے اصلی بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔

انسان صالح انسانی جذبات کا حامل ہوتا ہے وہ بنی نوع انسان پر نرمی اور مہربانی کرتا ہے اور یہ باور کرتا ہے کہ تمام انسان کی تخلیق ایک ہی طرح ہوئی ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ الاعراف 189:7

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

اسے معلوم ہے کہ تمام بنی نوع انسان اس وحدت تخلیق کی بناء پر آپس میں بھائی

بھائی ہیں، اس لئے وہ انسانوں سے شفقت مہربانی اور محبت کا سلوک کرتا ہے اور ان غلط باتوں پر انہیں معاف کر دیتا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ ال عمران 133,134:3

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی ہے جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔

وہ انسانوں کے لئے بھلائی اور خیر کا خواہاں ہوتا ہے وہ ان تمام انسانوں کے لئے رحم دل ہوتا ہے خواہ انہیں جانتا تک نہ ہو، وہ خوگر عمل ہوتا ہے انسانیت کے فائدے کے لئے عمل کرتا اور اکثر انسانوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

''نفس ابن آدم پر ہر روز صدقہ واجب ہے، پوچھا گیا یا رسول اللہ ہم روز کس طرح صدقہ کریں، آپؐ نے فرمایا، خیر کے دروازے بہت سے ہیں، سبحان اللہ کہنا ہے، الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے۔ راستے سے تکلیف وہ شئے کو ہٹا دینا، بہرے کو سمجھا دینا، اندھے کو راستہ بتا دینا، کسی کی ضرورت پوری کر دینا، اور اپنی ٹانگوں کی پوری قوت سے مدد کے لئے چیخ و پکار کرنے والے کی مدد کو دوڑنا اور اپنے بازوؤں کی قوت سے کمزور گرے ہوئے شخص کو اٹھا لینا۔'' (ابن حبان، بیہقی)

مومن تو قتل و خونریزی اور جنگ و جدل کے موقعے پر بھی انسانی جذبات سے عاری نہیں ہوتا۔

''اللہ سبحانہ نے ہر شئے کے بارے میں حسن کاری کی تعلیم فرمائی ہے۔ اس لئے جب تم قتل کرنے لگو تو اچھے طریقے پر قتل کرو، اور جب جانور ذبح کرنے لگو تو اچھی طرح ذبح کرو اور دھار تیز کر کے جلد جانور کو آرام پہنچا دو۔'' (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

محبت کرنا اور محبت کرنے پر قدرت رکھنا اور بے غرض، بے مفاد اور بے لوث محبت

رکھنا انسان صالح کی ایک اور خصوصیت ہے اور جس قدر اس کے جذبہ حب میں اضافہ ہوتا جائے گا اتنا ہی اس کی انسانیت میں رفعت پیدا ہوتی جائے گی۔

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ لوگوں کے لئے وہی کچھ پسند کرنے لگے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' (بخاری)

یہ ہے وہ نفسیاتی عظمت اور طبیعت کا استغناء جو لوگوں پر محبت اور عطا نچھاور کراتا ہے کیونکہ اس محبت کا حقیقی منبع کبھی نہ ختم ہونے والا حب الٰہی کا فیاضانہ اور موج در سرچشمہ منبع ہوتا ہے۔ چونکہ مومن لوگوں سے محبت کرتا ہے اس لئے ان کے حق میں خیر پسند کرتا ہے، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی لئے کرتا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت اور خیر کا خواہاں ہے۔ یہ نہیں کہ وہ لوگوں پر اپنی سربراہی اور قیادت مسلط کرنا چاہتا ہے۔

مومن۔ انسان صالح۔ کریم النفس اور صاحب مروت ہوتا وہ لوگوں کو تکلیف اور مشکل میں دیکھ کر ان کی مدد کے لئے دوڑتا ہے اور ان کی اپنی جان و مال سے مدد کرتا ہے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ البقرہ 177:2

اور اللہ کی محبت میں اپنا دلپسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔

انسان صالح۔ مومن۔ اپنے فکر و عمل اور شعور میں متوازن اور معتدل ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کی قوت باعمل اور شریک زندگی ہوتی ہے۔ وہ کسی اچانک واقعے پر جذباتی نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کی عقل اسے جذباتی ہونے سے باز رکھتی ہے۔ وہ سوچ کے گنبد اور فکر کی محراب ہی میں بند نہیں رہتا بلکہ اس کی قوت حیات اسے آمادۂ عمل رکھتی ہے۔ وہ مادی زندگی اور دنیا کی لذتوں میں غرق نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی روحانی قوت اس کو اس گراوٹ سے بچائے رکھتی ہے اور وہ زندگی کی طیبات سے اس طرح مستفید ہوتا ہے کہ ان میں پھنس کر نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ہر وقت انہیں چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل سکتا ہے۔ وہ کسی خبر کو سن کر اس کی تحقیق اور متیقن کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ الحجرات 6:59

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر پریشان ہو۔

وہ ہر جدید نظریہ پر نہیں لپکتا بلکہ اس کو اپنے اوزان سے دیکھتا ہے اور معلوم کرتا ہے کہ اس میں کتنا حق ہے۔ اس لئے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝ النجم 28:53

وہ محض گمان کی پیروی کرر ہے ہیں اور گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْــُٔوْلًا ۝ الاسراء 36:17

کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقینا آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

مگر وہ قدیم پر جمود نہیں اختیار کرتا، بلکہ نعمت الٰہی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی فکر کو تدبر اور معرفت میں لگاتا ہے اور جہاں کہیں بھی حق پاتا ہے تو اس کی اتباع کرتا ہے۔ اس لئے کہ "دانائی مومن ہی کی متاع گم گشتہ ہے۔" (ترمذی) اور جہاں بھی وہ ملے وہی اس کا حقیقی وارث ہے۔

وہ معتدل اور متوازن ہوتا ہے اور وہ اللہ کے منہاج اور اس کے دستور سے ہدایت پاتا ہے، اور اسی کے اوامر پر عمل کرتا اور اس کے ممنوعات سے باز رہتا ہے۔

مؤمن...... انسان صالح...... دراصل روئے زمین کی ایک مؤثر اور فعال قوت ہوتا ہے اور اس میں حیرت انگیز قوت اور فاعلیت موجود ہوتی ہے اور اس میں اس قدر متحرک ایمانی قوت موجود ہوتی ہے جو دنیائے محسوس میں بروئے کار آتی ہے۔ اس کے تقاضائے ایمان کے تحت اللہ کا دستور اور اللہ کا منہاج اس کی احقیت اس کی افضیلت اور اس کی اہمیت دنیائے شعور اور عمل میں بروئے کار لاتی رہتی ہے۔

مومن کی قوتِ کردار کا سرچشمہ

قوت خالقہ کی حقیقت کے بارے میں اس کا تصور، حقیقت ایمان، حقیقت کائنات، حقیقت انسان اوران حقائق کے درمیان ارتباط ہر معاملے اور ہر پیش آمدہ مسئلے میں اس کی رائے متعین کرتا ہے جواس کے منہاج زندگی سے مستفاد ہوتی ہے۔اسی لئے کسی حادثے، کسی موقعے پر، اور کسی رائے یا اقدام میں اس کی رائے سلبی نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ وہ اپنے مخصوص تصور کے تحت مثبت رائے اختیار کرتا ہے۔

اس کی عملی قوت اللہ سبحانہ' کی مرضی کے مطابق روئے زمین کی ترقی اور تعمیر میں لگی ہوتی ہے اوروہ سست وکاہل بناہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھتا!

اس کی فعال ایجابیت شر کے راستے میں مزاحمت کرتی اورحتی الوسع شر کے خلاف جہاد کرتا ہےاوراوراسے ختم کر کے رہتا ہےاوراگرشر کے مقابلے میں وہ مغلوب بھی ہوجائےتو بھی اس کا قلب شر سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ دل سے وہ ہمیشہ شر کو براہ ہی سمجھتا رہتا ہے جو ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

وہ اپنی ایجابیت اور فعالیت کے تقاضوں کے تحت مستقل مزاج ہوتا ہے۔وہ اپنے وجود کی اہمیت سے واقف ہوتا ہےاوراسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کتنی قیمتی ہے اوروہ اپنی اس قیمت کا اندازہ اپنے حسب ونسب اوراپنے مال ودولت سے نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنی قیمت کا اندازہ اس امر سے کرتا ہے کہ وہ مومن ہےاوراس حقیقی قوت سے ہدایت یافتہ ہے جوتمام کائنات کی روح اوراصل قوت ہے۔یہی ہدایت اس میں فعال کائناتی قوت پیدا کر دیتی ہےاوراسے یہ احساس ہوجاتا ہے کہ اسے اللہ سبحانہ' کی جانب سے ہدایت اورقوت حاصل ہے۔

مومن......انسان صالح......اپنے اس انفرادی شخص کے باوجود ایک اجتماعی وجود بھی ہوتا ہےاوراس کی انفرادیت اور مستقل مزاجی اس کے اورلوگوں کے درمیان عاجز نہیں ہوتی بلکہ اس کے اور کائنات کے درمیان ربط قائم رہتا ہےاور یہ وہ ارتباط ہوتا ہے جواس کا اپنے خالق سے ہوتا ہےاور خالق کے تعلق سے تمام مخلوقات سے ہوتا ہے۔

ایمان کی سب سے بڑی قوت۔ یعنی محبت۔ ارتباط اور تعلق قائم کرنے والی اور جو اجز اور رکاوٹیں دور کرنے والی ہے۔ اور نیکی اور تقویٰ کے امور میں ایک دوسرے سے تعاون بھی مومن کو افراد سے ارتباط کی متقاضی ہے۔ بہر حال مومن محبت کرنے والا، ارتباط رکھنے والا اور اجتماعی تعلقات استوار کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے کہ اسلام طبعاً عزلت نشینی کو پسند نہیں کرتا، اور اسی لئے یہ ارشاد ہوا ہے کہ

''جو مومن لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء رسائی پر صبر کرتا ہے وہ اس مومن سے زیادہ اجر پائے گا، جو لوگوں سے ملتا جلتا نہیں ہے اور ان کی ایذاء رسائی پر اسے صبر نہیں کرنا پڑتا۔'' (بخاری۔احمد)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مومن جب دوسرے لوگوں سے ملتا جلتا اور ان سے محبت سے پیش آتا ہے تو وہ خود لوگوں کی تکلیف کا باعث بن جاتا ہے، بلا اجازت بے موقع اور ناوقت ان کے گھروں پر جاتا ہے اور ان کی راحت و آرام میں خلل ڈالتا ہے۔

بلکہ اسلام نے اس باب میں بھی ہدایت دی ہیں اور اس کے طرز عمل کی اصلاح کی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ النور 27:24

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ داخل ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ الحجرات 4,5:49

اے نبیؐ، جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر وہ تمہارے برآمد ہونے تک صبر کرتے تو انہی کے لئے بہتر ہوتا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ

الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۛ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ النور 58:24

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، لازم ہے کہ تمہارے لونڈی غلام اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں، صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر جبکہ تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو، اور عشاء کی نماز کے بعد یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ الاحزاب 53:33

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نبیؐ کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو۔ نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاؤ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔

اس تہذیب اور اس تعلیم و تربیت نے مومن کو ایک حساس اور صاحب ذوق شخص بنا دیا ہے وہ اپنی محبت کو لوگوں کو تنگ کرنے اور ان کو بے راحت کرنے کا ذریعہ نہیں بناتا، بلکہ اس محبت سے ان کے ساتھ ایثار اور قربانی سے پیش آتا ہے اور خود اپنے بھائیوں کی محبت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ان کو اپنے جذبہ محبت کے چشمہ صافی سے سیراب کرتا ہے۔ اور ملاقات کی اجازت طلب کرنے اور وقت اور موقعہ اور محل کو مدنظر رکھ کر ملاقات کے حکم سے اس مؤدب باہمی، اس ایثار و قربانی اور اس تعلق و محبت میں اضافہ ہی ہوتا ہے کمی نہیں آتی۔

نظافت اور پاکیزگی کی تعلیم

مومن۔ انسان صالح۔ لطیف پاکیزہ اور پاکباز ہوتا ہے، اس کا لباس پاک و صاف ہوتا ہے اس کے اعمال پاک و صاف ہوتے ہیں اور وہ لوگوں سے معاملات میں صاف اور پاکیزہ ہوتا ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ المدثر 4:74

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝۲۲۲ البقرہ 222:2

اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۙ النساء 58:4

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کردو۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ① الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ② وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ
اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ③ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ④ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ
حَافِظُونَ ⑤ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ⑥
فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ⑦ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رَاعُونَ ⑧ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ⑨ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ⑩ الَّذِينَ
يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ⑪ المؤمنون 1-11:23

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں زکوٰۃ کے طریقے پر عامل کرتے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملکِ یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہے البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

غرض اسلام نے مومن کو ہر باب میں نظافت اور پاکیزگی کی تعلیم دی ہے۔ نماز کی پابندی اور اس میں خشوع اختیار کرنا اللہ کے ساتھ بندے کے معاملے میں پاکی اور نظافت ہے، بے کار باتوں اور بے فائدہ امور سے بچنا فکر، ضمیر اور زبان کی پاکی ہے اور زبان کو یاوہ گوئی سے اور فکر کو انحراف (Perversion) سے محفوظ رکھنا ہے۔ زکوٰۃ سے نفس بخل سے پاک ہوتا ہے، شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم فرد اور معاشرے کو آلودگی اور گندگی سے پاک رکھنے کے لئے ہے اور امانت کی حفاظت اور وعدے کی پابندی کا حکم، لوگوں سے معاملات کی پاکی اور صفائی اور طبیعت کی استقامت اور صدق و اخلاص کیلئے ہے اور یہ تمام کی تمام مومن...... انسان صالح...... کی خصوصیات اور اس کے کردار کی علامات ہیں۔

مومن حساس اور نظافت اور اعتدال کے ساتھ جمالیت پسند ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس

کا قرآن کی فضا میں وقت گزارنا اس میں بصیرت پیدا کر دیتا ہے اور جمال کائنات کا شعور ابھار دیتا ہے اور اس میں ہر زندہ اور خوبصورت شے کے بارے میں حساسیت پیدا ہو جاتی ہے۔ شب و روز کی گردش نجوم و کواکب کا حسن اور کائنات میں بکھرا ہوا جمال اس کی نگہ بصیرت کو جلا بخشتا ہے...... مگر وہ دلکش چہروں کے فتنے میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتا ہے۔

مومن دنیا میں اپنے فرائض ادا کرتا ہے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھتا ہے، برائیوں سے بلند رہتا ہے، کھوکھلی قوتوں پر تکیہ نہیں کرتا، باطل سے بلند رہتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے، وہ اپنے دست و بازو کی قوت سے رزق تلاش کرتا ہے اور انجام کے لئے اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے بعد ازاں اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتا ہے اور اللہ کی مقررہ کردہ تقدیر پر یقین رکھتا ہے کہ مومن پر جو کوئی تکلیف آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے اور اللہ کے راستے میں شدائد پر صبر کرتا اور اللہ سے خیر کا جویا ہوتا ہے۔

بہر حال مومن۔ انسان صالح۔ دنیا میں اپنی بھرپور صلاحیتوں کے اظہار کے ساتھ زندگی گزارتا، وقت کو مفید کاموں میں استعمال کرتا اور مادی دنیا اور روحانی عالم میں ہم آہنگی برقرار رکھتا ہے۔

واقعیت اور مثال

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ دنیا کے تمام نظام تربیت اور خود اسلام کا نظام تربیت ایسے مثالی اور تصوراتی نمونے پیش کرتے ہیں جن کا واقعاتی اور عملی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہے مگر پوری طرح صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ نظام ہائے تربیت کا اصل کام یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسی صحیح صورت انسانوں کے سامنے رکھیں، جن کی جانب ہر موقعے پر رجوع کیا جا سکے اور مختلف حالات کے انضباط کے لئے ان کو مدنظر رکھا جائے، کیونکہ جب تک اس قسم کی مکمل صورت سامنے موجود نہ ہو ہمیں نہیں معلوم

ہوسکتا کہ ہم نے کس قدر مسافت طے کی ہے اور کتنا فاصلہ باقی رہ گیا ہے؟ اور مقصود کے حصول میں کتنی کاوش کی ہے اور کس قدر جدوجہد کرنا باقی ہے؟

البتہ یہ لازمی ہے کہ کسی نظامِ تربیت کی پیش کردہ یہ مثالی صورت ایسی نہ ہو جو انسان کی حدودِ قدرت سے ماورا ہو اور جس کا مادی زندگی میں بروئے کار آنا ممکن نہ ہو اور انسان اس کے حصول کی کوششوں میں ضائع اور گم ہو کر رہ جائے! نیز اس کی متعین صورت کا مخصوص قالب نہ ہو جس کا اپنانا ہر انسان پر لازم ہو!

مگر اسلام کا نظامِ تربیت ان دونوں خامیوں سے پاک ہے۔ یعنی اسلام کے نظامِ تربیت نے جو مثالی نمونہ سامنے رکھا ہے اس کو عملی صورت میں متحقق کرنا نہ تو ناممکن ہے، اور نہ اس کا کوئی مخصوص قالب ہے جس کا اختیار کرنا فرض اور لازم ہو۔

اسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مثالی نمونہ اور اسوہ حسنہ بنا کر پیش کیا، حالانکہ آپؐ انسان تھے اور آپؐ انسانیت کی جس بلندی اور رفعت کے مقام پر فائز ہوئے اس پر کبھی کوئی انسان فائز نہیں ہوا۔ لیکن بہر حال لوگ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کرتے رہے اور اس اسوۂ کے بعض پہلوؤں میں کمال حاصل کرتے رہے اور صحابہ کرام تابعین کرام اور اسلامی تاریخ کی بے شمار شخصیات نے اس اسوۂ حسنہ کی ممکنہ حد تک تقلید کی اور رفعت و سربلندی اور سرفرازی حاصل کی اور انسانوں کی نظروں میں بھی وقیع مقام کے حامل ہوئے اور خدا کے یہاں بھی فلاح و کامرانی کے مستحق قرار پائے!

کسی نے راہِ حق میں قربانیاں دیں، کوئی صدق امانت اور اخلاص کا پیکر بن گیا، کوئی رحمت و محبت و مودت کا مجسمہ بن گیا اور کسی نے عملِ خیر میں قدم بڑھائے اور اسلامی تربیت کے ہزاروں نمونے سامنے آئے اور تاریخ عالم میں ان انسانوں کو عظمتیں حاصل ہوئیں![1]

اسلامی تاریخ کا وہ دور انتہائی تابناک اور بے مثال تھا جب امت مسلمہ اللہ اور رسولؐ کی ہدایت کی روشنی میں تربیت پا کر ہر میدان میں پیش قدمی کر رہی تھی اور تاریخ میں سنہری

---

(۱) **الانسان بین المادیۃ والاسلام** کا باب ''اسلامی نقطہ نظر ملاحظہ کیجیے۔'' اس کتاب کا راقم الحروف کا اردو ترجمہ اسلام اور جدید مادی افکار کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (س۔ صدیقی)

حرفوں سے عظمتوں کے باب رقم کر رہی تھی۔ اگرچہ بعد میں اس قدر عظیم مثالی نمونوں میں کمی ضرور آ گئی مگر بالکل ختم نہیں ہوئے اور جو مثالیں دور اول میں قائم ہوئی تھیں بعد کے ادوار میں لوگ انہیں اجاگر کرتے رہے اور اس کے عملی نمونے پیش کرتے رہے۔

اسلام نے جو تربیت کا مثالی نمونہ مقرر کیا وہ خیالی، تصوراتی اور غیر حقیقی نہیں تھا، بلکہ اسلام کا نمونہ، مثالی بالکل حقیقی اور واقعی تھا، اور اسلام کے نظام تربیت نے اپنی تاریخ کے ہر دور میں اس کے بے شمار شواہد پیش کیے۔ اس لئے کہ اسلام انسان کی قدرت اور قوت کے مطابق اس سے مخاطب ہوتا ہے اور جس قدر اللہ سبحانہٗ نے انسان کو قدرتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں انہی کے مطابق اس کی رفعت ارتقاء کے مراحل متعین کیے ہیں۔ اسلام یہی کہتا ہے کہ انسان اپنی فطرت میں ودیعت ان صلاحیتوں اور قوتوں کو بھرپور طریقے پر استعمال کرے اور انہیں بروئے کار لائے اور اپنی استعداد کے مطابق رفعت حاصل کرے۔

اسلام سب لوگوں سے بلندی اور رفعت کے اعلیٰ معیار کے حصول کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ اس کو لوگوں کی استعداد اور ان کی صلاحیتوں پر چھوڑ دیتا ہے کہ مختلف لوگ رفعت کے مختلف درجات طے کریں، مگر جو لوگ بالکل رفعت حاصل نہ کر سکیں ان کی تعداد کم ہو اور انہیں تربیت کے حصول کے ہر وقت مواقع حاصل رہیں...... اس سے بڑھ کر اس مثالی نظریئے کی اور کیا واقعیت ہو سکتی ہے!

اسلام انسان کی طبعیت اور اس میں پنہاں صلاحیتوں اور ان کے متنوع معیاروں کو بھی نظر انداز نہیں کرتا...... اسی لئے اسلام کوئی مخصوص و متعین قالب بھی انسانوں پر لازم نہیں کرتا کہ ہر انسان پر یہ قالب اختیار کرنا لازم ہو، بلکہ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ ہر انسان اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کی حدود میں رہتے ہوئے تربیت کے کمال کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔

اسلام بلاشبہ ''واقعیت'' کا حامل ہے مگر اس کی واقعیت دور جدید کی واقعیت کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اسلام انسانی فطرت کی ہمہ گیری پر مشتمل ہے اور اسلام انسانی فطرت کی ارتقاء کی استعداد اور اس کی تنزل کی استعداد دونوں کو ملحوظ رکھتا ہے۔

اسلام کی واقعیت، ڈارون فرائڈ اور مارکس کی واقعیت نہیں ہے جو انسان کو حیوان اور مادی ضرورتوں کا تابع قرار دیتی ہے[1] اور کہتی ہے کہ چونکہ انسان میں تنزل اور ہبوط کی صلاحیت موجود ہے، اس لئے انسان کو ہبوط اور تنزل کی راہ پر چھوڑ دینا چاہیے، تاکہ وہ اس قدر گر جائے کہ حیوان بھی اس سے پناہ مانگے اور انسان، انسان باقی نہ رہے بلکہ ڈارون کا حیوان، مارکس کا بندۂ اقتصاد اور فرائڈ کا غلام جنس بن جائے!

اسلام کی واقعیت یہ ہے کہ اسلام انسان کی مجموعی صلاحیتوں، قوتوں اور استعدادات کو مدنظر رکھتا ہے، اس کو مسلسل رفعت کی جانب لے کر چلتا ہے اور اس کی کوشش، صلاحیت اور قوت کے مطابق اسے کمال تک پہنچنے کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اس نمونہ کی کمال کو اس کا مقصود اور مطمح نظر بناتا ہے۔ اسلام کی نظر میں انسان نہ تو فرشتہ ہے کہ وہ فرشتوں کی سی پاکیزگی حاصل کرے اور نہ وہ شیطان ہے کہ بالکل گندگیوں میں لتھڑ جائے اور شیطان بن جائے۔

بہر حال اسلام کی نظر میں انسان کی تربیت کا واقعی اور عملی طریقہ یہی ہے کہ اس کے سامنے ایک مکمل مثالی نمونہ رکھا جائے اور ہر ممکن طریقے پر اور پوری سعی بلیغ کے ساتھ مسلسل اور پیہم اس کی تربیت کا عمل جاری رکھا جائے!

❀❀❀

(۱) دیکھئے: معرکۃ التقالید میں باب حقائق واباطیل۔

ہماری دیگر مطبوعات

- **خطبات** — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- **قادیانی مسئلہ** — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- **معاشیات اسلام** — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- **اسلام اور ضبط ولادت** — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- **سنت کی آئینی حیثیت** — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ
- **زادِ راہ** — مولانا جلیل احسن ندویؒ
- **آداب زندگی** — محمد یوسف اصلاحی
- **حسن معاشرت** — محمد یوسف اصلاحی
- **داعی اعظم ﷺ** — محمد یوسف اصلاحی
- **آسان فقہ** (اول، دوم) — محمد یوسف اصلاحی
- **راہ عمل** — مولانا جلیل احسن ندوی
- **جلوۂ فاران** — عنایت اللہ سبحانی
- **محمد عربیؐ** — عنایت اللہ سبحانی

U02229

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
منصورہ ملتان روڈ، لاہور پاکستان